



شعروادب فارسی دردورهٔ خلیجیان مالوه

پایان نامه برای دریافت دکتری

تخصیص



تقدیم کننده

عبدالسلام جیلانی

استاد راهنما

پرفسور سید محمد طارق حسن

بخش فارسی

دانشگاه اسلامی علیگره - علیگره

۲۰۰۵

تلخیص

مالوہ ایک سطح مرتفع (Plateau) ہے۔ موجودہ ہندوستان کی ریاست مدھیہ پردیش کا زرخیز اور معتدل آب و ہوا والا علاقہ ہے اس میں دھار، رتلام اور اندور وغیرہ اضلاع آتے ہیں سنسکرت زبان میں پہاڑ کو ”مالیوان“ کہا جاتا ہے چونکہ یہ علاقہ پہاڑیوں سے گھرا ہوا ہے۔ اس لئے اس علاقہ کا نام مالیوان پڑا۔ بعد میں ”مالیوان“ تخفیف ہو کر ”مالوہ“ رہ گیا اور آج اسی نام (مالوہ) سے جانا جاتا ہے۔

خط استوا سے دور ہونے کی وجہ مالوہ میں راتیں خنک ہوتی ہیں اس لئے ہندوستان میں ”شب مالوہ“ مشہور ہے۔ اس کے علاوہ مورخین نے یہاں کے پان، آم، اور خربوزہ کی بڑی تعریف کی ہے۔

مالوہ اپنے خوشگوار موسم اور سرسبز و شاداب علاقہ کی وجہ سے قدیم زمانے سے ہی راجاؤں اور بادشاہوں کی توجہ کا مرکز رہا ہے ماضی میں بہت سے نامور ہندو راجہ مثلاً چندر گپت بکرماجیت چندر پال اور مال دیو وغیرہ یہاں حکومت کر چکے ہیں۔ مالوہ میں مسلمانوں کی آمد محمد بن قاسم کے حملہ (۶۳۲ء) سے شروع ہوتی ہے، والی سندھ جنید بن الحرثی نے جیب بن مرہ کی سپہ سالاری میں مالوہ پر حملہ کر کے کچھ علاقے فتح کئے۔ اور پھر صلح و معاہدہ کر کے یہ لوگ سندھ واپس لوٹ گئے۔ لیکن اس حملہ کا بہت بڑا فائدہ یہ ہوا کہ مالوہ میں مسلمانوں کی آمد و رفت شروع ہوئی، اور مسلمان بغرض تجارت۔ سیاحت اور تبلیغ و اشاعت یہاں آنے لگے ۴۲۴ھ/۱۰۳۲ء میں مشہور زمانہ صوفی حضرت عبداللہ شاہ چنگال رحمۃ اللہ علیہ دھار تشریف لائے اور یہاں سکونت اختیار کر کے اپنی زندگی کی آخری سانس تک اسلام کی تبلیغ و اشاعت فرماتے رہے یہی وجہ ہے کہ گیارہویں صدی عیسوی میں مالوہ میں مسلمانوں کی کثیر تعداد تھی شاہ چنگال رحمۃ اللہ علیہ کی تبلیغ کا اثر نہ صرف عوام پر پڑا بلکہ شہنشاہ وقت راہ بھوج دوم (۱۰۱۰-۱۰۵۵ء) پر بھی ایسا اثر ہوا کہ وہ اپنی بیوی سمیت مشرف یہ اسلام ہو گیا۔

مالوہ پر مسلمانوں کا باضابطہ تسلط شمس الدین التتمش کے حملہ (۶۲۰ھ/۱۳۳۲ء) سے ہوتا ہے التتمش نے ۱۲۳۲ء میں مالوہ پر حملہ کر کے کچھ علاقے فتح کئے اور پھر ان علاقوں کو اپنے امراء کے سپرد کر کے دہلی لوٹ آیا۔ بعد میں سلطان غیاث الدین بلبن (۱۲۶۰-۱۲۹۸ء) نے مالوہ پر حملہ کر کے اسے مکمل طور پر دہلی سلطنت میں شامل کر لیا۔ جو ناصر الدین محمد تغلق شاہ کے عہد

(۱۳۹۰-۱۳۹۴ء) تک دہلی سلطنت کے زیر نگین رہا۔ محمد شاہ کی وفات ۱۳۹۴ء کے بعد حصول سلطنت کے لئے اس کے بیٹوں کے درمیان خانہ جنگی شروع ہو گئی محمود شاہ تغلق کامیاب ہو کر سر پر آئے سلطنت ہوا۔ اس نے عنان حکومت سنبھالنے کے بعد استحکام سلطنت کے پیش نظر دور دراز کے علاقے اپنے وفادار امراء کے حوالہ کر کے ان علاقوں کا حکمران بنادیا۔ مظفر شاہ حاکم گجرات۔ خواجہ ملک سرو جہاں حاکم جو پور، اور دلاور خان غوری حاکم مالوہ مقرر ہوئے۔ ۱۳۹۸ء میں تیمور لنگ کے حملے نے دہلی سلطنت کا شیرازہ بکھیر دیا اور دور دراز کے علاقوں کے حکمرانوں نے اس افراتفری سے فائدہ اٹھا کر اپنی خود مختاری کا اعلان کر دیا دلاور خان غوری حاکم مالوہ نے ۱۴۰۱ء میں ”عمید شاہ“ کا لقب اختیار کر کے مالوہ کا سلطان ہوا۔ دلاور خان نے بڑے امن و سکون سے ۱۴۰۶ء تک حکومت کی۔ اس کی وفات ۱۴۰۶ء کے بعد اس کا لڑکا ”ہوشنگ شاہ“ برسر اقتدار آیا۔ اس کے دور اقتدار میں قرب و جوار کے علاقوں کے حکمرانوں کے ساتھ کئی جنگیں ہوئیں جن میں ہوشنگ شاہ کو کئی بار شکست کا منہ دیکھنا پڑا بالآخر کامیابی ملی اور ۱۴۳۵ء تک وہ مالوہ کے تخت پر متمکن رہا۔ اس کی وفات (۱۴۳۵ء) کے بعد گوکہ اس کا لڑکا غزنی خان ملقب بہ ”محمد شاہ“ وارث سلطنت ہوا مگر اس کی نااہلی کی وجہ سے حکمران دو گروپوں میں منقسم ہو گئے۔ اور محمود خان جو کہ سلطان ہوشنگ شاہ کا سپہ سالار اور ندیم خاص تھا اس نے ۱۴۳۶ء میں محمود شاہ خلجی کا لقب اختیار کر کے مالوہ کی سلطنت کی باگ ڈور سنبھالی۔ یہیں (۱۴۳۶ء) سے مالوہ کے خلجی سلطنت کا آغاز ہوتا ہے۔ محمود خلجی بڑا ہوشیار، رعایا پرور، اور علم دوست سلطان تھا۔ اس نے توسیع سلطنت کے ساتھ ساتھ، مالوہ میں علوم و فنون کو بھی ترقی دیا۔ اس کے عہد میں مالوہ نے مختلف میدانوں۔ مثلاً علم و ادب فن تعمیر، موسیقی مصوری وغیرہ اس درجہ ترقی کر لیا تھا، کہ وہ شیراز و سمرقند کے ہم پلہ سمجھا جانے لگا تھا۔ اور یہی وہ عہد ہے جو مالوہ کا عہد زریں کہلاتا ہے۔ اسی عہد میں فارسی زبان و ادب کو بھی بڑھا و املا۔ پورے ملک میں فارسی زبان کا چلن ہوا۔ فارسی زبان سرکاری زبان قرار پائی۔ محمود خلجی کے بعد اس کا لڑکا غیاث الدین شاہ وارث سلطنت ہوا۔ غیاث شاہ نے برے امن و سکون کے ساتھ ۱۵۰۱ء تک حکومت کی۔ اس نے سلطنت کو استحکام دینے کے ساتھ ساتھ فارسی زبان کو بھی فروغ دیا۔ غیاث شاہ نیک سیرت اور فیاض بادشاہ تھا۔ ساتھ ہی اس کو عورتوں کو جمع کرنے کا شوق (Hobby) تھا اس کے حرم سرا میں مختلف ممالک کی تقریباً دس ہزار لڑکیاں موجود تھیں۔ جو مختلف علوم و فنون سے آراستہ اور متعلق امور میں ماہر تھیں۔ یہاں تک کہ سلطان نے اپنی حفاظت کے لئے پانچ سو جہشی لڑکیاں دائیں اور پانچ سو تر کی لڑکیاں بائیں مامور کر رکھا تھا۔

سلطان غیاث الدین کی وفات () کے بعد اس کا لڑکا ناصر الدین خلجی مالوہ کا سلطان ہوا۔ ناصر الدین اپنے والد غیاث الدین کے برعکس تھا۔ اس کی پوری زندگی عیش و عشرت میں گزری۔ اس کو امور سلطنت سے دلچسپی کم اور شراب و شباب سے دلچسپی زیادہ تھی۔ یہاں تک کہ شراب کے نشہ کی حالت ہی میں اس کو موت ہوئی۔ ناصر الدین خلجی (متوفی ۱۵۱۰ء) کے بعد اس کا لڑکا

محمود خلجی ثانی، مالوہ کا بادشاہ ہوا مگر اس کی مطلق العنانی اور عیش پسندی نے سلطنت کو کافی نقصان پہنچایا۔ عوام امراء اور افواج دو گروپوں میں منقسم ہو گئے جس کے نتیجے میں خانہ جنگی شروع ہو گئی اور یہی مالوہ سلطنت کے زوال کا باعث بنی۔ چنانچہ ۱۵۳۱ء میں بہادر شاہ گجراتی نے مالوہ پر حملہ کرے اسے گجرات سلطنت میں شامل کر لیا پھر ہمایوں نے () میں مالوہ پر فوج کشی کر کے وہاں اپنے حکمران مقرر کر کے وہ گجرات کی طرف آگے بڑھ گیا۔ کوئی مستقل حکومت قائم نہیں ہو سکی۔ البتہ اکبر نے اپنے عہد حکومت (۱۵۵۶ء-۱۶۰۶ء) میں مالوہ پر حملہ کر کے اسے زیر نگین کر لیا۔ اور اس طرح مالوہ کی وہ عظیم سلطنت جو کبھی اپنی سیاسی طاقت اور علم و ادب کی مرکزیت کی وجہ سے ہندوستان کی مضبوط ترین اور اہم ترین حکومت تسلیم کی جاتی تھی وہ اپنی خود مختاری اور عظمت کو کھو کر مغلیہ سلطنت کا حصہ بن کر رہ گئی۔

سلاطین خلجیان مالوہ کے عہد میں مالوہ نے مختلف میدانوں مثلاً علم و ادب فن تعمیر۔ موسیقی اور مصوری میں ایسی ترقی کہ وہ شیراز و سمرقند کے ثانوی نام سے جانا جانے لگا۔ فارسی زبان مالوہ کی سرکاری زبان قرار پائی سلاطین مالوہ نے فارسی زبان کی دل کھول کر سرپرستی کی۔ اور فارسی زبان کی وہ شمع جو دہلی سلطنت کے زوال کے بعد بجھنے لگی تھی۔ سلاطین مالوہ نے اس کی لو کو جلانے رکھا اس لئے یہ عہد (عہد خلجیان مالوہ) فارسی ادبیات کے کچھ خدمات کی یہ اہمیت کے اعتبار سے اتنا ہی اہم ہے جتنا دیگر علاقے مثلاً دہلی۔ جونپور، دکن وغیرہ۔ مگر تقریباً ساڑھے پانچ سو سال گزرنے کے بعد ابھی تک مالوہ کے فارسی خدمات کو اجاگر نہیں کیا جاسکا۔ یہی وجہ ناچیز کی توجہ کا باعث بنی اور موضوع برائے تحقیق ”سلاطین خلجیان مالوہ کے عہد میں فارسی ادب کی ترویج“ منتخب کیا گیا۔

مقالہ برائے تحقیق پانچ ابواب پر مشتمل ہے۔

۱:- مالوہ کا تاریخی پس منظر: اس باب میں مالوہ کے تاریخی جغرافیائی حالات اور وجہ تسمیہ کو بیان کیا گیا ہے۔

۲:- مالوہ کی سیاسی، سماجی اور تہذیبی حالات ایک جائزہ

۳:- عہد خلجی میں مالوہ کے ادبی خدمات۔

۴:- خلجی عہد کے فارسی ادب کا تنقیدی جائزہ۔

(الف) نثر: (ب) نظم

(الف): نثر

تاریخ مؤثر محمود شاہی: اس کے مؤلف علی بن محمود الکرمانی معروف بہ شہاب حکیم ہیں۔ شہاب حکیم سلطان محمود خلطی اول کے عہد (۱۴۳۶-۱۴۶۹ء) کا ممتاز اسکالر تھا۔ شرنکاری کے ساتھ ساتھ اسے شعر و شاعری سے بھی شغف تھا۔ اس کے نام کے ساتھ

”حکیم“ کی وجہ یہ ہے کہ وہ فن طبابت سے بھی آشنا تھے۔

مآثر محمود شاہی سلطان محمود خلجی کے عہد کی اہم ترین تاریخ ہے۔ اس کے قلمی نسخے آکسفورڈ، کیسبرج اور جرمنی کے برلن یونیورسٹی کے کتب خانوں میں موجود ہیں۔

پروفیسر نور الحسن سابق صدر شعبہ فارسی دہلی یونیورسٹی نے مآثر محمود شاہی کے کسی قلمی نسخے کی تلخیص شائع کی ہے۔

تاریخ ناصر شاہی: اس کے مؤلف کے بارے میں معلومات دستیاب نہیں ہیں۔ یہ کتاب سلطان ناصر الدین خلجی کے عہد کی مفصل تاریخ ہے۔ جس میں اس عہد کے سیاسی، سماجی حالات اور طرز حکومت کو تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔

تاریخ مالوہ: اس کے مؤلف کرم علی ہیں۔ یہ کتاب مالوہ کی ایک عام تاریخ ہے برٹش میوزیم کنیلاگ کے مطابق اس کے کسی قلمی نسخہ کا پتہ نہیں چل سکا۔

فرہنگ: ادات الفصل: اس کے مؤلف قاضی خاں بدر محمد دھاروال ہیں، یہ لغت ۸۲۲ھ میں لکھا گیا اس لغت میں پندرہویں عیسوی میں مروج ہندوی الفاظ کو بیان کیا گیا ہے۔ مثلاً لٹو، گرگٹ، وغیرہ۔

دستور الاخوان:۔ اس کے مؤلف قاضی خاں بدر محمد دھاروال ہیں یہ ایک عربی لغت ہے مگر عربی الفاظ کے معنی فارسی زبان میں بیان کئے گئے ہیں یہ لغت: ۱۹۷۱ء میں ایران فرہنگ سے چھپ چکا ہے۔

مفتاح الفصل:۔ اس کے مؤلف محمود بن داؤد علوی شادی آبادی ہیں۔ اس فرہنگ کی ایک Mieofilm کی ایک کاپی سمینار لاہریری شعبہ تاریخ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ میں ہے، قلمی نسخہ برٹش میوزیم لندن میں ہے۔

اس فرہنگ میں فارسی الفاظ کے ساتھ ساتھ پندرہویں صدی عیسوی میں جو ہندوی الفاظ رائج تھے وہ بھی موجود ہیں اس فرہنگ کے مطالعہ سے ہندوی زبان اردو قدم کی تاریخ تعین کرنے میں مدد مل سکتی ہے۔

فرہنگ شہاب حکیم:۔ اس کے مؤلف شہاب حکیم ہیں۔ اس فرہنگ کے کسی قلمی نسخہ کی نشاندہی نہیں ہو سکی، البتہ فرہنگ شرف نامہ منیری (مؤلف ابراہیم، قوام) نے اپنی فرہنگ میں بہت سے الفاظ کی اسناد شہاب حکیم سے کی ہے۔ نیز کشف اللغات کے مؤلف عبدالرحیم نے مقدمہ میں فرہنگ شہاب حکیم کا ذکر کیا ہے۔

شرح دیوان قصائد انوری و خاقانی:۔ ان کے شارح محمود بن داؤد علوی شادی آبادی میں شارح نے خاقانی اور انوری کے قصائد کے لغوی اور اصطلاحی معنوی بیان کر کے بعد اس کی تشریح کی ہے۔ تشریح صوفیانہ رنگ میں رنگی ہوئی ہے۔ اس کے علاوہ لطائف غیبیہ مؤلف عبداللہ شطاری، اسرار النبی و انوار النبی وغیرہ نثر میں کتابیں لکھی گئیں علم حیوانات پر سنسکرت کی کتاب سالی ہوتر اکا فارسی زبان میں ترجمہ ہوا، مصوری میں بوستان سعدی، داستان امیر حمزہ، اور نعمت نامہ اسی عہد میں تیار کی گئی۔

(ب) نظم:

مالوہ کے خلجی سلاطین کے عہد میں شعراء کے بارے زیادہ معلومات دستیاب نہیں ہو سکی اس عہد کے فارسی شاعری کے جو نمونے دستیاب ہوئے ہیں ان میں بیشتر کتبات پر کندہ قطعات اور متفرق اشعار کے علاوہ ایک مثنوی عروۃ الوثقی کی شکل میں ہے مثنوی کا ایک قلمی نسخہ پنجاب یونیورسٹی پاکستان لاہور میں موجود ہے۔ حافظ محمود شیرانی نے اس مثنوی پر ایک ناقدانہ بحث کی ہے یہ مثنوی شہاب حکیم کی تالیف بتائی جاتی ہے۔

باب ۵:- مالوہ کے خلجی سلاطین کے عہد میں فارسی ادب کی اہمیت کئی اعتبار سے اہمیت کی حامل ہے۔

(الف) فارسی زبان کی وجہ سے مالوہ میں فن مصوری، موسیقی ہرات سے مصور اور ماہرین فن ہندوستان (مالوہ) آئے اور دونوں تہذیبوں کے ملنے سے ایک نئے تہذیب نے جنم لیا جسے مالوہ فن تعمیر، و مالوہ فن مصوری کا نام دیا گیا۔

(ب) اس عہد میں تاریخ اور فرہنگ نویس کو زیادہ ترقی ہوئی۔





شعروادب فارسی دردورهٔ خلیجیان مالوه

پایان نامه برای دریافت دکتری



تقدیم کننده

عبدالسلام جیلانی

استاد راهنما

پرفسور سید محمد طارق حسن

ALFASIN

بخش فارسی

دانشگاه اسلامی علیگر ه - علیگر ه

۲۰۰۵



T-7259

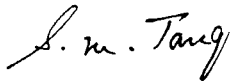


DEPARTMENT OF PERSIAN
ALIGARH MUSLIM UNIVERSITY
ALIGARH—202002 (INDIA)

Dated 19.04.2005

TO WHOM IT MAY CONCERN

This is to certify that Mr. Abdus Salam Jeelani, Ph.D. student of the Department of Persian, Aligarh Muslim University, Aligarh has worked under my supervision and the present thesis entitled "Persian Literature Produced during the Khilji Rulers of Malwa" is an original research work submitted to the Aligarh Muslim University, Aligarh for the award of the Degree of Doctor of Philosophy in Persian.


(Dr. S.M. Tariq Hasan)
Professor
Dept. of Persian

انتساب

اس تناور درخت (اپنے دادا مولوی عبدالرؤف مرحوم) کے نام جن کی گھنی چھاؤں
(والد گرامی عبدالقدوس عجم محترم ابوالفرح) نے اس طویل سفر میں مجھے شدت دھوپ کا
احساس تک نہ ہونے دیا۔

اشاریہ

☆	مولانا آزاد لائبریری علی گڑھ	☆	نسخہ علی گڑھ
☆	رضالا لبریری رامپور	☆	نسخہ رامپور
☆	خدا بخش لائبریری پٹنہ	☆	نسخہ پٹنہ
☆	برٹش میوزیم لندن	☆	نسخہ برٹش میوزیم
☆	تاریخ فرشتہ	☆	فرشتہ
☆	تاریخ منتخب التواریخ	☆	منتخب
☆	مالوہ کی کہانی تاریخ کی زبانی	☆	مالوہ کی کہانی
☆	ادوات الفعلا	☆	ادوات
☆	مفتاح الفعلا	☆	مفتاح
☆	دائرہ معارف اسلامیہ اردو	☆	دائرہ معارف
☆	توزک جہانگیری	☆	توزک
☆	طبقات اکبری	☆	طبقات
☆	اخبار الاخبار	☆	اخبار
☆	فرہنگ شرف نامہ منیری	☆	شرف نامہ
☆	لغت دھندا	☆	دھندا
☆	نسخہ قلمی	☆	ق
☆	صفحہ	☆	ص
☆	جلد	☆	ج
☆	Encyclopaedia of Islam	☆	EPI
☆	Epigraphia Indica Arabic and Persian Supplement of	☆	Epigraphia Indica Arabic and Persian Supplement of
☆	Epigraphia Indo Moslemica	☆	EIMAPS

فہرست

صفحہ	
۴-۱	مقدمہ
	باب اول
۱۲-۵	تاریخی پس منظر
	باب دوم:-
۴۹-۱۳	غوری اور خلجی خاندانوں کے عہد حکومت میں مالوہ کی سیاسی، سماجی اور تہذیبی حالت، ایک جائزہ:
	باب سوم:-
۵۳-۵۰	عہد خلجی میں مالوہ کے ادبی حالات
	باب چہارم:-
۲۱۴-۵۴	اس عہد کے فارسی ادب کا تنقیدی جائزہ
۱۶۲-۵۴	(الف) نثر
۲۱۴-۱۶۳	(ب) نظم
	باب پنجم:-
۲۱۹-۲۱۵	اختتامیہ، مالوہ کے خلجی عہد کے فارسی ادب کی اہمیت
۲۲۳-۲۲۰	حواشی
۲۲۷-۲۲۴	کتابیات/مآخذ

مقدمہ

تمام تعریفیں ثابت ہیں اس عالم جزو کل کے لئے ”جس نے انسان کو علم عطا کیا جو وہ نہیں جانتا تھا“۔ درود و سلام کے گل و لالہ نثار ہوں شاہ بطحا پر جنہوں نے طلب علم کو ہر مسلمان مرد و عورت کے لئے لازم قرار دیا اور اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل ہو ان صحابہ کرام اور وارث انبیاء پر جنہوں نے اس امانت گراں بار کی حفاظت کر کے سینہ بہ سینہ دنیا کے گوشہ گوشہ میں پھیلا یا۔

تحقیقی مقالہ کا موضوع مالوہ کے خلجی عہد (۱۴۳۶-۱۵۶۲ء) میں فارسی ادب کے ترویج ہے ایک طفل مکتب کی حیثیت سے مالوہ کے تقریباً ایک سو پچیس سالہ فارسی خدمات کو صفحہ قرطاط پر لانے کی کوشش کی گئی ہے۔

جہاں تک انتخاب موضوع کا سوال ہے تو ناچیز کا ذہن شروع سے تاریخی موضوع کی طرف تھا اسی غرض سے ایک دن پروفیسر نذیر احمد صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا اور ایک موضوع برائے تحقیق کی درخواست کی، پروفیسر صاحب نے دو تین تاریخی موضوع بتائے، جس پر اب تک کام نہیں ہوئے تھے، مگر ان کی طبیعت کا میلان اسی موضوع ”مالوہ کے خلجی حکمرانوں کے عہد میں فارسی ادب“ کی طرف تھا، جس کے لئے میں ان کا بہت ممنون ہوں کہ انہوں نے اس اہم موضوع کے لئے میرا انتخاب کیا اور میرے ناتوان کاندھے پر یہ ذمہ داری سوپی، میں اس پر کتنا کھرا اور کھوٹا ترا وہ ارباب نظر ہی بتلا سکتے ہیں جہاں تک اس کی اہمیت کا سوال ہے تو یہ موضوع کئی اعتبار سے اہمیت کا حامل ہے۔

تیمور لنگ کے حملہ (۱۳۹۸ء) کے بعد جب دہلی سلطنت ہی کا شیرازہ بکھرا تو مالوہ کی ہی سلطنت ایک ایسی سلطنت تھی جس نے سیاسی اور ادبی دونوں حیثیتوں سے ہندوستان کی نمائندگی کی، سلاطین مالوہ کے عہد (۱۴۳۶-۱۵۶۲ء) میں یہ صوبہ علوم و فنون کے میدان میں اس درجہ تک ترقی کر چکا تھا کہ وہ شیراز و سمرقند کے ہم پلہ سمجھا جانے لگا تھا۔ اور یونان ثانی کہلانے لگا تھا۔ لیکن عجیب اتفاق یہ ہے کہ تقریباً ساڑھے پانچ سو سال گزر جانے کے بعد بھی اس عہد کے ادبی کارناموں کو اجاگر کرنے کی کوئی جامع اور اہم کوشش نہیں کی جاسکی ہے۔

دوسرے اس عہد میں ہونے والے ادبی کارنامے مثلاً تاریخ میں مآثر محمود شاہی تاریخ ناصر شاہی، اور تاریخ مالوہ، فرہنگ نویسی میں ادات الفضل، دستور الاخوان اور مفتاح الفضل، فن مصوری میں نعمت نامہ ناصر شاہی، بوستان سعدی مصور، اور چین کلپ سوترا، مذہب و اخلاق میں لطائف غیبیہ، انوار النبی ان کے علاوہ شرح دیوان خاقانی و انوری

اور ترجمے اتنے اہم ہیں کہ اگر اس عہد کو الگ کر دیا جائے تو ہندوستانی فارسی ادبیات کا باب ادھورا رہ جائے گا۔ اس عہد کے ادبی کارناموں پر مقالہ کے باب سوم میں بحث کی گئی ہے۔

سلاطین مالوہ کے عہد میں تاریخ، تصوف، اخلاق، فرہنگ، اور فن مصوری پر بہت سی کتابیں لکھی گئیں، مگر یہ کتابیں یا تو کیاب ہیں یا پھر ہندوستان سے باہر کے ملکوں کے کتب خانوں میں قلمی نسخوں کی شکل میں موجود ہیں۔ C.A Storey اور Ethe نے ان قلمی نسخوں کی نشان دہی کی ہے لہذا جو کتاب دستیاب ہو سکی اس پر بحث کی گئی اور جو نہیں مل سکی یا ان کتابوں تک میری رسائی نہیں ہو سکی ان کے نام اور فراہم شدہ معلومات کو پیش کر دیا گیا ہے۔ تاکہ اس کی روشنی میں کبھی کام آگے بڑھایا جاسکے۔

مقالہ برائے تحقیق پانچ ابواب پر مشتمل ہے۔

باب اول:- مالوہ کا تاریخی پس منظر۔ اس باب میں مالوہ کی وجہ تسمیہ، اس کے جغرافیائی حالات، مالوہ کے قدیم حکمرانوں کے احوال اور اسماء بیان کئے گئے ہیں۔

باب دوم:- یہ باب مالوہ کے سیاسی، سماجی، معاشی، اور ثقافتی حالات پر مشتمل ہے اس میں مالوہ کی خود مختار سلطنت کا آغاز (جو دلاور خاں غوری ۱۴۰۱ء سے ہوتا ہے) دلاور خاں اور اس کے جانشین۔ پھر خلجیوں کا مالوہ پر تسلط اور ان کی عہد میں ترقی پانے والے علوم و فنون مثلاً فن مصوری اور فن معماری وغیرہ پر بحث کی گئی ہے۔

باب سوم:- مالوہ کی ادبی خدمات۔ اس باب میں مالوہ کی ادبی خدمات پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ جس میں فارسی ادب کے ساتھ خلجی عہد میں لکھی جانے والی سنسکرت کی کتابوں کے ترجموں بھی ضمناً ذکر کیا گیا ہے۔

باب چہارم:- سلاطین مالوہ کے عہد میں فارسی ادب کی ترویج اور اس کا تنقیدی جائزہ اس باب کو دو حصوں میں منقسم کیا گیا ہے۔

الف:- نثری ادب، اس میں تاریخ، فرہنگ، مذہبی و ادبی کتب، ترجمے اور شرحیں اور مصوری پر لکھی جانے والی کتابوں پر مفصل بحث کی گئی ہے۔

ب:- شاعری: اس میں مثنوی عروۃ الوثقیٰ شہابی، اور مالوہ کی عمارتوں پر نصب کتبوں کے اشعار جو دستیاب ہو سکے ہیں اس کو پیش کیا گیا ہے یہ اشعار تاریخی اور ادبی دونوں لحاظ سے بڑی اہمیت کے حامل ہیں۔

باب پنجم :- اختتامیہ، مالوہ کے غلجی عہد میں فارسی ادب کی اہمیت۔

اس باب میں ہندوستان میں فارسی ادب کی آمد کی تاریخ اور عہد بہ عہد اس کے ادبی کارناموں کا اجمالی خاکہ پیش کرتے ہوئے مالوہ میں فارسی ادب کی اہمیت پر روشنی ڈالی گئی ہے۔

تحقیق میں نام ثبت کرانے کے بعد سے لیکر اس کے پایہ تکمیل تک کا زمانہ کتنا جانکا ہوتا ہے اس سے وہی شخص واقف ہو سکتا ہے جو ان وادیوں سے گذر چکا ہوتا ہے، رجسٹریشن کے بعد کے شروع کے کچھ ایام بایں وجہ آسان ہوتے ہیں کہ اس وقت موضوع سے متعلق چند کتابیں اور مواد مقامی کتب خانوں میں مل جاتے ہیں مگر اس کے بعد دور دراز علاقوں سے مواد کا اکٹھا کرنا، انہیں ترتیب دینا، نقل کرنا اور پھر اپنے طور پر پوری طرح سے مطمئن ہو کر نگراں کے نظر نواز کرنا، ان کی اصلاح کے بعد کتابت کرنا اور کتابوں کے ناز و انداز برداشت کرنا، اس کے بعد پروف ریڈنگ کر کے آخری شکل دیکر مقالہ کی جلد بندی کرنا۔ یہ تمام مراحل اتنے کٹھن ہوتے ہیں کہ اگر کم ہمت آدمی کے سامنے پہلے سے اس کا خاکہ پیش کر دیا جائے تو شاید وہ اس وادی پر خار میں قدم رکھنے سے پہلے ہی ہمت ہار دے مگر حقیقت میں یہ کام خاص فضل خداوندی، کرم فرماؤں کی کرم فرمائی و رہنمائی اور احباب کی قدم قدم پر اعانت کی وجہ سے پایہ تکمیل کو پہنچ جاتا ہے، اس لئے بعد از حمد و ثنا خدا و رسول، کرم فرماؤں۔ ہمدردوں اور احباب کا شکریہ ادا کرنا فریضہ انسانیت بھی ہے اور رسم دنیا بھی۔

میں انتہائی صمیمیت قلب سے اپنے کرم فرما، مشفق استاد، (جو میرے نگراں بھی ہیں) پروفیسر سید محمد طارق حسن (سابق صدر شعبہ فارسی و موجودہ ڈین فیکلٹی آف آرٹس) کا شکریہ ادا کرنا چاہتا ہوں جن کی قدم قدم پر رہنمائی و کرم فرمائی کی وجہ سے مجھ جیسے کم سواد طالب علم سے یہ کام پایہ تکمیل کو پہنچ سکا۔ سچ تو یہ ہے کہ انہوں نے مجھے قلم پکڑ کر لکھنا سکھایا، جن کی صحت و سلامتی کے لئے میرے ہاتھ بارگاہ خداوندی میں ہمیشہ اٹھے رہتے ہیں۔

استاد گرامی قدر پروفیسر آزرمی دخت صفوی (موجودہ صدر شعبہ فارسی و سابق ڈین فیکلٹی آف آرٹس) کا بے انتہا مشکور ہوں جن کے کریمانہ لطف، ہمدردانہ ڈانٹ اور صحیح رہنمائی نے تحقیق کے مراحل طے کرنے میں آسانیاں پیدا کیں مجھے یاد ہے کہ ایک بار انہوں نے تکمیل تحقیق کے تاخیر ہونے پر سمجھاتے ہوئے کہا تھا کہ بیٹا! پی ایچ ڈی کوئی کھلونا نہیں کہ ایک بار ہاتھ لگ جائے تو آدمی اس سے کھیلتا رہے۔

استاد محترم پروفیسر ماریہ بلقیس (سابق صدر شعبہ فارسی) کا بھی بہت مشکور ہوں کہ جو نہ صرف تکمیل تحقیق کے لئے تشویق دلاتی رہیں بلکہ موضوع سے متعلق کچھ مواد (مثلاً مفتاح الفصلا - دستور الاخوان - اورادات الفصلا پر مضامین) انہوں نے بلا تامل فراہم کیا۔

دیگر کرم فرماؤں میں پروفیسر عرفان حبیب (سابق استاد شعبہ تاریخ) کا شکریہ ادا نہ کرنا ناپاسی ہوگی جن کی رہنمائی کی وجہ سے تحقیق کا ایک حصہ مکمل ہو سکا۔ پروفیسر اشتیاق احمد ظلی (استاد شعبہ تاریخ) کا بے حد شکر گزار ہوں جو ہمیشہ اس کام کی طرف توجہ مبذول کراتے رہے۔ اور ہر ملاقات پر مجھ سے پہلا سوال یہی کرتے کہ پی ایچ ڈی کس مرحلہ میں ہے۔ میں اس طفل مکتب کی طرح جسے اپنا سبق یاد نہ ہو ادھر ادھر جھانکنے لگتا تو وہ سمجھ جاتے اور پھر حوصلہ افزاء جملے سے میری ہمت بڑھاتے نیز تکمیل کے بعد انہوں نے بعد شوق چند ابواب نظر نواز فرما کر جملوں اور تاریخی اسقام کی درستگی فرمائی۔ پروفیسر اقتدار حسین صدیقی، پروفیسر ایس پی ورما (سابق استاد شعبہ تاریخ) کا بھی بہت شکر گزار ہوں جو ہمیشہ اس کے لئے میری رہنمائی کرتے رہے۔ ڈاکٹر اسد علی خورشید، ڈاکٹر عثمان غنی وڈاکٹر رعنا خورشید (اساتذہ شعبہ فارسی) نے بڑی خاطر جمعی کے ساتھ نہ صرف اس کی پروف ریڈنگ کی بلکہ اس کی ترتیب و تزئین میں بھی بہترین مشورے دیئے۔ جن کا شکریہ ادا کرنا تکلف معلوم ہوتا ہے۔ ان پر میرا یہ حق تھا جو انہوں نے ادا کیا۔

ہمدردوں اور احباب میں ڈاکٹر سید علیم اشرف، ڈاکٹر جمشید علی، ڈاکٹر شبیر احمد صدیقی، مولانا ممتاز عالم مصباحی، مولانا شمشاد عالم صدیقی، برادر م قاری البصار عالم، محبوب عالم محمد حبیب الرحمان اور عبدالجبار کا بھی بہت ممنون ہوں کہ وقفہ وقفہ سے یہ لوگ اس کی جلد تکمیل کے لئے جھنجھوڑتے رہے اور نیک مشورہ دیتے رہے۔

ہم نشینوں میں احتشام مدنی، اکرام الحق، اسرار احمد، موصوف احمد اور بشر کریمی کا بہت شکر گزار ہوں کہ جو Composing سے لیکر پروف ریڈنگ اور جلد بندی تک اس کام میں میرے ہمراہ رہے کتب خانے کے متعلقین میں جناب شکیل احمد خاں (acting librarian) شائستہ خان، عطا خورشید، باقر حسین و محسن، فارسی وارڈ سیکشن، محمود علی اسٹینٹ لائبریرین مخطوطات سیکشن، مولانا آزاد لائبریری، اور شمشاد علی سمینار لائبریری شعبہ فارسی کا بہت مشکور ہوں جو بروقت بہ خوشی و رغبت کتابیں فراہم کرتے رہے۔ اس کے علاوہ شعبہ فارسی کے جملہ آفس اسٹاف معظم علی خاں، اکبر علی، سعید بھائی، اور جاوید کا بھی شکریہ ادا کرنا مناسب سمجھتا ہوں کہ جنہوں نے اپنے اپنے طور پر اس کام میں میری مدد کی۔

عبدالمجید جیلانی

باب اول

تاریخی پس منظر

تاریخی پس منظر

مالوہ ایک سطح مرتفع (Plateau) ہے۔ یہ ۲۴ء۳۰ درجہ عرض البلد شمال اور ۷۴ء۳۰ درجہ طول البلد مغرب میں واقع ہے۔ اس کی سرحد جنوب میں وندھیا چل، شمال میں راجستھان، مغرب میں گجرات، مشرق میں بندیل کھنڈ سے ملتی ہے۔ موجودہ ریاست مدھیہ پردیش تین حصوں میں منقسم ہے۔ (۱) مالوہ (۲) نماڑ (۳) وندھیا چل مالوہ:- مالوہ مدھیہ پردیش کا زرخیز اور معتدل آب و ہوا والا علاقہ ہے۔ اس علاقہ میں دھار، رتلام اور اندور وغیرہ اضلاع آتے ہیں۔

مالوہ کی وجہ تسمیہ:- لفظ ”مالوہ“ کی اصل کیا ہے؟ اس کا نام کسی پہاڑ، علاقہ یا کسی قوم کے نام پر پڑا۔ یا کسی اور وجہ سے، اس بارے میں مورخین و محققین کے درمیان اختلاف رائے ہے۔ اور سب نے الگ الگ توجیہ پیش کی ہیں۔

الف:- ہندوستان کے راجا مہاراجہ بنکشن کے عہد میں ایرانی بادشاہ فریدون نے سام بن زریمان جیسے پہلوانوں پر مشتمل فوج کا ایک دستہ ہندوستان کی تسخیر کے لئے بھیجا۔ ہندوستانی فوج کی کمان ”مال چند“ نامی شخص کے ہاتھ میں تھی، دونوں فوجیں بمقام پنجاب نبرد آزما ہوئیں مگر اسی اثنا میں مال چند کو دکن اور کرناٹک میں بغاوت اور مہاراجہ بنکشن کے قتل ہونے کی اطلاع ملی تو مال چند نے سام بن زریمان سے مصالحت کر کے جنگ ختم کر دی اور خود اودھ کی طرف لوٹ گیا جب مال چند دکن اور اودھ کے درمیان سنٹرل انڈیا (مدھیہ بھارت، موجودہ مدھیہ پردیش) کے اس مقام پر پہنچا تو اسے یہ علاقہ اور یہاں کی آب و ہوا بہت پسند آئی اس لئے اس (مال چند) نے یہاں آبادی بسانے کا حکم دیا۔ جب لوگ آباد ہو گئے تو اس کے (مال چند) نام پر اس علاقہ کا نام ”مالوہ“ پڑا۔ ۱

ب:- مغربی وندھیا چل کے پہاڑی علاقوں میں مالوہ نامی ایک قبیلہ آباد تھا۔ اسی قبیلہ کے نام پر اس علاقہ کا نام مالوہ پڑا۔ ۲

ج:- Dr. Douglas کے مطابق Malaya، Malva سے مشتق ہے۔

"The name of Malva is derived from the word malaya" ۳

د:- سنسکرت لغت ”امرکوش“ میں مالوہ، لفظ مالیوان سے مشتق بتایا گیا ہے جس کے معنی پہاڑ کے ہیں اور چونکہ یہ علاقہ پہاڑوں سے گھرا ہوا ہے اس لئے اس کا نام مالیوان پڑا ۵۔ جو بعد میں تخفیف ہو کر مالوہ رہ گیا۔
ر:- ڈاکٹر ڈی، سی، سرکار کا کہنا ہے کہ

۱"The name of Malva is derived from the dravidian word 'malhi' meaning hill"

ان تمام توجیہات میں ڈاکٹر ڈی، سی، سرکار اور فرہنگ امرکوش کی توجیہ زیادہ قرین قیاس معلوم ہوتی ہے۔ چونکہ آج بھی ”مالوہ“ کا علاقہ پہاڑیوں سے گھرا ہوا ہے اس لئے لفظ ”مالوہ“ کو Malya، Malhi اور Malvian سے مشتق ماننا درست معلوم ہوتا ہے۔

تاریخی پس منظر:- موجودہ مالوہ ہندوستان کی ریاست مدھیہ پردیش کا ایک زرخیز اور سرسبز و شاداب علاقہ ہے۔ پہاڑوں سے گھرے ہونے اور خوشگوار موسم کی وجہ سے ازمنہ قدیم سے ہی یہ علاقہ بادشاہوں کی توجہ کا مرکز رہا ہے۔ ماضی میں بہت سے نامور ہندو راجہ، مثلاً راجہ چندر گپت، بکرماجیت، کھرک سین، چندر پال، بھوج، پتھورا، اور مال دیو وغیرہ یہاں حکومت کر چکے ہیں۔ تیرہویں صدی عیسویں میں مسلمانوں نے مالوہ کو تسخیر کر کے دہلی سلطنت میں ضم کر لیا، پھر پندرہویں صدی عیسویں میں مالوہ ایک آزاد سلطنت کی حیثیت سے وجود میں آیا، اس وقت مالوہ مسلمانوں کی اہم ترین سلطنت تسلیم کی جاتی تھی۔

مورخین کا خیال ہے کہ سن بھری سے دو ہزار قبل ”دھن“ نامی شخص نے مالوہ پر حملہ کر کے اس پر اپنا تسلط قائم کیا تھا اس کے بعد قوم پنوار کے لوگ قابض ہوئے۔ راجہ بکرماجیت کا تعلق اسی قوم پنوار سے تھا یہ وہی راجہ بکرماجیت ہے جس کے جلوس کی تاریخ سے ہندو کلینڈر سمبت بکرمی کا آغاز ہوتا ہے۔ یہ راجہ بڑا علم دوست اور رعایا پرور تھا۔ اسی خاندان میں بھوج نامی تین مشہور بادشاہ گزرے ہیں۔ راجہ بھوج اول ۶۴۱ سمبت بکرمی میں مالوہ کا حکمران تھا، اسی راجہ نے ایک تالاب کھودوایا تھا جس کا نام بھوج تال (تال بمعنی تالاب/پل) رکھا گیا نیز بادشاہ نے یہاں پر آبادی بسانے کا بھی حکم دیا اسی مناسبت سے یہاں بسنے والی آبادی کا نام بھوج تال پڑا۔ بھوج تال سے بھوج پال ہوا جو بعد میں تخفیف ہو کر بھوپال کے نام سے مشہور ہوا، بھوپال آج مدھیہ پردیش کی راجدھانی ہے۔

کہا جاتا ہے کہ راجہ بھوج اول معجزہ شق القمر کا عینی شاہد تھا، معجزہ شق القمر ۶۳۳ سمبت بکرمی میں (ہجرت سے پانچ

سال قبل) رونما ہوا۔ راجہ بھوج اس وقت مالوہ کا بادشاہ تھا جب اس نے اپنی آنکھوں سے چاند کو ٹکڑے ہوتے دیکھا تو اس کو حقیقت حال جاننے کی جستجو ہوئی، اس نے وزیروں سے مشورہ کر کے اپنے نمائندے مختلف ممالک میں بھیجے، عرب کے نمائندہ نے آ کر بتایا کہ مکہ دیش میں ”محمد“ نامی ایک آدمی ہے جسے لوگ خدا کا برگزیدہ بندہ اور پیغمبر کہتے ہیں اس نے اپنی انگلی سے چاند کی طرف اشارہ کیا تو چاند دو لخت ہو گیا۔ راجہ بھوج کے دل میں یہ معجزہ اثر کر گیا اور وہ مشرف بہ اسلام ہو گیا۔ ۹۔

راج بھوج دوم کا عہد ۴۰۱ھ - ۴۴۷ھ (۱۰۱۰ء - ۱۰۵۵ء) ہے، اسی راجہ کے عہد میں حضرت عبداللہ شاہ چنگال رحمۃ اللہ دین اسلام کی تبلیغ کے لئے مالوہ تشریف لائے جن کے سحر آفرین وعظ سے متاثر ہو کر راجہ اپنی بیوی سمیت ان کے ہاتھ پر مشرف بہ اسلام ہو گیا۔ راجہ نے اپنا نام بدل کر عبداللہ اور رانی کیلاوتی کا نام فاطمہ رکھا۔ ۱۰۔

راج بھوج سوم کا عہد ۶۷۹ھ - ۷۱۰ھ (۱۲۸۰ء - ۱۳۱۰ء) ہے اسی راجہ کے عہد میں راجہ حمیرا نے مالوہ پر حملہ کر کے سلطنت کو پاش پاش کر دیا، گپت راجاؤں کے بعد قنوج کے حکمران White Huns اس علاقہ پر قابض ہوئے مگر مالوہ کے باشندوں نے ان بیرونی حکمرانوں کے خلاف علم بغاوت بلند کیا اور انہیں شکست دیکر اپنی حکومت قائم کر لی اور عرصہ دراز تک یہ لوگ حکومت کرتے رہے پھر ہندو راجاؤں نے اس پر اپنا قبضہ جمایا مگر ہندوستان پر مملوک سلاطین کے تسلط کے بعد (۱۲۰۶ء) سے مغلیہ عہد کے زوال (۱۷۰۷ء) تک یہ علاقہ مسلمانوں کے قبضہ میں رہا۔

مالوہ پر مسلمانوں کا تسلط:- مالوہ میں مسلمانوں کی آمد محمد بن قاسم کے حملہ (۹۲ھ/۷۱۲ء) کے ساتھ ہی شروع ہو چکی تھی۔ محمد بن قاسم نے سندھ پر قبضہ کر کے جب جنید بن عبدالرحمن المرئی کو والی سندھ مقرر کیا تو جنید بن عبدالرحمن نے حبیب مرہ کی سپہ سالاری میں مالوہ پر فوج کشی کی اور کامیاب بھی ہوئے، مگر صلح و معاہدہ کر کے یہ لوگ واپس سندھ آ گئے جس کا یہ فائدہ ہوا کہ یہاں مسلمانوں کی آمد و رفت شروع ہو گئی اور مسلمان یہاں بسنے بھی لگے، یہی وجہ ہے کہ تیسری صدی ہجری میں مالوہ میں مسلمانوں کی اچھی تعداد موجود تھی جس کا ذکر علامہ مسعودی بغدادی نے اپنے سفر نامہ میں کیا ہے کہ ”راجہ بلہارا کے عہد حکومت (۲۰۶ھ/۸۱۷ء) میں مالوہ میں مسلمان کثیر تعداد میں آباد تھے اور وہ بڑی عزت و تکریم کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے۔“ ۱۱۔

(۴۲۳ھ/۱۰۳۲ء) میں حضرت شاہ چنگال رحمۃ اللہ علیہ اسلام کی اشاعت کے لئے شہر ”دھار“ تشریف لائے اور

پوری زندگی یہیں دین کی تبلیغ و اشاعت میں بتادی۔ آپ کا مزار شہر دھار میں موجود ہے۔ لہذا یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ برسوں پہلے ہندوستان میں دین اسلام کی تبلیغ و اشاعت کا کام حضرت شاہ چنگال رحمۃ اللہ علیہ انجام دے چکے تھے جس کو بعد میں خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ نے نہ صرف آگے بڑھایا بلکہ اسے عروج تک پہنچایا۔

دھار شہر کو اسلامی اور سیاسی دونوں اعتبار سے بڑی اہمیت حاصل ہے، اس شہر کو ”دھار سنگھ“ نامی راجا نے بسایا تھا جس کی وجہ سے اس کا نام ”دھارنگری“ پڑا، جو اب صرف ”دھار“ کے نام سے جانا جاتا ہے اور ریاست مدھیہ پردیش کا ایک ضلع ہے، ماضی میں یہ شہر ہندو اور مسلم حکمرانوں کا پایہ تخت رہا ہے۔

مالوہ پر مسلمانوں کے اقتدار کا باضابطہ آغاز شمس الدین التتمش کے حملہ (۶۲۰ھ/۱۲۳۲ء) سے ہوتا ہے، سلطان التتمش نے ۱۲۳۲ء میں راجہ دیوپال کے عہد میں مالوہ پر حملہ کر کے کچھ علاقے فتح کئے بعدہ ان علاقوں کو اپنے امرا کے حوالہ کر کے دہلی لوٹ گیا۔ مگر ہندو حکمران اپنی کھوئی ہوئی حکومت کی بازیابی کے لئے کوشاں رہے، اور گاہ بہ گاہ وہ اس کوشش میں کامیاب بھی ہوئے، مگر ان کی کوئی مستحکم حکومت قائم نہیں ہو سکی۔

سلطان غیاث الدین بلبن (۱۲۶۰ء - ۱۲۹۸ء) نے میں مالوہ پر ایک فیصلہ کن حملہ کر کے اسے مکمل طور پر دہلی سلطنت میں شامل کر لیا جو ناصر الدین محمد تغلق شاہ کے عہد (۱۳۹۰ء - ۱۳۹۴ء) تک دہلی سلطنت کے زیر نگیں رہا۔ البتہ فیروز شاہ تغلق کے عہد (۱۳۵۱ء - ۱۳۸۸ء) میں ہی دہلی سلطنت کے کمزور ہونے کی وجہ سے چھوٹی چھوٹی ریاستیں وجود میں آچکی تھیں، گوکہ فیروز شاہ تغلق نے اپنی حکمت عملی سے حکومت کو ٹکڑے ہونے سے بچائے رکھا اور اپنی زندگی میں ہی خانہ جنگی کا دروازہ بند کرتے ہوئے اپنے بڑے لڑکے فتح محمد خان کو وارث سلطنت منتخب کر دیا، مگر اس کی (فتح محمد خان) اچانک موت واقع ہونے سے اس کے بھائیوں کے درمیان خانہ جنگی شروع ہو گئی۔ اس خانہ جنگی میں فیروز تغلق کا چھوٹا لڑکا محمد کامیاب ہو کر ”محمد شاہ“ کا لقب اختیار کر کے ۱۹ رمضان (۷۹۲ھ/۱۳۹۰ء) کو سریر آرائے سلطنت ہوا، عنان حکومت سنبھالنے کے بعد محمد شاہ نے استحکام سلطنت کے پیش نظر در دراز کے علاقے اپنے وفادار امیروں کے سپرد کر دیئے، ان میں ظفر خان بن وجیہ الملک، حاکم گجرات۔ خواجہ جہاں ملک، حاکم جوینپور و ظفر آباد، ملک خضر خان بن سلیمان، حاکم ملتان و دیپال پور اور دلاور خاں حاکم مالوہ مقرر ہوئے۔ وقتی طور پر فتنہ تو دب گیا اور حکومت کے کاروبار چل پڑے مگر محمد شاہ کے انتقال (۷۹۵ھ/۱۳۹۴ء) کے بعد دہلی سلطنت دوبارہ سے خانہ

جنگیوں کا شکار ہو گئی۔ محمود شاہ گوکہ وارث سلطنت ہوا مگر زمام حکومت سنبھالے ابھی چار سال ہی ہوئے تھے کہ ۱۸ دسمبر (۸۰۱ھ/ ۱۳۹۸ء) کو تیمور نے ہندوستان پر حملہ کر دیا محمود شاہ تغلق شکست کھا کر فرار ہونے میں کامیاب ہوا اور چھپتے چھپاتے وہ پہلے حاکم گجرات ظفر خان کے پاس پہنچا، مگر ظفر خان حسبِ دل خواہ نہ تو اس کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آیا اور نہ کسی قسم کی اعانت دینے کے لئے آمادہ ہوا، محمود شاہ وہاں سے مالوہ کے حاکم دلاور خاں کے پاس آیا اس کے برخلاف دلاور خاں نے سلطان کی آمد کی خبر پاتے ہی اپنے سپہ سالاروں اور امراء کے ساتھ شہر سے دور نکل کر اس کا استقبال کیا اور محل میں لے گیا اس کے شایان شان آؤ بھگت کی۔ سلطان محمود دلاور خاں کی اس وفاداری سے مطمئن ہو کر تین سال تک مالوہ میں رہ گیا۔ مگر دلاور خاں کا لڑکا الپ خاں اپنے والد کے اس غلامانہ رویہ سے ناخوش ہو کر ماندو چلا گیا جہاں اس نے ایک مضبوط قلعہ کی تعمیر شروع کر دی۔ جیسے ہی محمود شاہ مالوہ سے روانہ ہوا الپ خاں خبر پاتے ہی اپنے باپ کے پاس دھار آیا اور اپنے والد دلاور خاں پر دباؤ ڈال کر مالوہ کی خود مختاری کا اعلان کر دیا اور اس طرح ۱۴۰۱ء میں دہلی سلطنت سے الگ ہو کر مالوہ نے ایک خود مختار سلطنت کی شکل اختیار کر لی اور دلاور خاں اس کا پہلا حکمران بنا، دلاور خاں کی وفات (۸۰۹ھ/ ۱۴۰۶ء) کے بعد اس کا لڑکا الپ خاں (الف خاں) ہوشنگ شاہ کا لقب اختیار کر کے وارث سلطنت ہوا۔ ہوشنگ شاہ نے اپنی راجدھانی دھار سے ماندو منتقل کر لی کیونکہ ماندو میں وہ پہلے ہی ایک مضبوط قلعہ تعمیر کر چکا تھا جو حفاظت کے نقطہ نگاہ سے بہت اہم تھا اس نے بڑے امن و سکون کے ساتھ تیس سال حکومت کی (۸۳۸ھ/ ۱۴۳۵ء) میں اس کی وفات کے بعد اس کا کم سن لڑکا محمد غزنی خاں بادشاہ ہوا مگر ہوشنگ شاہ کے سپہ سالار محمود خاں خلجی غزنی خاں کو قتل کرا کے (۸۳۹ھ/ ۱۴۳۶ء) میں مالوہ کے تخت پر قابض ہو گیا، اس نے اپنے نام کا سکہ و خطبہ جاری کیا۔ اس کے ساتھ ہی مالوہ کی غوری سلطنت کا خاتمہ ہو گیا۔ محمود شاہ خلجی کے ذریعہ مالوہ میں خلجی خاندان کی ایسی مستحکم حکومت کی بنیاد ڈالی گئی جو اس کے جانشینوں میں تقریباً سو سال تک قائم رہی۔ اسی خاندان کے دوسرے مشہور بادشاہوں میں سلطان غیاث الدین اور سلطان ناصر الدین خلجی شامل ہیں جن کے عہد سلطنت میں مالوہ کی حکومت بام عروج تک پہنچ گئی۔ بالآخر اس خاندان کے آخری بادشاہ محمود شاہ ثانی کو قتل کر کے گجرات کے سلطان بہادر شاہ نے مالوہ پر اپنا تسلط قائم کر لیا اور اس طرح مالوہ کی حکومت خلجیوں کے ہاتھ سے نکل کر گجراتیوں کے قبضہ میں چلی گئی۔ گجراتیوں کے بعد مغل قابض ہوئے اور اس طرح ۱۵۶۲ء میں مالوہ نے

مکمل طور پر اپنی آزاد سلطنت اور شان شوکت کو کھو دیا۔

جن راجاؤں اور بادشاہوں نے ملک مالوہ پر ابتدا سے خاندانِ مغلیہ کے آخری بادشاہ محمد شاہ تک حکومت کی ہے، ان کے نام ذیل میں درج کئے جاتے ہیں۔

قدیم راجاؤں مالوہ جنہوں نے مستقل حیثیت سے حکومت کی

- ۱۔ دھن جی، ۱۰۰ سال ۲۔ چندر جیت، ۸۶ سال، ماہ ۳ روز ۳۔ سالباہن، ایک سال
- ۴۔ نرباہن، ۱۰۰ سال ۵۔ ست راج، ۱۰۰ سال۔

راجگان قوم پنوار، راجپوت

- ۱۔ اودت، ۸۶ سال، ماہ ۳ روز ۲۔ برمہراج، ۳۰ سال، ماہ ۵ روز ۳۔ آوت برمہ، ۹۰ سال
- ۴۔ سد بروشنگہ، ۸۰ سال، ماہ ۱۰ ۵۔ ہمرتہ، ۱۰۰ سال ۶۔ گندہرب، ۳۵ سال
- ۷۔ بکرماجیت، ۱۰۲ سال ۸۔ چندر سین، ۸۶ سال، ماہ ۳ روز ۹۔ کھرگ سین، ۸۵ سال
- ۱۰۔ چتر کوٹ، یک سال ۱۱۔ کنگ سین، ۸۶ سال ۱۲۔ چندر پال، ۱۰۰ سال
- ۱۳۔ مہندر پال، ۷ سال ۱۴۔ کرم چند، یک سال و یک روز ۱۵۔ بجنند، ۱۰ سال
- ۱۶۔ بھوج، ۱۰۰ سال ۱۷۔ جے چند، ۱۰ سال، ۲ روز

راجگان قوم تو نور

- ۱۔ جیت پال، ۵ سال ۲۔ رانا راجو، ۵ سال، ۳۔ رانا باجو، یک سال، ۳ روز،
- ۴۔ رانا باجو، ۳۰ سال، ۵۔ رانا جنیدھر، ۳۰ سال، ۶۔ رانا بہادر، ۵ سال
- ۷۔ رائے بکمل، ۵ سال ۸۔ رائے سکھ پال، ۵ سال، ۹۔ رائے کرت پال، ۵ سال،
- ۱۰۔ رائے نیک پال، ۶۰ سال ۱۱۔ کنور پال، یک سال۔

راجگان چوہان

- ۱۔ راجہ جگدیو، ۱۰ سال ۲۔ جگن ناتھ، ۱۰ سال، ۳۔ ہر دیو، ۱۵ سال ۴۔ باسدیو، ۱۶ سال
- ۵۔ سریدیو، ۱۵ سال ۶۔ دھرم دیو، ۱۴ سال ۷۔ پہل دیو، ۱۰ سال ۸۔ مانک دیو، ۹ سال

۹۔ کیرت دیو، ۱۱ سال ۱۰۔ پتھورا، ۲۱ سال ۱۱۔ مالدیو، ۹ سال۔

مختلف الاقوام راجگان و شاہان مالوہ

- ۱۔ شیخ شاہ، ۷۰ سال ۲۔ دہرم راج، ۲۰ سال ۳۔ علاء الدین ابن شیخ شاہ، ۲۰ سال
- ۴۔ کمال الدین، ۱۲ سال ۵۔ جیت پال چوہان، ۲۰ سال ۶۔ ہرچند، ۲۰ سال ۷۔ کیرت چند، ۲ سال
- ۸۔ اگر سین، ۱۳ سال ۹۔ سورج نند، ۱۳ سال ۱۰۔ پتر سین، ۱۰ سال ۱۱۔ جلال الدین، ۲۲ سال
- ۱۲۔ عالم شاہ، ۲۴ سال ۱۳۔ کہرک سین، ۸ سال ۱۴۔ نرباہن، ۲۰ سال ۱۵۔ بیر سال، ۱۶ سال
- ۱۶۔ پورن مل، ۲۹ سال ۱۷۔ ہرنند، ۶۲ سال ۱۸۔ سکت سنگھ، ۶۰ سال۔

سلاطین غوری و خلجی، شاہان مالوہ

- ۱۔ بہادر شاہ دکنی، چند ماہ ۲۔ دلاور خاں غوری، ۶ سال امارت ۳ سال سلطنت ۳۔ ہوشنگ شاہ، ۳۰ سال
- ۴۔ محمد شاہ غوری، یک سال ۶ ماہ، ۵۔ سلطان محمود خلجی، ۳۴ سال ۶۔ سلطان غیاث الدین، ۳۳ سال
- ۷۔ سلطان ناصر الدین، ۱۱ سال ۴ ماہ ۸۔ سلطان محمود ثانی، ۲۶ سال ۶ ماہ ۹۔ قادر شاہ، ۶ سال
- ۱۰۔ شجاعت خاں، ۱۲ سال ۱۱۔ باز بہادر، ۲ سال ۴ ماہ

شاہان مغلیہ دہلی متعلق بہ صوبہ مالوہ

- ۱۔ جلال الدین اکبر شاہ، ۴۸ سال ۲۔ نور الدین جہاں گیر، ۲۴ سال ۳۔ شہاب الدین، شاہجہاں، ۳۱ سال ۲ ماہ
 - ۴۔ محی الدین اورنگ زیب عالمگیر، ۵۰ سال ۵۔ محمد معظم شاہ عالم بہادر شاہ، ۵ سال یک ماہ ۶۔ معز الدین
 - جہاندار شاہ، ۱۰ ماہ ۷۔ فرخ سیر بن عظیم الشان، ۶ سال ۴ ماہ ۸۔ رفیع الدرجات بن رفیع الشان، ۳ ماہ
 - ۹۔ رفیع الدولہ شاہجہاں ثانی، ۱۳ ماہ ۱۰۔ ناصر الدین محمد شاہ، ۲۶ سال۔
- ۱۲۳۲ء سے ۱۴۰۱ء تک مالوہ دہلی سلطنت کے زیر نگین رہا۔ اگرچہ ۱۳۹۸ء میں ہی دلاور خاں غوری مالوہ کا حاکم ہو چکا تھا مگر اس وقت تک مالوہ میں کوئی علیحدہ سے ادبی کارنامے نظر نہیں آئے علماء و فضلا مالوہ میں ضرور آئے مگر

مستقل طور پر انھوں نے نہ تو وہاں سکونت اختیار کی اور نہ ہی کوئی خاص علمی کارنامے انجام دیئے۔ ۱۲۳۲ء سے ۱۴۰۱ء کے درمیان جہاں دہلی کو سیاسی مرکزیت حاصل رہی، وہیں ادبی و علمی میدان میں بھی اس کو مرکزیت حاصل تھی جس طرح ہندوستان کے تمام علاقے دہلی سلطنت کے ماتحت تھے اسی طرح ادبی کارنامے بھی دہلی حکمرانوں کے زیر سرپرستی میں انجام پاتے رہے۔ ۱۲۳۲ء سے ۱۴۰۱ء کے درمیان مالوہ میں علیحدہ سے کوئی علمی و ادبی کارنامے کے بارے میں معلومات دستیاب نہیں ہو سکے۔



باب دوم

غور اور خلمی خاندانوں کے عہد حکومت میں مالوہ کی سیاسی،
سماجی اور تہذیبی حالات، ایک جائزہ:

غوری اور خلجی خاندانوں کے عہد حکومت میں مالوہ کی سیاسی، سماجی

اور تہذیبی حالات، ایک جائزہ:

سیاسی حالات: مالوہ کی آزاد سلطنت کا آغاز دلاور خاں غوری (۱۴۰۱ء) سے ہوتا ہے۔ دلاور خاں غوری (۱۳۹۳ء) میں محمد شاہ تغلق کے عہد (۱۳۹۰/۱۳۹۳ء) میں صوبہ مالوہ کا مقطع (ناظم) تھا، محمد شاہ کے انتقال (۱۳۹۴ء) کے بعد دہلی سلطنت خانہ جنگیوں کا شکار ہو گئی، گوکہ محمود شاہ نے عنان حکومت سنبھالی مگر اندرونی اختلافات کی وجہ سے دہلی سلطنت کو استحکام دینے میں وہ ناکام رہا اسی کا فائدہ اٹھاتے ہوئے تیمور لنگ نے ۱۳۹۸ء میں ہندوستان پر حملہ کر دیا محمود شاہ کو شکست ہوئی مگر وہ بھاگ نکلنے میں کامیاب ہو گیا اور چھپتے چھپاتے مظفر شاہ کے پاس گجرات پہنچا۔ مظفر شاہ بظاہر حسن سلوک سے پیش آیا لیکن اس نے فوجی اعانت دینے سے انکار کر دیا اس لئے سلطان محمود شاہ، مظفر شاہ کی طرف سے کبیدہ خاطر ہو کر والی مالوہ دلاور خان کے پاس پہنچا۔ دلاور خاں غوری، محمود شاہ کے ساتھ بڑی عزت و تکریم سے پیش آیا۔ اس کے لئے نہ صرف شاہانہ آداب کو ملحوظ خاطر رکھا بلکہ ہر طرح کی اعانت و مدد کا وعدہ بھی کیا جس کی وجہ سے سلطان محمود تین سال تک مالوہ میں رہ گیا دلاور خاں کا لڑکا الپ خاں اپنے باپ کے اس غلامانہ رویہ سے ناراض ہو کر دھار سے ماٹو چلا گیا اور محمود شاہ کے مالوہ میں قیام تک وہ ماٹو میں رہا مگر جیسے ہی محمود شاہ مالوہ سے دہلی کی طرف روانہ ہوا، الپ خاں نے دھار آ کر اپنے والد پر دباؤ ڈالا اور ۱۴۰۱ء مالوہ کی خود مختاری کا اعلان کر دیا۔ اس طرح دلاور خاں غوری کی سرکردگی میں مالوہ کی خود مختار سلطنت کا قیام عمل میں آیا۔

دلاور خاں غوری: (۸۰۴ھ - ۸۰۹ھ / ۱۴۰۱ - ۱۴۰۶ء)

دلاور خان کا اصل نام حسن/حسین تھا۔^۲ ۸۰۴ھ (۱۴۰۱ء) میں ”عمید شاہ داؤد“ کا لقب اختیار کر کے مالوہ کا بادشاہ بنا اور اپنے نام کا خطبہ و سکہ جاری کیا۔

دلاور خاں کے آباء واجداد غور سے ترک وطن کر کے ہندوستان آئے تھے ان لوگوں نے سلطنت دہلی تک کسی طرح رسائی پائی اور تقرب حاصل کر کے امارت کے عہدہ پر فائز ہوئے۔ دلاور خان یہیں ہندوستان میں پیدا ہوا مگر اس کی

تاریخ پیدائش اور ابتدائی حالات کے بارے میں معلومات بہت کم دستیاب ہیں ان کے آباء و اجداد دہلی سلطنت سے وابستہ تھے اس لئے دلاور خاں غوری نے بھی تغلق حکمرانوں کی فوج میں جگہ پائی۔

دلاور خاں غوری ایک سپاہی سے ترقی کر کے مالوہ کا حکمران ہوا تھا۔ اس لئے اسے جنگی تجربات کے ساتھ ساتھ استحکام سلطنت کا بھی ہنر معلوم تھا۔ اس نے عنانِ حکومت سنبھالتے ہی ملک کو کئی حصوں میں منقسم کیا اور ہر صوبہ کا علیحدہ حاکم مقرر کیا جس کی وجہ سے جہاں ایک طرف سلطنت کو استحکام ملا وہیں دوسری طرف سرحدی علاقوں کی طرف سے حملے کا خطرہ بھی کم ہو گیا۔

دلاور خاں غوری بڑا دوراندیش، دلیر اور رعایا پرور بادشاہ تھا۔ اس نے نواحی علاقوں کے حکمرانوں سے رشتہ داری اور راجپوتوں سے دوستانہ تعلقات بھی پیدا کر لئے، خاندیش کے راجہ فاروقی کی لڑکی سے اپنے بیٹے الپ خان کی اور شہزادہ ناصر خان بن راجہ فاروقی سے اپنی بیٹی کی شادی کر دی۔ ان تعلقات کا فائدہ یہ ہوا کہ سلطنت مالوہ پڑوسی مملکت کے حملوں سے محفوظ ہو گئی۔ یہیں سے مالوہ کے نئے دور کا آغاز ہوتا ہے۔

دلاور خاں نے بڑے امن و سکون اور کامیابی کے ساتھ تین سال حکومت کر کے (۸۰۹ء/۱۴۰۶ء) میں داعی اجل کو لبیک کہا۔ اس کے بعد ہوشنگ شاہ وارث سلطنت ہوا۔

ہوشنگ شاہ: (۸۰۹-۸۳۸ھ/۱۴۰۶-۱۴۳۵ء)

دلاور خاں غوری کی وفات کے بعد اس کا لڑکا الپ خان (الف خان) ملقب بہ ہوشنگ شاہ بادشاہ ہوا۔ ہوشنگ شاہ اپنے والد کے عہد میں ہی مانڈو میں ایک مضبوط قلعہ تعمیر کرا چکا تھا۔ اس نے اقتدار سنبھالتے ہی دھار سے دار السلطنت منتقل کر کے مانڈو کر دیا اور مانڈو کا نام بدل کر شادی آباد رکھا۔

ابھی ہوشنگ شاہ نے صحیح طور پر زمام سلطنت سنبھالی بھی نہیں تھی کہ مظفر شاہ گجراتی نے (۸۰۹ء/۱۴۰۷ھ) میں مالوہ پر حملہ کر دیا اور ہوشنگ شاہ کو شکست دیکر قید کر لیا گیا۔ اس کے بعد مظفر شاہ مالوہ کی حکومت اپنے بھائی نصرت خان کو سونپ کر واپس گجرات چلا گیا۔ ساتھ میں ہوشنگ شاہ کو بھی گرفتار کر کے گجرات لے گیا۔ ادھر نصرت خان کی غلط پالیسیوں کی وجہ سے مالوہ کے سرداروں نے اس کے خلاف بغاوت کر دی اور نصرت خان کو تخت سے ہٹا کر ہوشنگ شاہ کے چچا زاد بھائی موسیٰ خان کو مالوہ کے تخت پر بیٹھا دیا۔ مظفر شاہ کو جب مالوہ کی بغاوت کی خبر ہوئی تو اس

نے ایک مجلس مشاورت طلب کی جس میں یہ بات طے پائی کہ ہوشنگ شاہ کو رہا کر کے مالوہ کی حکومت سونپ دی جائے اور اس سے حلف لے لیا جائے کہ وہ تاعمر گجرات حکومت کا مطیع رہے گا۔ ہوشنگ شاہ نے موقع غنیمت سمجھ کر تاعمر مطیع رہنے کا عہد کر لیا اس لئے اسے دوبارہ مالوہ کا حکمران بنادیا گیا۔ اس نے (ہوشنگ شاہ) عنان حکومت سنبھالتے ہی سلطنت کے اندرونی اسلحہ کو ختم کیا اور وہ تمام مقبوضہ علاقے جو اس کے چچا زاد بھائی موسیٰ خان اور دیگر امراء کے قبضے میں تھے ان علاقوں پر اس نے دوبارہ تسلط قائم کر لیا، ملک مغیث شاہ کو جو ہوشنگ شاہ کا عقلمند وزیر اور تجربہ کار سپہ سالار تھا۔ اسے ”ملک الشرق“ کا خطاب دیکر وزیر اعظم کا عہدہ تفویض کیا۔ اس طرح آہستہ آہستہ ہوشنگ شاہ نے مالوہ پر اپنی گرفت مضبوط کر لی اور اس کی از سر نو تعمیر و توسیع شروع کی۔

جب ملک میں امن و امان بحال ہو گیا اور مالوہ سلطنت مستحکم ہو گئی تو ہوشنگ شاہ نے نہ صرف گجراتیوں کے ساتھ عہد شکنی کی بلکہ ان کے خلاف ہونے والی ہر بغاوت میں باغیوں کا ساتھ دیا۔ مظفر شاہ کی وفات کے بعد اسکالڑ کا احمد شاہ (۸۱۴ھ/۱۴۱۱ء) میں وارث سلطنت ہوا۔ احمد شاہ کے بھائیوں (ہیبت خان اور فیروز خان وغیرہ) نے اس کے خلاف بغاوت کر دی، ہوشنگ نے احمد شاہ کی مدد کرنے کی بجائے اس کے باغی بھائیوں کا ساتھ دیا۔ اس کے بعد (۸۱۶ھ/۱۴۱۳ء) میں جب احمد شاہ نے جھالا واڑ پر حملہ کیا تو ہوشنگ شاہ نے اس موقع پر بھی جھالا واڑ کے راجہ کی فوجی مدد کی نیز (۸۲۱ھ/۱۴۱۸ء) میں جھالا واڑ، نادوت اور چمپانیر کے راجاؤں کے ساتھ مل کر خود گجرات پر حملہ کیا اگرچہ ہر مہم میں اس کو شکست کا منہ دیکھنا پڑا مگر اس نے گجرات سلطنت کو کمزور کرنے کی پوری کوشش کی جبکہ اس کے برعکس احمد شاہ نے ہوشنگ شاہ کو دوبارہ مالوہ کی سلطنت دلانے میں اہم کردار نبھایا تھا۔ ہوشنگ شاہ کی اسی کم اندیشی اور بد عہدی کی وجہ سے مالوہ اور گجرات کے سلاطین کے مابین نفرت پیدا ہوئی جو بعد میں مستقل جنگ کی شکل اختیار کر گئی اور دو سال تک (۸۲۵-۲۶ھ/۱۴۲۲-۲۳ء) تک ہوشنگ شاہ اور احمد شاہ کے درمیان کی جھڑپیں ہوتی رہیں۔ دونوں طرف کی بے شمار فوجیں کام میں آئیں مگر کوئی کسی پر تسلط نہیں جما سکا۔

ہوشنگ شاہ کو اپنی فوجی طاقت کا اندازہ ہو چکا تھا اس لئے اس نے گجرات کی طرف سے توجہ ہٹا کر ہندوستان کے مشرقی علاقے کا رخ کیا اور پہلے کھیرلا کی ریاست پھر قلعہ گاکرون جو دریائے کالی سندھ اور آہوتی کے سنگم پر واقع تھا اسے فتح کیا اس وقت گاکرون کا قلعہ راجہ اچل دال کھنچی راجپوت کے قبضہ میں تھا۔ اس کے علاوہ بھی اس نے آس

پاس کی چھوٹی چھوٹی ریاستوں کو مطیع کر کے مالوہ سلطنت میں شامل کر لیا۔ نیز خاندیش اور بہمنی حکمرانوں سے صلح کر لی۔ چندیری، کالپی اور گارون کی ریاستوں کو مالوہ سلطنت میں شامل کرنے کا فائدہ یہ ہوا کہ یہ ریاستیں مالوہ سلطنت کے لئے بحیثیت Buffer state ہو گئیں جس سے مالوہ کی ریاست مکمل طور پر محفوظ ہو گئی۔

سلطان ہوشنگ شاہ ہر دل عزیز، رعایا پرور بادشاہ تھا۔ اس نے استحکام سلطنت کے پیش نظر مالوہ کو چار صوبوں اجین، چندیری، سارنگ پور اور بھیلہ میں تقسیم کر رکھا تھا۔ ہوشنگ آباد کے نام سے اس نے ایک شہر بھی بسایا جو آج اسی نام سے مدھیہ پردیش کا ایک ضلع ہے۔

ہوشنگ شاہ علم دوست اور علماء و مشائخ کا بڑا قدردان تھا۔ اس نے فروغ علم کے لئے بہت سے اقدامات کئے۔ ان میں سے ایک اہم کارنامہ مدرسہ ”اشرفی محل“ کا قیام ہے۔ یہ مدرسہ سید اشرف جہانگیر رحمۃ اللہ علیہ کے نام پر قائم کیا گیا تھا جس میں تعلیم و تدریس کے ساتھ ساتھ طلباء اور مدرسین کے لئے قیام و طعام اور وظائف کا بھی انتظام تھا۔ سلطان ہوشنگ شاہ کو سید اشرف جہانگیر رحمۃ اللہ علیہ سے بڑی عقیدت تھی۔ حضرت سید اشرف جہانگیر رحمۃ اللہ علیہ ہندوستان کے مشہور صوفیا میں شمار ہوتے ہیں۔ آپ کا آبائی وطن سمنان (ایران) ہے، آپ وہیں پیدا ہوئے۔ وہیں تعلیم و تربیت پائی اور اپنے والد کی وفات کے بعد سمنان کے حاکم ہوئے۔ سلطنت سمنان آپ کی آبائی ولایت تھی لیکن آپ نے بادشاہت کو ترک کر کے تصوف کی راہ اختیار کی۔ سمنان سے بخارا، اوچہ اور ملتان ہوتے ہوئے دہلی پہنچے۔ وہاں سے آپ مالدہ بمقام پنڈوہ (بنگل) تشریف لائے۔ جہاں آپ نے شیخ علاء الحق پنڈوی کی خدمت میں رہ کر عبادت و ریاضت اور چلہ کشی کی اور پھر ان سے بیعت و خلافت حاصل کر کے جو پور (یوپی) تشریف لائے۔ یہیں سے آپ نے اسلام کی اشاعت و تبلیغ کا کام شروع کیا۔ آپ کا مزار ضلع اکبر پور (موجودہ امبید کرنگر) کے تحت بمقام کچھوچھ ہے۔ دوران قیام جو پور سلطان ابراہیم شاہ شرقی (۱۴۰۱ء۔ ۱۴۴۰ء) آپ کی بڑی تعظیم کرتا تھا اور آپ سے بڑی عقیدت سے پیش آتا تھا۔ آپ کثیر التصانیف بزرگ ہیں۔ سلطان ہوشنگ شاہ (سلطان مالوہ) کو بھی آپ سے بڑی عقیدت تھی اور امور سلطنت چلانے میں وہ آپ سے ہمیشہ مشورہ کیا کرتا تھا۔ چونکہ آپ کو دونوں ولایت (ظاہری و باطنی) کا تجربہ تھا اس لئے آپ نے ہوشنگ شاہ کے نام ایک مکتوب میں امور سلطنت چلانے کے لئے جو نصیحت فرمائی ہیں وہ دنیاوی اور دینی دونوں اعتبار سے اہم اور مفید ہیں۔ آپ کے مکتوبات کا

مجموعہ ”مکتوبات اشرفیہ“ (مکتوبات اشرفی) کے نام سے مشہور ہے۔ جو کچھ تر مکتوبات پر مشتمل ہے۔ یہ مکتوبات مختلف مسائل پر پوچھے گئے سوالوں کے جواب پر مبنی ہیں۔ مکتوبات کی خصوصیات یہ ہیں کہ سوالات کے جوابات قرآن وحدیث وحکماء کے اقوال اور تاریخی شواہد کی روشنی میں دئے گئے ہیں۔ ساتھ ہی درمیان میں عربی اور فارسی کے اشعار لاکر مکتوب کے اندر مزید دلچسپی پیدا کر دی گئی ہے۔ اس سے آپ کی شعری ذوق اور سخن گوئی کا بھی اندازہ ہوتا ہے۔

سلطان ہوشنگ شاہ کے نام ایک طویل مکتوب میں آپ نے امور سلطنت چلانے کے لئے جو نصیحتیں فرمائی ہیں وہ ذیل میں مختصراً پیش کی جاتی ہیں:

(۱) بادشاہ کو اہم امور میں ہمیشہ عالموں، نیک اور ایماندار لوگوں سے مشورہ لینا چاہئے۔ اس لئے کہ طاقتور، ماہر اور جان باز فوج وہ کام انجام نہیں دے پاتی ہے جو کام عقلمندوں کی تدبیر سے انجام کو پہنچ جاتا ہے۔

”امری کہ بلشکر اعذار و کاری کہ بعسکر جرار بر نیابد، از تدبیر خردمندان بر آید“ ۱۳

(۱۱) مشورہ ہمیشہ علماء نامدار اور امناء روزگار سے لینا چاہئے اور مجلس میں ہر شخص کے مشورہ کو سننا چاہئے۔ مگر بادشاہ کو چاہئے کہ نہ تو کسی کی رائے کو ظاہر کرے اور نہ اپنے افکار و خیالات کا اظہار کرے تاکہ کسی شخص کو یہ نہ معلوم ہو کہ سلطان کس شخص کی درست رائے پر عمل پیرا ہوتا ہے۔

”مشاورت مجموع را استماع گردد و بر پیکس مقرر رای خود و مصور فکر خویش آشکار نکند، برہمکنان مشتبہ

ماند کہ بر قول کد ام خردمند کار خواہد کرد۔ و برہمکنان مخفی داشت کہ بر اصول چہ کس عمل خواہد کرد“ ۱۴

(iii) عہدہ پڑھے لکھے، ایماندار، معتبر، تیز فہم، اور حاضر جواب شخص کو دینا چاہئے۔

”منصب و کالت کسی سپار کہ در ہمہ فنون آراستہ و بہ ہمہ ہنر پیراستہ و بحلیہ شامل محلی و بحکہ فضایل

محلی و صنعة دیگر آن باید کہ اسرع الفہم و تیز جواب و امثال آن باشد“ ۱۵

(iv) منصب ہمیشہ متعلق امور کے ماہر اور لائق شخص کو تفویض کرنا چاہئے۔

”ہر کسی را مناصب جای دہد تا تو اند مقرب السلطنت اصل سازد“ ۱۶

(v) دایہ، صحیح النسب عورت کو رکھنا چاہئے تاکہ بادشاہ اور اشراف کے بچوں کے اندر رضاعت کے سبب کردار میں

خرابی پیدا نہ ہو۔

”مرضعہ زنی باید کہ اصلہ بود چہ ابنای ملوک و اشراف بہ سبب رضاعت کشفہ حال

بد پیدا نکلند و فعال قبیحہ ہویدا“ ۱۷

(vi) بادشاہ کو ہمیشہ عدل و انصاف اور ایمانداری سے کام لینا چاہئے اور اس کو خدا کی خوشنودی اور اس کی شکرگذاری کا ذریعہ سمجھنا چاہئے۔

(vii) بادشاہ کو فوج کی کمان خود سنبھالنی چاہئے۔

(viii) جو بھی احکام اور فیصلہ کرنا ہو اسے آج ہی کر لینا چاہئے کل پر نہیں چھوڑنا چاہئے۔

(ix) بادشاہ کو سورج طلوع ہونے سے ایک پاس (۳ گھنٹہ) قبل بیدار ہونا چاہئے اور حوائج ضروریہ اور نماز وغیرہ سے فارغ ہو کر علماء سے ملنا چاہئے، مگر خوشامد پسند علماء سے پرہیز کرنا چاہئے۔ علماء کی ملاقات کے بعد نیک لوگوں اور درویشوں سے ملاقات کرنی چاہئے اور ان کی باتوں کو غور سے سننا چاہئے۔ اس کے بعد بادشاہ ان تمام اشخاص درویشوں اور علماء کو سورج طلوع ہونے سے قبل رخصت کر دے اور طلوع آفتاب ہونے سے قبل وزراء اور عہدیداروں سے ملاقات کرے تاکہ ان سے امور سلطنت سے متعلق تبادلہ خیال کر سکے۔ ۱۸

ان تمام باتوں کے بعد سید اشرف جہانگیرؒ نے زوال مملکت کے اسباب پر بھی روشنی ڈالی ہے اور ہوشنگ شاہ کو اس طرف بھی دھیان دلایا ہے کہ زوال سلطنت کے یہ چار اہم اسباب ہیں۔

”لایاتی الضرر علی الوالی الاربعۃ اشیاء“

(۱) نشاغلة بالذہ عن الانتباه (آگاہ ہونے کے باوجود لہو و لعب اور خواہشات کے کاموں میں مشغول ہونا)،

(۲) وبسوی اخلاقہ علی بطانة (دوست/ولی پر برے اخلاق سے پیش آنا) (۳) و افراط عقوبۃ عند

غضبۃ (غصہ کے وقت حد سے زیادہ سزا کو رو رکھنا) (۴) و مداومۃ ظلم علی رعیت (رعیت پر مسلسل ظلم

و جبر کرنا)۔ ۱۹

سلطان ہوشنگ شاہ کی وفات (۸ ذی الحجہ ۸۳۸ھ/۱۴۳۵ء) کے بعد مالوہ کی غوری سلطنت زوال پذیر ہو گئی۔ اگرچہ

ہوشنگ شاہ کا بیٹا غزنی خان، محمد شاہ کا لقب اختیار کر کے وارث سلطنت ہوا مگر وہ ایک نااہل اور کمزور سلطان ثابت

ہوا۔ اس نے اپنے بھائیوں کو خانہ جنگیوں کے خوف سے قتل کروایا اور اپنے بھتیجے کی آنکھیں نکلوائیں۔ اس شقاوت کی

وجہ سے رعایا اور امراء سلطنت کبیدہ خاطر اور اس کے مخالف ہو گئے۔ ملک مغیث جو ہوشنگ شاہ کے زمانہ سے ہی وزارت عظمیٰ پر فائز تھا، نہایت عقلمند اور مدبر و زیریں میں سے تھا، اس نے ہمیشہ غوری سلاطین کے ساتھ وفاداری کی تھی سوئی اتفاق جب ملک میں بد امنی پھیلی ہوئی تھی تو اس وقت ملک مغیث ہاروتی کے راجپوتوں کی بغاوت کو فرو کرنے میں مصروف تھا۔ ملک مغیث کا لڑکا محمود خان ہوشنگ شاہ کا ندیم خاص تھا۔ سلطان محمد شاہ غوری کے عہد میں وہ سپہ سالار اعلیٰ کے عہدوں پر فائز ہوا۔ مالوہ کی سلطنت کو متزلزل دیکھ کر اس کے دماغ میں بادشاہت کا سودا سما گیا اور وہ بھی محمد شاہ کے خلاف سازشیں رچنے لگا جبکہ محمود خان اور محمد شاہ کے درمیان رشتہ داری بھی تھی اور رشتہ میں محمد شاہ، محمود خان کا بہنوئی تھا۔ مگر دونوں کے درمیان دوری بڑھتی گئی اور دونوں ایک دوسرے کے قتل کے درپے ہو گئے۔ بالآخر محمود خان نے کسی حیلہ سے محمد شاہ کو زہر دلو کر ہلاک کر دیا۔ محمد شاہ کی وفات (۱۸/اپریل ۱۴۳۸ء) کے بعد امراء سلطنت دو گروپوں میں بٹ گئے۔ ایک گروپ محمود خان کے ساتھ ہو گیا اور دوسرا سلطان محمد شاہ کے لڑکے مسعود خان کے ساتھ، محمود خان اس وقت دار السلطنت سے دور تھا اس لئے امراء کے ایک گروپ نے ۱۳/رسالہ مسعود خان کو تخت پر بیٹھا کر اس کی اطاعت قبول کر لی مگر محمود خان اپنے وفادار لشکر جبار کی مدد سے دار السلطنت شادی آباد (مانڈو) پر حملہ کر کے اس پر قابض ہو گیا اور محمود شاہ خلجی کا لقب اختیار کر کے اپنے نام کا سکہ و [جاری کیا۔ اسی کے ساتھ مالوہ کی غوری سلطنت کا خاتمہ ہو گیا اور سلطنت مالوہ خلجیوں کے قبضہ میں چلی گئی، یہیں سے مالوہ کے خلجی خاندان کا آغاز ہوتا ہے۔

سلطان محمود خلجی اول: (۸۳۹-۸۷۳ھ/۱۴۳۶-۱۴۶۹ء)

دہلی اور مالوہ کے خلجی افغانستان کے علاقہ خاں/خلج کے رہنے والے تھے۔ یہ علاقہ دریائے ہلمند (افغانستان) کے ساحل پر واقع ہے۔ اور اسی علاقے کے رہنے والے کو خلجی کہا جاتا ہے۔ ۲۰ء یہ ایک خانہ بدوش قبیلہ تھا۔ محمود خلجی اول کے آباء و اجداد دہلی کے غوری اور تغلق عہد حکومت میں فوجی محکمے سے وابستہ تھے۔ جب مالوہ کی آزاد سلطنت قائم ہوئی تو ملک مغیث خاں، سلطان دلاور خاں غوری اور ہوشنگ شاہ کے عہد میں اہم عہدوں پر فائز رہا غوری حکومت کے زوال کے بعد اسی مغیث کا خاں کا لڑکا محمود خان مالوہ کے خلجی سلطنت کا بانی ہوا، یہ سلطان ہوشنگ شاہ کے سپہ سالاروں میں سے تھا۔ اس کی بہترین سپاہیانہ صلاحیتوں اور حکمتی عملی کی وجہ سے ہی ہوشنگ شاہ

نے اسے خان کا خطاب عطا کیا تھا۔ مالوہ کے خلجی اور غوریوں کے درمیان قرابت داری تھی۔ ملک مغیث ہوشنگ شاہ کا پھوپھی زاد بھائی تھا اور محمود خلجی، محمد شاہ بن ہوشنگ شاہ غوری کا بہنوئی۔ مالوہ کے غوری خاندان کے علاوہ سلاطین خلجیان دہلی سے بھی سلطان محمود خلجی کی رشتہ داری تھی اور وہ (سلطان محمود خان خلجی) سلطان فیروز شاہ خلجی (سلطان دہلی) کا چچا زاد بھائی تھا۔ ۲۱

محمود خان ۳۳ سال کی عمر میں ۲۹ شوال ۸۳۹ھ بمطابق ۱۴ مئی ۱۴۳۶ء کو ”السلطان الاعظم علاء الدین والدین ابوالمظفر محمود شاہ خلجی الاسکندر الثانی یمن الخلفاء الناصر امیر المومنین“ کا لقب اختیار کر کے سریر آرائے سلطنت مالوہ ہوا اور اپنے نام کا سکہ و خطبہ جاری کیا۔

محمود خلجی کے عنانِ حکومت سنبھالتے ہی احمد شاہ گجراتی نے مالوہ پر حملہ کر دیا مگر احمد شاہ کونا کامی کا منہ دیکھنا پڑا۔ اس کے بعد محمود خلجی اول نے پہلے اندرون ملک چھوٹی چھوٹی بغاوتوں کو فرو کیا پھر گردنواح کے علاقوں مثلاً کھنڈوا، کھیری، اجہرہ وغیرہ پر فوج کشی کر کے اسے مالوہ سلطنت کے زیرِ نگیں کیا، اس کے بعد میوات کے سردار جلال خان و احمد خان وغیرہ سے مشورہ کر کے (۸۴۵ھ/۱۴۴۲ء) میں دہلی پر حملہ کر دیا۔ اس وقت دہلی پر سیدوں کی حکومت تھی۔ سلطان محمود خلجی اور محمد شاہ سید کی فوج کے درمیان تغلق آباد کے مقام پر گھمسان کی لڑائی ہوئی۔ دونوں طرف سے کثیر تعداد میں فوجیں ہلاک ہوئیں مگر کوئی نتیجہ نہیں نکل سکا۔ اس لئے دونوں سلاطین نے کچھ باتوں پر معاہدہ کر کے صلح کر لی اور محمود خلجی شادی آباد لوٹ گیا۔ اس زمانے میں مالوہ کی حکومت اتنی مضبوط اور مستحکم ہو چکی تھی کہ دہلی کے محمد شاہ سید گجرات کے احمد شاہ اور جونپور کے سلطان محمد شاہ شرقی وغیرہ نے سلطنت مالوہ کی بالادستی قبول کر لی۔ دوسری طرف سلطان محمود نے مالوہ اور گجرات کے درمیان چمپانیر، اور جونپور اور مالوہ و دہلی کے درمیان کالپی کی ریاست کو اپنی حکمت عملی سے اپنے قبضہ میں کر لیا، یہ ریاست مالوہ کے لئے ایک Buffer State کی حیثیت رکھتی تھی جو مالوہ پر سید ہا حملہ ہونے سے روکتی تھی۔ دوسرے لفظوں میں یہ کہا جائے کہ یہ ریاست (کالپی) مالوہ کے لئے ڈھال کا کام کرتی تھی۔ اس کے بعد سلطان محمود خلجی نے پے در پے گجرات پر حملہ کئے مگر وہ کلی طور پر کامیاب نہیں ہو سکا، کبھی تو اس نے عہد و معاہدہ کر کے صلح کر لی اور کبھی تحفہ و تحایف لیکر واپس آ گیا۔

سلطان محمود خلجی کے عہد میں مالوہ کی فوجی طاقت اتنی بڑھ چکی تھی کہ گردنواح کی ریاست پر کوئی بادشاہ حملہ کرتا تو وہاں

کا حکمران سلطان محمود خلجی سے ہی اعانت طلب کرتا۔ اور سلطان محمود اس کی مدد بھی کرتا۔ یہی وجہ ہے کہ سلطان محمود خلجی اول کے عہد میں ہندوستان کی دیگر ریاستوں کے بادشاہ اس سے خوف کھاتے تھے اور اس کے مطیع ہو گئے تھے۔

سلطان محمود خلجی اول نے نہ صرف مالوہ سلطنت کو مستحکم کیا بلکہ اس نے مالوہ کی سلطنت کو وسعت بھی عطا کی یہاں تک کہ میواڑ، چتوڑ، گاکرون، منڈل گڑھ اور اجمیر کے علاقے اس کے ماتحت آ گئے تھے۔ اس طرح سلطان محمود خلجی اول پندرہویں صدی عیسوی کی وسیع ترین اور مضبوط ترین مملکت کا بادشاہ تسلیم کیا جانے لگا تھا۔

سلطان محمود خلجی بڑا علم دوست، دیندار، مذہبی رواداری کا پاسدار بادشاہ تھا۔ اس نے بلا تفریق مذہب ہندوؤں کو بھی اعلیٰ منصب دیئے۔ اگرچہ اس کی زندگی کے بیشتر اوقات میدان جنگ میں گزرے مگر وہ رعایا کی فلاح و بہبود سے بھی غافل نہیں رہا۔

سلطان محمود گو کہ ایک معمولی سپاہی سے ترقی کر کے مالوہ کا حکمران بنا تھا۔ مگر فطری طور پر وہ شریف، منکسر المزاج، حلیم اور فیاض بادشاہ تھا۔ ساتھ ہی وہ علماء و مشائخ کا حد درجہ احترام کرتا تھا۔ بیرونی ممالک سے آنے والے مشائخ کا استقبال خود محل سے نکل کر کرتا، انہیں شاہی مہمان بناتا اور انہیں خلعات و تشریفات پیش کرتا۔ سلسلہ کے اعتبار سے وہ چشتیہ سلسلہ کے ایک بزرگ قاضی شیخ اسحاق چشتی کا مرید تھا۔ ۲۲ اس کے عدل و انصاف کا یہ عالم تھا کہ اس نے علماء کرام اور مفتیان شرع عظام پر مشتمل ایک محضر قائم کر رکھا تھا۔ جب کوئی شخص کسی جرم کا مرتکب ہوتا تو اسے اس محضر کے سامنے پیش کیا جاتا۔ جب اس محضر کی طرف سے مجرم کا جرم ثابت ہو جاتا تب اس کو شرعی احکام کے مطابق سزا دی جاتی تھی۔ ۲۳

اس نے علم و ادب کے فروغ کے لئے بھی بہت کوششیں کیں، مدرسہ اشرفی محل کے نظام کو بہتر بنایا۔ اساتذہ و طلباء کے لئے مفت قیام و طعام کے ساتھ ساتھ وظیفہ کا بھی انتظام کیا۔ اس کی علم دوستی، علماء پروری، اور مشائخ کی قدردانی کی وجہ سے مالوہ نے اس میدان میں اتنی ترقی کر لی تھی کہ وہ شیراز اور سمرقند کا ہم پلہ شمار کیا جانے لگا تھا۔ اس نے مزدوروں اور ملازموں کی بھلائی کے پیش نظر شمسی کلینڈر کی بجائے قمری کلینڈر کو رواج دیا۔ اس لئے کہ شمسی ماہ کی بہ نسبت قمری ماہ کم ہوتا ہے۔ اس لئے ملازمین کو ایک یا دو دن پہلے تنخواہیں مل جاتی تھیں۔ اس نے شادی آباد میں (۸۴۶ھ/۱۴۴۲ء) میں ایک شفا خانہ (Hospital) قائم کیا جس میں مریضوں کے لئے مفت علاج، دوا اور کھانے

کا انتظام تھا، ساتھ ہی دواسازی (Pharmacy) کا بھی ایک انسٹی ٹیوٹ قیام کیا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ محمود خلجی اول کا عہد مالوہ کا ”عہد زریں“ کہلاتا ہے۔

سلطان محمود نے بڑے تزک و احتشام کے ساتھ ۳۳ سال حکومت کر کے (۸۷۳ھ/۱۴۶۹ء) میں اس دار فانی سے کوچ کیا۔ اس کی وفات کی تاریخ ذیل کے شعر اور قطعہ سے نکلتی ہے۔

تاریخ وفات حضرت سلطان شد از بام بہشت عدن یابی مقصود

۸۷۳ھ

شہ والا قدر سلطان محمود چو شد از امر حق رحلت گزینی

بہ پرسیم ز ہاتف سال تاریخ ندا آمد کہ شد جنت نشینی

۸۷۳ھ

سلطان غیاث الدین: (۸۷۳-۹۰۶ھ/۱۴۶۹-۱۵۰۱ء)

سلطان محمود خلجی کی وفات کے بعد اس کا بڑا لڑکا ”محمد“ ملقب بہ غیاث شاہ ۲۲ رذی قعدہ ۸۷۳ھ بمطابق ۳ جون ۱۴۶۹ء کو سلطان غیاث الدین شاہ کے نام سے مالوہ کے تخت پر بیٹھا۔

سلطان محمود خلجی خود ایک دیندار، ایماندار اور علم پرور بادشاہ تھا اس لئے اس نے اپنے بچے کی تعلیم و تربیت بھی اسی انداز میں کی چنانچہ شہزادہ غیاث شاہ کے سن بلوغ تک پہنچتے ہی اقبال مندی اور ہوشمندی کے آثار اس کی پیشانی سے نمایاں ہونے لگے تھے یہی وجہ ہے کہ سلطان محمود خلجی جب دار السلطنت سے دور یا کسی مہم پر جاتا تو شہزادہ غیاث شاہ کو ہی امور سلطنت کے فرائض سونپ کر جاتا جسے وہ بخوبی انجام بھی دیتا۔ نیز میدان جنگ میں بھی وہ ایک ماہر سپہ سالار کی طرح اپنے فن کا مظاہرہ کرتا تھا۔ وہ اپنے والد کی موجودگی میں ہی بہت سی جنگوں میں شریک ہو کر انھیں سر کر چکا تھا۔ لیکن غیاث شاہ نے عنان حکومت سنبھالتے ہی اعلان کر دیا کہ ”وہ پڑوسی ممالک پر حملہ نہ کرے گا۔ صرف موجودہ سلطنت پر قانع رہ کر اس کی نگہداشت اور رعایا کی فلاح و بہبود کے لئے کام کرے گا۔ سلطان غیاث شاہ نے ۲۳ سال تک اپنی ناجنگ پالیسی پر عمل پیرا رہ کر بڑے امن و سکون کے ساتھ حکومت کی۔ اخیر عمر میں اس نے اپنے بیٹے ناصر الدین کو زمام حکومت سونپ کر گوشہ نشینی اختیار کر لی۔ البتہ امور سلطنت چلانے میں بیٹے کو ضرور مشورہ

دیتا تھا۔ جس کی وجہ سے ناصر الدین سلطنت کے اسرار و رموز سے واقف تو ہو گیا مگر رفتہ رفتہ امور سلطنت میں اس کی دلچسپی کم ہوتی گئی اور وہ عیش و عشرت میں مشغول ہو گیا۔ اسے حکومت سے دلچسپی کے مقابلے میں شراب و شباب سے لگاؤ زیادہ تھا جس کی وجہ سے امراء آزاد خیال اور خود سر ہو گئے اور مالوہ سلطنت میں انتشار پیدا ہو گیا۔

سلطان غیاث الدین کی ناجنگ پالیسی کا فائدہ یہ ہوا کہ ملک میں امن و امان کی فضا قائم ہو گئی۔ عوام کو جب سکون حاصل ہوا تو اس نے مختلف میدانوں (یعنی ثقافتی، اقتصادی اور علمی) میں دلچسپی لیکر مالوہ کو عروج بخشا۔ مگر اس ”ناجنگ پالیسی“ کا نقصان یہ ہوا کہ گرد و نواح کے علاقوں پر دوسری ریاستوں کے حکمرانوں نے حملہ کر کے اسے اپنے ملک میں شامل کر لیا اور سلطان خاموشی سے دیکھتا رہا۔ مثلاً سلطان محمود بیگڑہ نے جب چمپانیر پر حملہ تو چمپانیر کے راجہ نے غیاث الدین سے فوجی اعانت طلب کی جس کا معاہدہ دونوں ریاستوں (مالوہ اور چمپانیر) کے درمیان سلطان ہوشنگ شاہ اور محمود خلجی اول کے زمانہ سے چلا آ رہا تھا کہ سلاطین مالوہ چمپانیر کی فوجی اعانت کریں گے، مگر غیاث الدین شاہ نے اپنی ناجنگ پالیسی پر عمل کرتے ہوئے راجہ چمپانیر کی مدد نہیں کی جس کی وجہ سے چمپانیر پر محمود بیگڑہ گجراتی کا قبضہ ہو گیا۔ ریاست چمپانیر دراصل مالوہ اور گجرات کے درمیان ایک Buffer state کی حیثیت رکھتی تھی جو مالوہ پر سیدھا حملہ ہونے سے روکتی تھی۔ غیاث الدین کی اس ناجنگ پالیسی کا خمیازہ اس کی اولاد کو بھگتنا پڑا اور مالوہ پر گجراتیوں نے ۲۶-۱۵۲۵ء میں حملہ کر کے اسے گجرات سلطنت میں ضم کر لیا۔

سلطان غیاث الدین کی سیرت:

سلطان غیاث الدین رحم دل، دیندار، اور فیاض بادشاہ تھا۔ وہ حسن اور حسین چیزوں کا دلدادہ تھا۔ اس کی حرم سرا میں مختلف ممالک اور مختلف اقوام کی سولہ ہزار کنیریں تھیں^{۲۴} جس میں اپنے زمانہ کی حسین ترین لڑکیاں موجود تھیں۔ لیکن مورخین کا خیال ہے کہ اس نے کنیروں کو جنسی خواہشات کے لئے کبھی استعمال نہیں کیا بلکہ عورتوں کو جمع کرنے کا اسکو شوق (Hobby) تھا، اس نے عورتوں کے لئے ایک ادارہ قائم کر رکھا تھا جس میں حرم سرا کی کنیروں کو ان کے ذوق اور اہلیت کے مطابق سپاہ گری، صنعت کاری، فنون لطیفہ اور دینی تعلیم دی جاتی تھی۔ اس کی حرم سرا میں مختلف علوم و فنون کی ماہر کنیریں بھی تھیں مثلاً ایک ہزار حافظ قرآن، پانچ سو مختلف علوم کی عالمہ، اسکے علاوہ فن کشتی و سپہ گری میں مہارت رکھنے والی کنیریں وغیرہ بھی تھیں، اس نے حرم سرا کی حفاظت کی ذمہ داری بھی عورتوں ہی کو سونپ رکھی تھی۔

لہذا پانچ سو جی کینریں مردانہ لباس میں ملبوس تلوار اور ڈھال لئے ہوئے سلطان کے دائیں طرف پہرہ دیتیں جسے ”جیوش بند“ کہا جاتا اور پانچ سو ترک کینریں مردانہ لباس میں ملبوس تیر و کمان سے لیس ہو کر سلطان کی بائیں طرف پہرہ دیتیں جسے ”نعل بند“ کہا جاتا تھا۔ ۲۵

اس کے علاوہ دیگر فنون سے تعلق رکھنے والی مثلاً منصف درباری، استانیایں، کشیدہ کار اور قاصہ، وغیرہ کینریں بھی تھیں۔ سب سے اہم بات یہ کہ محکمہ مالیات (Finance) بھی عورتوں کے سپرد تھا۔ کئی اعلیٰ عہدوں پر عورتیں ہی فائز تھیں۔ سلطان نے حرام سرا کے اندر ایک شہر نسوان (مینا بازار) قائم کر رکھا تھا جس کے اندر ضروریات کی تمام اشیاء دستیاب ہوتی تھیں۔ اس لئے عورتوں کو محل سے باہر جانے کی نہ ضرورت پڑتی اور نہ اس کی اجازت ہوتی ملازمین اور خواتین عہدیداران کی تنخواہ دو ٹکے (چاندی کے سکے) یومیہ مقرر تھی۔

سلطان غیاث الدین کے اس شوق (عورتوں کے جمع کرنے) کی وجہ سے اس پر عام طور سے یہ الزام لگایا جاتا ہے کہ وہ عیش پسند سلطان تھا۔ کینروں کو اپنی جنسی خواہشات کا شکار بناتا تھا۔ مگر یہ بات حقیقت سے دور اور غیر محقق بہ ہے۔ سلطان غیاث الدین ایک دیندار، فیاض، علم اور علماء پرور، صوم و صلوٰۃ کا پابند اور منکسر المزاج سلطان تھا۔ اس کی دینداری کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ جب وہ (سلطان) پوشاک زیب تن کرتا تو اس سے پہلے حفاظ کینریں قرآن پاک کی تلاوت کر کے اس پر پھونکتیں۔ یہی عمل جنگی مہم میں جانے سے قبل کیا جاتا اور سلطان کے زرہ بکتر پر قرآنی آیات پڑھی جاتیں۔ ساتھ ہی نماز کے وقت کینروں کو حکم تھا کہ اگر وہ (بادشاہ) سویا ہوا ہو تو اسے جھڑک کر یاپانی کا چھینٹا مار کر جگایا جائے۔ اگر وہ مصاحبوں میں محو گفتگو ہو اور عیش و عشرت کی باتیں کر رہا ہو تو دو کینریں سفید کپڑا ڈال کر بادشاہ کے سامنے سے گذر جائیں تاکہ بادشاہ کو کفن یاد آ جائے۔ ۲۶ سلطان کے زہد و تقویٰ کا یہ عالم تھا کہ حرام اور مکروہ اشیاء تو درکنار مشکوک چیزوں سے بھی اجتناب کرتا تھا۔ چنانچہ ایک بار ۳۰۱ مفردات پر مشتمل ایک دو اتیار کی گئی جس میں ایک جزو جائفل کا تھا سلطان کو جائفل کے بارے میں شبہ تھا کہ یہ حرام ہے اس لئے اس نے اس دو کو پھینک دیا جبکہ اس پر ایک لاکھ ٹکے کا خرچ آیا تھا ۲۷ اس کی دینداری اور فیاضی کا شہرہ سنکر دور دراز سے لوگ اس کے دربار میں آتے اور اپنی اپنی پینٹا سنا کر اسکے فیض عام سے فیضیاب ہوتے، اس کی سخاوت کا ایک واقعہ بہت مشہور ہے کہ ایک بار پانچ اشخاص یکے بعد دیگرے ایک کھر (سُم) لیکر آئے اور انہوں نے

بادشاہ کی خدمت حاضر ہو کر عرض کیا کہ یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے گدھے کا کھر (سم) ہے۔ بادشاہ نے ہر ایک کو پچاس پچاس ہزار نکلے انعام میں دئے۔ دزیروں میں سے کسی وزیر نے عرض کیا کہ حضور کیا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے گدھے کے پانچ پاؤں تھے؟ تو بادشاہ نے برجستہ جواب دیا کہ ہو سکتا ہے کہ پانچواں آدمی ہی صحیح ہو ۲۸ اس سے بادشاہ کی فیاضی اور انداز بخشش کا پتہ چلتا ہے۔

سلطان ناصر الدین خلجی: (۹۰۶-۹۱۶ھ/۱۵۰۰-۱۵۱۰ء)

سلطان غیاث الدین نے اپنی حیات ہی میں اپنے بڑے بیٹے عبدالقادر کو ولی عہد مقرر کر دیا تھا جس کی وجہ سے اس کا دوسرا لڑکا شجاعت خان اپنے بھائی اور باپ سے ناراض ہو کر حصول سلطنت کے لئے سازشیں کرنے لگا۔ رانی خورشید جو سلطان غیاث الدین کی محبوب ترین بیوی تھی ناصر الدین کے برخلاف شجاعت خان کو جانشین بنانا چاہتی تھی۔ اس لئے اس نے ناصر الدین کی طرف سے بادشاہ کو بدگمان کر دیا۔ سلطان ضعیف العمری کی وجہ سے نہ تو خود فیصلہ لے پاتا تھا اور نہ امور سلطنت میں اسے کوئی دلچسپی تھی۔ ملکہ خورشید ہی سبھی امور میں دخل ہوتی، یہاں تک کہ اس نے جانشینی کے معاملہ میں بھی مداخلت کرتے ہوئے شہزادہ شجاعت خان کو جانشین مقرر کر دیا جس کی وجہ سے معزول ناصر الدین شاہ شادی آباد کے گرد و نواحی علاقے میں پھرتا رہا اور آہستہ آہستہ اپنی فوجی طاقت بھی بڑھاتا رہا۔ چنانچہ اس نے جولائی ۱۵۰۰ء میں اپنی منظم کردہ فوج لیکر نعلچہ پر حملہ کر دیا۔ اگرچہ اس میں اسکو کامیابی نہیں ملی مگر مخالف فوج کی طاقت کا اندازہ اسے ضرور ہو گیا۔

پھر اس نے گرد و نواح کے علاقے کے حکمرانوں سے مدد حاصل کر کے ۲۷ ربیع الثانی ۹۰۶ھ بمطابق ۲۰ نومبر ۱۵۰۰ء کو مانڈو (شادی آباد) پر دوبارہ حملہ کیا اس بار اسے کامیابی ملی اور مالوہ پر دوبارہ اس کا تسلط قائم ہو گیا اور اس نے اپنے نام کا خطبہ اور سکہ جاری کیا بعدہ باپ کی خدمت میں حاضر ہو کر آداب بجالایا۔ سلطان غیاث الدین نے بھی ناصر الدین کو سلطان مالوہ تسلیم کیا جو اس کی دلی خواہش تھی کہ شہزادہ ناصر الدین ہی جانشین ہو غیاث الدین خزانے کی کنجی اور تاج شاہی عنایت کر دیا۔ مگر سلطان ناصر الدین برسر اقتدار آتے ہی عیش و عشرت میں مشغول ہو گیا اسے امور سلطنت سے دلچسپی کم اور شراب و شباب سے لگاؤ زیادہ ہو گیا۔ خود اپنے والد غیاث الدین کے ساتھ اس نے اچھا سلوک نہیں کیا۔ اپنے بھائی شجاعت خان اور اس کے لڑکوں کو مخالفت کے خوف سے قتل کر دیا۔

اگرچہ سلطان ناصر الدین نے یہ طرز عمل اختیار کر کے ملک میں خانہ جنگی کی رسم ختم کرنے کی کوشش کی لیکن اس سے ملک میں مزید بد امنی پھیل گئی اور امراء و عوام ناصر الدین کے خلاف ہو گئے۔ رانی خورشید اور اس کے وفادار امراء شادی آباد چھوڑ کر مختلف علاقوں میں روپوش ہو گئے۔ پھر آہستہ آہستہ تمام باغی امراء بمقام نعلچہ اکٹھا ہوئے اور نعلچہ کے امیر شیر خان کی سربراہی میں متحد ہو کر مالوہ پر حملہ آور ہوئے۔ سلطان ناصر الدین نے ان بغاوتوں کا جم کر مقابلہ کیا اور مخالفین کو شکست دی۔

شیر خان نعلچہ چھوڑ کر چندیری پہنچا اور وہاں سے بھی دوسرے علاقے کی طرف فرار ہو رہا تھا کہ راستے میں کسی سبب سے اس کی موت واقع ہو گئی۔ اب ناصر الدین پورے مالوہ پر مکمل طور سے قابض ہو گیا اور آس پاس کے علاقے بھی اس نے مالوہ میں شامل کر لئے۔ اس کے بعد ناصر الدین نے خاندیش اور میواڑ کے علاقے پر حملہ کیا مگر خاندیش کے حکمران داؤد خان اور میواڑ کے راجہ رانارن مل نے دورانیشی سے کام لیتے ہوئے صلح کر لی اور مالوہ سلطنت کی ماتحتی قبول کر لی۔ سلطان ناصر الدین کو عیش و عشرت سے کہاں فرصت تھی کہ وہ امور سلطنت میں دلچسپی لیتا۔ اس لئے اس نے اپنے بڑے بیٹے شہاب الدین کو ولی عہد مقرر کر دیا۔ مگر چونکہ امراء ناصر الدین کی مطلق العنانی کی وجہ سے نالان اور عوام کبیدہ خاطر ہو چکے تھے اس لئے خوشامد پسند امراء نے شہاب الدین سے تقرب حاصل کر کے اسے ناصر الدین سے بدگمان کر دیا اور نوبت یہاں تک پہنچی کہ دونوں باپ بیٹوں کے درمیان جنگ ہوئی۔ شہاب الدین شکست کھا کر دہلی کی طرف بھاگا اور سلطان ناصر الدین نے اپنے تیسرے لڑکے اعظم ہمایون کو جو اس وقت رنٹھمبور کا حاکم تھا، محمود شاہ کا لقب دیکر ولی عہد مقرر کر دیا۔

سلطان ناصر الدین کی سیرت اور انتقال

سلطان ناصر الدین اپنے باپ غیاث الدین کے بالکل برعکس تھا۔ اس کی درشت مزاجی، عیش پسندی اور شراب نوشی کی کثرت نے پورے ملک میں بے اطمینانی پیدا کر دی تھی۔ طوائف الملو کی کا بازار گرم تھا۔ امراء من مانی کرنے لگے تھے ”الناس علی دین ملو کہم“ کے مصداق وہ بھی شراب نوشی کے دلدادہ ہو گئے اور یہی کثرت شراب نوشی ناصر الدین کی موت کا بہانہ بنی اور (۱۵۱۱/۹۱۷ء) میں وہ اس دنیا سے رخصت ہو گیا۔ اس کی موت کے سبب اور مقام کے بارے میں اختلاف ہے۔ صاحب طبقات اکبری^{۲۹} و فرشتہ^{۳۰} اس کے مقام موت کو مانڈو کے قریب بہشت

پور بتاتے ہیں جب کہ ترک جہانگیری^۱ کے مؤلف نے اجین کے کالیدہ محل کے حوض میں گر کر مرنا لکھا ہے البتہ اس امر پر سب کا اتفاق ہے کہ اس کی موت نشہ کی حالت میں ہوئی۔

سلطان محمود خلجی دوم (۹۱۷-۹۳۷ھ/۱۵۱۱-۱۵۳۳ء)

شہزادہ اعظم ہمایون اپنے باپ ناصر الدین کے عہد میں ہی محمود خلجی ثانی کا لقب اختیار کر کے مالوہ کی سلطنت کا وارث ہوا۔ سلطان ناصر الدین خلجی کی عیش پسندی اور مطلق العنانی کی وجہ سے امرا اور عوام کبیدہ خاطر ہو گئے تھے۔ دراصل یہیں سے خلجی سلطنت کا زوال شروع ہوتا ہے۔ ناصر الدین کے انتقال کے بعد حصول مملکت کے لئے اس کے جانشینوں کے درمیان خانہ جنگی شروع ہو گئی اور اس کا لڑکا (شہاب الدین) جو جلا وطنی کی زندگی بسر کر رہا تھا اس نے دہلی حکومت سے فوجی مدد طلب کر کے مالوہ پر حملہ کر دیا۔ سلطان محمود خلجی ثانی ان بغاوتوں کو فرو کرنے میں کامیاب تو ہو گیا مگر ملک کے اندر ایسی بد امنی پھیل چکی تھی کہ سلطان محمود خلجی ثانی کے لئے مستقل طور پر اس سے نکلنا مشکل نظر آ رہا تھا اس لئے اس نے امرا کی طاقت کو یکجانہ رہنے دینے کے لئے اپنے قریبی اور معتبر امراء کو آس پاس کے علاقوں کا حکمران مقرر کر کے انہیں کلی اختیار دیدیا مگر اس کی یہ حکمت عملی کارآمد ثابت نہیں ہوئی بلکہ ملک میں مزید بد امنی پھیل گئی۔ امراء اور وزراء نہ صرف سلطان سے ناراض ہو گئے بلکہ دو گروپوں میں منقسم ہو گئے۔ ایک گروہ کی سربراہی، افضل خان، سردار خان، اقبال خان اور مختص خان کر رہے تھے اور دوسرے گروہ کی محافظ خان، خواص خان اور جواش خان۔ کبھی ایک گروہ سلطان محمود خلجی ثانی پر اپنا اثر و رسوخ بڑھا لیتا اور اپنی رائے منوالیتا تو کبھی دوسرا گروہ۔ اس طرح سلطان محمود خلجی ثانی ان امراء کے ہاتھوں میں کٹھ پتلی بن کر رہ گیا تھا۔ اقبال خان اور مختص خان نے سازش کر کے وزیر اعظم بسنت رائے کو برسر دربار قتل کرا دیا اور پھر سلطان سے قاتلوں کو معافی بھی دلوادی، جبکہ بسنت رائے نے سلطان محمود خلجی ثانی کو حکومت دلانے میں بڑی مدد کی تھی۔ اسی صلہ میں سلطان نے اسے یہ عہدہ عطا کیا تھا۔ دوسری طرف محافظ خان نے بادشاہ پر اپنا اثر و رسوخ بڑھاتے ہوئے اسے اقبال خان اور مختص خان کی طرف سے بدگمان کر دیا اور خود وزارت عظمیٰ کے عہدہ پر فائز ہو گیا۔ اس کے بعد مختص خان اور محافظ خان شہزادہ شہاب الدین سے جا ملے اور سلطان محمود ثانی کے خلاف اسے جنگ کے لئے اکسایا۔ شہاب الدین کی اچانک موت واقع ہونے سے ان لوگوں نے شہاب الدین کے لڑکے کو ہوشنگ شاہ ثانی کا خطاب دیکر بادشاہ تسلیم کر لیا اور شہزادہ کی

سربراہی میں مالوہ پر حملہ کر دیا مگر یہ لوگ ناکام ہوئے۔

ادھر محافظ خان جو محمود خلجی ثانی کے اہم وزیروں میں سے تھا وہ بھی سلطان کی طرف سے برگشتہ ہو کر ناصر الدین کے دوسرے لڑکے صاحب خان سے جاملے۔ شہزادہ صاحب خان اس وقت جیل میں مقید تھا۔ محافظ خان نے کسی طرح سے صاحب خان کو جیل سے نکلوا کر محمود ثانی کے خلاف بغاوت کر دی۔ محمود خلجی ثانی شکست کھا کر اجین کی طرف بھاگ نکلا اور صاحب خان نے محمد شاہ کا لقب اختیار کر کے مالوہ کی عنان حکومت سنبھالی۔ دوسری طرف محمود خلجی ثانی جب اجین پہنچا تو اس نے اپنے وفادار سپاہیوں اور امراء کو جمع کر کے اجین پر اپنا تسلط قائم کر لیا اور احکام صادر کرنے لگا۔ اس طرح مائدو سے محمد شاہ احکام صادر کرتا اور اجین سے محمود خلجی ثانی۔ جس کی وجہ سے امراء و وزراء عجیب کش مکش میں مبتلا گئے کہ کس سلطان کے حکم کی تعمیل کی جائے۔ کچھ دنوں تک یہی غیر یقینی کا ماحول جاری رہا۔ بالآخر محمود خلجی شاہ ثانی کی قسمت نے یاوری کی اور وہ مختص خان، دستور خان، رائے چند پوریا کے راجپوت سردار میدنی رائے اور چندیری کے حاکم بہجت خان کی مدد سے مائدو پر حملہ کر کے دوبارہ سلطنت پر قابض ہونے میں کامیاب ہو گیا۔ سلطان صاحب خان (محمد شاہ) راہ فرار اختیار کر کے برودہ (گجرات) میں پناہ گزین ہوا جہاں اس نے مظفر شاہ گجراتی سے فوجی اعانت طلب کر کے مالوہ پر حملہ کر دیا مگر ناکام رہا۔

سلطان محمود خلجی ثانی نے جب دوبارہ مالوہ کی سلطنت سنبھالی تو اس نے اپنے وفادار امراء اور ارد گرد کے راجاؤں کو جنہوں نے اس کی اعانت کی تھی انہیں اعلیٰ عہدے دیئے۔ انہی میں سے ایک میدنی رائے تھا جس نے موقع سے فائدہ اٹھا کر سلطان محمود خلجی ثانی پر اپنا رسوخ بڑھالیا۔ سلطان محمود میدنی رائے پر اتنا بھروسہ کرنے لگا کہ امور سلطنت چلانے میں بھی وہ اس سے مشورہ لینے لگا۔ میدنی رائے نے غلط مشورے دیکر نہ صرف سلطنت مالوہ کو کمزور کیا بلکہ اپنی طاقت کو بھی بہت زیادہ بڑھالی۔ اول تو اس نے اقبال خان، افضل اور دیگر اہم وزیروں کو قتل کروایا۔ پھر آہستہ آہستہ کلیدی عہدوں پر راجپوت سرداروں کو تقرر کر کر فوج میں چالیس ہزار راجپوتوں کی بھرتی کروائی جس سے میدنی رائے کی پوزیشن بہت مستحکم ہو گئی یہاں تک کہ وہ امور سلطنت میں کھلم کھلا دخل ہونے لگا۔ اس بات کو سلطان محمود خلجی ثانی بھی محسوس کر رہا تھا اور اس نے میدنی رائے کو اشارتاً سمجھانے کوشش بھی کی مگر وہ اپنی روش سے باز نہیں آیا۔ محمود خلجی ثانی اتنا کمزور ہو چکا تھا کہ طاقت کے زور پر میدنی رائے کے خلاف کچھ نہیں کر سکتا تھا اس لئے اس نے چپکے سے

میدنی رائے پر قاتلانہ حملہ کر دیا جس میں میدنی رائے کا نائب سالباہن مارا گیا اور میدنی رائے زخمی ہو کر بچ نکلا۔ راجپوتوں نے میدنی رائے کا انتقام لینے کے لئے اس کے لڑکے رایان کی سربراہی میں محل پر حملہ کیا مگر رایان خود اس لڑائی میں مارا گیا۔ اب میدنی رائے کے سامنے سوائے صلح کرنے کے کوئی چارہ نہیں تھا۔ اس لئے اس نے مصلحتاً سلطان سے معافی مانگ کر صلح کر لی۔ ساتھ ہی اس نے سلطان سے اپنی حفاظت کے لئے پانچ سو صلح سپاہیوں کی درخواست کی جو ہمیشہ اس کے ساتھ رہیں۔ سلطان نے اسے معافی دیکر اس کی یہ درخواست قبول کر لی، مگر میدنی رائے کی طرف سے غافل نہیں رہا۔ درین اثنا میدنی رائے نے دوبارہ سازش شروع کر دی سلطان محمود خلجی ثانی نے مظفر شاہ گجراتی سے فوجی کمک لیکر اس کا کام تمام کرنے کی ٹھان لی۔ مظفر شاہ گجراتی جب فوج لیکر مالوہ کو چلا تو اس کی اطلاع میدنی رائے کو ہو گئی اس لئے اس نے بھی چپکے سے اپنا نمائندہ بھیج کر چتوڑ کے راجہ رانا سانگا سے فوجی امداد مانگی۔ رانگا سانگا چتوڑ سے میدنی رائے کی مدد کے لئے ایک بڑی فوج لیکر مالوہ کی طرف روانہ ہوا۔ مگر اس کی فوج کے پہنچنے سے قبل ہی مظفر شاہ گجراتی نے قلعہ مانڈو پر ہلا بول دیا تھا، گھمسان کارن پڑا۔ دونوں طرف سے کثیر تعداد میں فوج کام آئی۔ تقریباً ۱۹ ہزار راجپوت سپاہی اور دس ہزار مظفر شاہی فوج ماری گئی۔ لیکن مظفر شاہ ظفریاب ہوا۔ مظفر شاہ نے کامیابی کے بعد مالوہ کی حکومت سلطان محمود ثانی کے سپرد کر دی جس کی خوشی میں سلطان محمود خلجی ثانی نے ۱۵ رصفہ لمظفر ۹۲۴ھ (۲۶ فروری ۱۵۱۸ء) کو ایک جشن برپا کیا جس میں سلطان مظفر شاہ کو ایک پر تکلف استقبالیہ دیا۔ جب سلطان محل میں داخل ہو رہا تھا تو محل کے ہر باب سے حسین کنز، مظفر شاہ پر زرو جواہر نثار کر رہی تھیں۔ پھر سلطان محمود خلجی ثانی نے سلطان مظفر شاہ کو سلطان قطب الدین کا پٹکا، تلوار، اور دوسرے گراں بہا جواہرات تحفہً پیش کئے۔ سلطان مظفر شاہ نے پٹکا اور تلوار تو قبول کر لی مگر زرو جواہرات کے لینے سے انکار کر دیا اور کہا کہ ”اگر مجھے ان زرو جواہرات کی خواہش ہوتی تو میں مالوہ کا مقبوضہ علاقہ تمہارے حوالہ نہ کرتا۔ میں نے تو بس خدا کی خوشنودی کے لئے تمہاری مدد کی ہے“ اس کے بعد سلطان مظفر شاہ گجرات واپس ہو گیا۔ ادھر راجپوت تاک میں لگے ہوئے تھے۔ جیسے ہی سلطان مظفر شاہ گجراتی مالوہ سے نکلا راجپوتوں نے مالوہ پر حملہ کر دیا۔ رانا سانگا نے بھی میدنی رائے کی فوجی اعانت کی۔ محمود خلجی ثانی اور میدنی رائے کی فوج کے درمیان گھمسان کی لڑائی ہوئی جس میں محمود ثانی کو شکست کا منہ دیکھنا پڑا اور قلعہ گگرون جو مالوہ سلطنت کا ایک اہم قلعہ تھا، اس پر راجپوتوں کا قبضہ ہو گیا، اس کے بعد مالوہ سلطنت

کمزور ہو گئی اور گردنواح کے علاقے یا تورا جپوتوں کے قبضے میں آ گئے یا اس علاقے کے حکمرانوں نے خود مختاری کا اعلان کر دیا۔ اس طرح مندسور پر رانا سا نگا، چندیری اور گاردون پر میدنی رائے اور بھیلہ پر صلحدی قابض ہو گئے دوسری طرف ستواس کے حاکم سکندر خان نے بھی خود مختاری کا اعلان کر دیا۔ سلطان محمود خلجی ثانی کے اندراب اتنی ہمت اور طاقت باقی نہ تھی کہ وہ مالوہ سلطنت کو استحکام دے سکے۔ وہ سلطان تو تھا مگر ایک کمزور سلطان۔ مظفر شاہ گجراتی کے انتقال کے بعد جب اس کے لڑکوں کے درمیان خانہ جنگی شروع ہوئی اور بہادر شاہ گجراتی کامیاب ہو کر گجرات کی سلطنت کا وارث ہوا تو سلطان محمود خلجی ثانی نے اس موقع پر دور اندیشی سے کام نہ لیکر گجرات کے باغی امراء اور شہزادوں کو مالوہ میں پناہ دی جس کی وجہ سے بہادر شاہ گجراتی محمود شاہ کی طرف سے کبیدہ خاطر ہو گیا اور قرب وجوار کے حکمرانوں مثلاً چتوڑ کے راجا راناسین اور ستواس کے حاکم معین خان کے ساتھ مل کر مالوہ پر حملہ کر دیا۔ سلطان محمود خلجی ثانی اس کا مقابلہ نہ کر سکا اور شکست کھا گیا۔ اس طرح ۹ شعبان ۹۳۷ھ (۲۸ مارچ ۱۵۳۱ء) کو بہادر شاہ گجراتی نے قلعہ مائڈو پر قبضہ کر لیا۔ سلطان محمود نے بہادر شاہ سے امان مانگی۔ بہادر شاہ نے اسے امان تو دیدی مگر گرفتار کر کے مع اس کے سات لڑکوں کے چمپانیر بھیج دیا۔ راستے میں دوحہ کے مقام پر رائے سنگھ، حاکم ملیح آباد نے اس فوج پر حملہ کر دیا جس کے ساتھ سلطان محمود اور اس کے سات لڑکے تھے۔ لڑائی کے دوران محمود اور اس کے لڑکوں نے اس افراتفری سے فائدہ اٹھا کر بھاگنے کی کوشش کی مگر وہ فرار ہونے میں کامیاب نہیں ہو سکے۔ اس کے برخلاف گجراتی سپاہیوں کو یہ بدگمانی پیدا ہو گئی کہ رائے سنگھ نے سلطان محمود کی رہائی کے لئے ہی یہ حملہ کیا تھا۔ چنانچہ محمود اور اس کے ساتوں لڑکوں کو گجراتیوں نے قتل کر دیا اور یہ واقعہ ۱۲ شعبان المعظم ۹۳۷ھ (۱۲ اپریل ۱۵۳۱ء) کو رونما ہوا۔ اس طرح مالوہ کے خلجی خاندان کا آخری چراغ بھی گل ہو گیا اور مالوہ کی وہ عظیم سلطنت جو کبھی زبردست سیاسی قوت اور علم ادب کا گہوارہ اور یونان ثانی کہلاتی تھی زوال پذیر ہو گئی اور اپنی خود مختاری کو کھو کر گجرات سلطنت کا ایک حصہ بن رہ گئی۔

مالوہ گجرات اور مغل سلطنت کے سایہ میں: (۹۳۷-۹۴۱ھ/۱۵۳۱-۱۵۳۵ء)

سلطان بہادر شاہ گجراتی نے ۱۲ شعبان ۹۳۷ھ/۳۱ مارچ ۱۵۳۵ء کو مالوہ پر قبضہ کر کے اسے گجرات سلطنت میں شامل کر لیا۔ پھر آہستہ آہستہ قرب وجوار کے علاقے پر بھی حملہ کر کے ریاست گجرات کے زیر نگیں کر لیا۔ اب گجرات

سلطنت مع ملحقہ ریاست مالوہ ہندوستان کی ایک بڑی سلطنت تسلیم کی جانے لگی۔ دوسری طرف شمالی ہندوستان میں مغلوں کی طاقت بڑھ رہی تھی۔ بابر ۱۵۲۶ء میں ہندوستان پر حملہ کر کے دہلی پر قبضہ کر چکا تھا۔ اس نے اپنے چار سالہ دور اقتدار میں ہندوستان میں اپنی طاقت خاص مضبوط کر لی تھی۔ بابر کے بعد (۹۳۷ھ/۱۵۳۰ء) میں ہمایوں وارث سلطان ہوا۔ اول تو سلطان بہادر شاہ گجراتی نے ہمایوں سے دوستانہ تعلقات قائم کر لئے۔ لیکن بعد میں اس نے وہی غلطی کی جو سلطان محمود خلجی ثانی (سلطان مالوہ) نے کی تھی اور ہمایوں کے باغی امرا اور افواج کو اپنے ملک میں پناہ دیدی۔ بہادر شاہ کے اس رویے سے ہمایوں کو بہت تکلیف ہوئی۔ ہمایوں نے خط و کتابت سے پہلے بہادر شاہ کو سمجھانے کی کوشش اور باغی امراء کو واپس بھیجنے کی درخواست کی مگر بہادر شاہ نے نہ تو ہمایوں کے خط کا جواب دیا اور نہ باغی امراء کو واپس کیا لہذا ہمایوں اس تاک میں لگ گیا کہ کسی بہانہ سے گجرات پر حملہ کیا جائے اور بہادر شاہ کو کیفر کردار تک پہنچایا جائے۔ اسی دوران بہادر شاہ گجراتی نے چتوڑ پر حملہ کر دیا۔ چتوڑ کی رانی کرناوتی نے ہمایوں سے مدد کی درخواست کی اور ساتھ ہی ”راکھی“ بھیج کر ہندو رسم کے مطابق ہمایوں کو بھائی بھی تسلیم کر لیا۔ ہمایوں نے رانی کرناوتی کی درخواست قبول کر کے سلطان بہادر شاہ کے خلاف فوج کشی کی اور بہادر شاہ کے حملہ کو پسپا کر دیا۔ اس فوج کشی سے ہمایوں کو دو فوائد ہوئے۔ ایک تو بہادر شاہ کی فوجی طاقت کا اندازہ ہو گیا۔ دوسرے وہ مالوہ کی سلطنت میں داخل ہو گیا۔ اور آگے بڑھتا گیا یہاں تک کہ مالوہ کے دوسرے علاقوں کو تسخیر کرتے ہوئے دارالسلطنت مانڈو تک پہنچ گیا۔ قلعہ مانڈو کا محاصرہ کر لیا مگر کچھ عمائدین و علماء مثلاً مولوی ببر علی، بیرم خان اور سید امیر علی وغیرہ نے ہمایوں کی طرف سے اور صدر خان اور دو دیگر علماء نے بہادر شاہ کی طرف سے ثالثی کر کے چند شرائط پر دونوں کے درمیان صلح کرادی۔ جنگ ختم ہو گئی مگر سلطان ہمایوں ان معاہدوں پر عمل پیرا نہیں رہ سکا اور اس نے شب خون مار کر گجراتی فوج کو کثیر تعداد میں موت کے گھاٹ اتار دیا، بہادر شاہ شکست کھا کر بھاگ نکلا۔ سلطان ہمایوں اس کے تعاقب میں چمپانیر اور کھمبات پہنچا اور ان علاقوں پر قبضہ کرتا ہوا گجرات جا پہنچا اس نے دارالسلطنت احمد آباد پر قابض ہو کر پورے گجرات پر اپنا تسلط قائم کر لیا۔ اس طرح چند مہینوں میں ہی ہمایوں نے دو بڑی سلطنت مالوہ اور گجرات کو مسخر کر لیا مگر بہادر شاہ کے تعاقب میں وہ (ہمایوں) اس طرح دوڑ رہا تھا کہ اپنے مفتوحہ علاقے یعنی مالوہ، چمپانیر، وغیرہ کا صحیح انتظام نہیں کر سکا۔ ہمایوں کے آگے بڑھتے ہی ان علاقوں میں انتشار پھیل گیا۔ اس لئے ہمایوں

نے احمد آباد اور اس کے آس پاس کے علاقے اپنے بھائیوں کے سپرد کئے، عسکری کو احمد آباد، ناصر الدین کو پائن، قاسم حسین کو بھروچ، کھمبات، اور مرزا تردی کو چمپانیر کا حاکم مقرر کر کے مالوہ واپس آ گیا جہاں اسے کئی بغاوتوں کا سامنا کرنا پڑا اس نے جلد ہی اپنی حکمت عملی سے ان بغاوتوں کو فرو کر کے مالوہ میں دوبارہ مغلیہ حکومت قائم کر دی۔ لیکن ابھی مالوہ کا نظم و نسق پوری طرح درست بھی نہ کر پایا تھا کہ اس کے بھائی عسکری نے احمد آباد میں اپنی خود مختاری کا اعلان کر دیا اور وہ ایک بڑی فوج لیکر دار السلطنت آگرہ پر قابض ہونے کے لئے چل پڑا۔ ہمایون کو جب اس بات کی خبر ملی تو وہ بھی فوراً مالوہ سے آگرہ کی طرف روانہ ہو گیا۔

عسکری کی اچانک بغاوت نے ہمایون کو اتنی بھی مہلت نہیں دی کہ وہ مالوہ کی عنان حکومت باضابطہ طور پر کسی کے سپرد کرتا۔ اس لئے ہمایون کے مالوہ سے نکلتے ہی وہاں طوائف الملو کی پھیل گئی۔ بہادر شاہ جو جزیرہ دیو میں جلا وطنی کی زندگی بسر کر رہا تھا اس نے موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے پہلے تو احمد آباد پر اپنا قبضہ جمایا پھر مالوہ پر حملہ کر کے وہاں اپنے وفادار امرا کو مقرر کیا چنانچہ ملو خان حاکم مالوہ اور احمد میران شاہ حاکم اجین مقرر ہوئے۔ اسی اثناء میں (۱۵۳۷ھ/۱۵۳۷ء) میں بہادر شاہ گجراتی کا انتقال ہو گیا۔ ملو خان نے قادر شاہ کا لقب اختیار کر کے مالوہ پر اپنی خود مختاری کا اعلان کر دیا اور اپنے نام کا خطبہ و سکہ جاری کیا۔ اس طرح ریاست مالوہ ایک بار پھر خود مختار سلطنت کی حیثیت سے وجود میں آ گئی۔

قادر شاہ چونکہ محمود خلجی ثانی اور بہادر شاہ کے عہد میں کئی عہدوں پر کام کر چکا تھا اور مالوہ کے حالات سے بخوبی واقف تھا۔ اس لئے اس نے اپنے تجربات کی روشنی میں ایک کامیاب حکمران کی طرح سے امور سلطنت کے فرائض انجام دیئے۔ ۱۵۳۹-۴۰ء میں شیر شاہ سوری نے بنگال میں اپنی خود مختاری کا اعلان کیا جب بنگال میں اپنی پوزیشن مستحکم کر چکا تو اس کے سر میں پورے ہندوستان پر حکمرانی کا سودا سمایا اور اس نے ۱۵۴۰ء میں ہمایون کے خلاف فوج کشی کر دی جس میں ہمایون کو شکست ہوئی اور ہمایون نے فرار ہو کر ایران میں پناہ لی۔ جب شیر شاہ دہلی پر اپنا تسلط قائم کر چکا تو اس کا حوصلہ بڑھا اور اس نے ۱۵۴۲ء میں مالوہ پر فوج کشی کی اور گارون و گوالیار کو فتح کرتا ہوا سارنگ پور تک پہنچ گیا۔ قادر شاہ نے جب دیکھا کہ وہ شیر شاہ کی فوج کا مقابلہ نہیں کر سکے گا تو اس نے شیر شاہ سے صلح کر لی اور اس طرح بغیر کسی مزاحمت کے مالوہ شیر شاہ کے قبضہ میں آ گیا۔ اس نے گردونواح کے علاقے کو بھی تسخیر کر لیا اور مالوہ میں اپنے

حکام مقرر کئے۔ چنانچہ شجاعت خان کو ہنڈیا اور ستواس، حاجی خان اور جنید خان کو بالترتیب مانڈوا اور دھار کا حاکم مقرر کیا اور رفتہ رفتہ اس نے پورے مالوہ پر اپنا تسلط قائم کر لیا۔ شیر شاہ جب مالوہ کے کام سے فارغ ہو چکا تو اپنے معتمد خاص اور لائق حکمران، شیخ اسماعیل ملقب بہ شجاعت خان کو مالوہ کی زمام حکومت سونپ کر دہلی لوٹ آیا۔

شیر شاہ کے انتقال (۹۵۲ھ/۱۵۵۳ء) کے بعد اسلام شاہ اس کی سلطنت کا وارث ہوا مگر اسلام شاہ کو کچھ لوگوں نے شجاعت خان سے بدظن کر دیا اور شجاعت خان برطرف کر دیا گیا۔ اسلام شاہ کے انتقال کے بعد عادل شاہ برسر اقتدار آیا تو شجاعت خان نے سلطان کے ساتھ تعلقات بحال کرانے میں کامیابی پائی جس سے شجاعت خان کو دوبارہ مالوہ کی حکمرانی مل گئی۔ چنانچہ عادل شاہ کے عہد میں شجاعت خان نے مالوہ کی از سر نو تعمیر و ترقی کی اور مالوہ میں پھر سے امن و امان اور خوشحالی بحال ہو گئی۔ شجاعت خان کے انتقال کے بعد مالوہ سلطنت اس کے لڑکوں میں منقسم ہو گئی جس میں ملک مصطفیٰ کورائے سین و بھیلہ کا علاقہ، ملک دولت خان کواجین اور مانڈوا اور ملک بایزید کوسارنگ پور، ہنڈیا اور بھیل واڑہ کے علاقے ملے مگر ملک بایزید چونکہ اپنے تینوں بھائیوں میں زیادہ طاقت اور صاحب الہیت تھا، اس نے اپنے بھائیوں سے حکومتیں حاصل کر کے ”باز بہادر“ کا خطاب اختیار کیا اور مالوہ کا خود مختار حاکم بن بیٹھا۔ باز بہادر نے عمان حکومت سنبھالنے کے بعد ملک کی تعمیر و ترقی میں بے حد دلچسپی دکھائی۔ اس نے بھی ”ناجنگ پالیسی“ پر عمل کرتے ہوئے نہ صرف ملک کو استحکام دیا بلکہ عوام کے تعاون سے اپنی حکومت کو عروج بھی بخشا۔ نیز علم و ادب کے میدان میں بھی مالوہ کو ترقی دی۔ اس کا سب سے بڑا کارنامہ مالوہ میں فنِ موسیقی کو عروج دینا ہے۔ وہ خود موسیقی کا دلدادہ اور اس میدان کا ماہر تھا۔ اس نے فنِ موسیقی کے لئے سارنگ پور میں ایک اسکول قائم کیا تھا جس میں دور دراز کے علاقوں کے لوگ موسیقی سیکھتے تھے۔ روپ متی اسی اسکول کی ایک حسین اور ذہین طالبہ تھی جو بعد میں باز بہادر کی بیوی ہو گئی۔

ہمایون جب دوبارہ ہندوستان پر تسلط قائم کرنے میں کامیاب ہوا تو اس نے مالوہ کو بھی پھر سے اپنے زیر نگین کیا۔ ہمایون کے بعد جب جلال الدین محمد اکبر (۱۵۵۶ء) میں سریر آرائے سلطنت ہوا تو اس کی نگاہ بھی مالوہ کی طرف لگی ہوئی تھی۔ چنانچہ وہ شمالی ہندوستان میں اپنی پوزیشن مستحکم کر چکا تو اس نے جنوب کا رخ کیا۔ جنوبی ہندوستان پر حملہ آور ہونے کے لئے ریاست مالوہ دروازوں کی حیثیت رکھتی تھی۔ اس لئے اکبر نے پہلے مالوہ پر ہی فوج کشی کا ارادہ

کیا اور (۹۶۸ھ/۱۵۶۱ھ) میں ادھم خان کی سپہ سالاری میں اس نے مالوہ پر حملہ کر دیا۔ اس کے پیچھے ماہر اور تجربہ کار جرنیل اور فوج کا ایک دستہ بھی اس کی کمک کے لئے بھیجا۔ سارنگ پور کے مقام پر مغل اور مالوی فوج آمنے سامنے ہوئی، گھمسان کارن پڑا دونوں طرف سے کثیر تعداد میں فوج ماری گئی لیکن زیادہ نقصان مالویوں کا ہوا۔ اس لئے باز بہادر کی فوج کے پاؤں اکھڑ گئے، باز بہادر بھاگ کھڑا ہوا بھاگتے ہوئے اس نے اپنی فوج کو یہ حکم دیا کہ محل کی سبھی بیگمات اور کنیزوں کو قتل کر دیا جائے تاکہ مغلوں کے ہاتھ نہ آجائیں۔ فوج نے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے حرم سرا کی کنیزوں اور بیگمات کو قتل کرنا شروع کیا جس میں باز بہادر کی محبوب ترین ملکہ روپ متی بھی تھی جو شدید زخمی ہونے کے باوجود بچ گئی تھی، ادھم خان نے جب روپ متی کو زخمی حالت میں دیکھا تو فوراً جراح کو بلا کر اس کا علاج کرایا اور وہ صحت یاب بھی ہو گئی۔ ویسے بھی روپ متی کے حسن اور موسیقی کی تان اس وقت کے امیروں کے کان میں پہنچی ہوئی تھی۔ اس لئے ادھم خان نے اسے ایک نعمت غیر مترقبہ سمجھ کر اپنے حرم میں داخل کرنا چاہا، لیکن روپ متی کی غیرت نے یہ گوارا نہیں کیا کہ وہ باز بہادر کے علاوہ کسی اور کے حرم میں داخل ہو اس لئے اس نے خودکشی کر لی۔

ادھر ادھم خان مالوہ کی سرسبز و شاداب اور دلفریب فضا میں محو ہو کر عیش و عشرت میں مبتلا ہو گیا، اس کی عیش پسندی اور مطلق العنانی کی وجہ سے عوام پریشان ہو گئے جب اس کی اطلاع سلطان اکبر کو ملی تو وہ خود فوج لیکر ادھم خان کو کيفر کردار تک پہنچانے کے لئے مالوہ پہنچا ادھم خان کو گرفتار کر کے آگرہ لایا اور اسے سزائے موت دی ادھم خان کی جگہ پیر محمد کو مالوہ کا حکمران مقرر کیا لیکن پیر محمد بھی سلطان اکبر کی امید پر کھرا نہیں اترا۔ اس کی کم عقلی اور ظلم و ستم کی روش سے لوگ نالاں ہو گئے۔ اس کی یہی نا عاقبت اندیشی اس کی موت کا بہانہ بھی بنی۔ چنانچہ سلطان بہادر شاہ گجراتی نے جب مالوہ پر حملہ کیا تو پیر محمد نے دریائے زربدا کے کنارے اس کا مقابلہ کیا اور بہادری کے زعم میں دریا زربدا کو پار کر کے بہادر شاہ پر حملہ آور ہوا۔ لیکن اسے منہ کی کھانی پڑی اور بھاگتے ہوئے خود غرق دریا ہوا۔ باز بہادر جو ادھر ادھر بھٹک رہا تھا اس نے موقع سے فائدہ اٹھا کر مالوہ پر حملہ کر دیا اور دوبارہ مالوہ کی سلطنت پر قابض ہو گیا۔ ادھر اکبر بادشاہ کو اس بات کی خبر ملی کہ مالوہ مغلوں کے ہاتھ سے نکل چکا ہے تو وہ بہت رنجیدہ ہوا اور عبداللہ ازبک کی سپہ سالاری میں مالوہ پر فوج کشی کی لیکن باز بہادر کے اندر اکبری فوج سے نبرد آزما ہونے کی صلاحیت اب نہیں رہ گئی تھی اس لئے اس نے قلعہ کو خالی کر دیا اور اکبر کی فوج با سانی مالوہ پر قابض ہو گئی۔ اس طرح مالوہ سلطنت جس کا آغاز

(۸۰۴ھ/۱۴۰۱ء) میں دلاور خان غوری کی خود مختاری سے ہوا تھا اور ہوشنگ شاہ، سلطان محمود غزنوی اور غیاث الدین نے جسے پروان چڑھایا تھا باز بہادر کے چنگ و رباب کی تان کے ٹوٹتے ہی ۱۵۶۲ء میں زوال پذیر ہو کر مغلیہ سلطنت کا ایک حصہ بن گئی۔

مالوہ کا طرز حکومت: دلاور خان غوری کی خود مختاری کے اعلان (۱۴۰۱ء) کے بعد مالوہ میں آزاد سلطنت کا آغاز ہوتا ہے۔ دلاور خان نے ۱۴۰۶ء تک حکومت کی۔ اس کے انتقال کے بعد اس کا لڑکا ہوشنگ شاہ وارث سلطنت ہوا۔ اور یہیں سے مالوہ میں موروثی طرز حکومت کا آغاز ہوتا ہے۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ مالوہ میں باپ کے بعد بیٹے کی جانشینی سلطنت مالوہ کے آغاز (۱۴۰۱ء) سے اس کے زوال (۱۵۶۲ء) تک قائم رہی اور یہی مالوہ سلطنت کے زوال کا سبب بھی بنی۔ موروثی طرز حکومت کی وجہ سے مالوہ کی سلطنت ایک مطلق العنان حکومت بنی رہی۔ سلطان اگرچہ سلطنت کے کاروبار چلانے کے لئے وزراء، امرا اور مشیروں کا تقرر کرتا اور ان سے مشورہ بھی لیتا مگر آخری فیصلہ سلطان کا ہی ہوتا، البتہ اگر سلطان کسی سبب سے کمزور ہوتا تو یہ لوگ ہر معاملہ میں دخیل ہو جاتے۔ وارث سلطنت کے لئے کوئی دستور متعین نہیں تھا۔ یہ سلطان کی ایما پر تھا کہ جس لڑکے کو چاہے اسے اپنا ولی عہد مقرر کر دے جس کی وجہ سے سلطان کی اچانک موت واقع ہونے پر عموماً خانہ جنگی شروع ہو جاتی تھی۔

مالوہ سلطنت میں تین قسم کی مجلس (دربار) کا وجود تھا:

- (۱) دربار عام/مجلس عام: اس مجلس میں ملک کے اہم معاملات پر غور و خوض کر کے فیصلے اور ان کے اعلانات کئے جاتے، مجرم کی سزا اور معافی کا اعلان بھی اسی مجلس میں ہوتا، ولی عہد کی تقرری کا اعلان، دوسرے ممالک کے سفیروں (نمائندوں) کی پیشی بھی اس مجلس میں ہوتی۔ یہی وہ مجلس تھی جس میں عوام کو شرکت کی اجازت تھی۔
- (۲) دربار خاص/مجلس خاص: اس مجلس میں وزراء، مشیر اور عہدیدار شریک ہوتے۔ اس میں جنگ و صلح اور دفاعی امور سے متعلق فیصلے کیے جاتے تھے۔

- (۳) مجلس انس: اس مجلس میں سلطان کے ذاتی معاملات پر غور و خوض کیا جاتا اور اس سے متعلق فیصلے لئے جاتے۔ سلطنت کا نظم و نسق چلانا وزیر کے ذمہ تھا جسے ”عارض الممالک“ کہا جاتا تھا۔ مذہبی امور کے لئے ایک علیحدہ محکمہ قائم تھا۔

اس کے افسر اعلیٰ ”شیخ الاسلام“ کہلاتے تھے۔ عدلیہ کا محکمہ قاضی کے سپرد تھا مگر ان تمام امور پر پورا اختیار سلطان کا ہوتا تھا۔ منصب داری کا طریقہ رائج تھا اور پانچ سو سے بیس ہزاری تک کے منصب قائم تھے۔ سلطان کے ذاتی عملے میں حاجب، دبیر، دولت دار، میر شکار شامل تھے۔

مالوہ کے سلاطین مذہبی رجحان کے حامل تھے۔ اس لئے وہ علماء و مشائخ کی بڑی قدر کرتے تھے۔ ملکی معاملات میں ان سے یہ سلاطین مشورہ لیتے اور دوسرے ممالک سے جنگ ہونے کی صورت میں یہ لوگ (علماء و مشائخ) فریقین کے درمیان صلح کرانے میں اہم کردار نبھاتے تھے جیسا کہ ہوشنگ شاہ غوری اور سلطان محمود خلجی اول سید اشرف جہانگیر رحمۃ اللہ علیہ سے اکثر مشورہ لیا کرتے تھے۔ ۳۱

سلطنت مالوہ اپنے مضبوط سرحدی علاقے کی وجہ سے محفوظ تھی۔ اجمیر، بیانہ، کالپی، سرگوجہ، رائے پور، رتن پور وغیرہ سلطنت مالوہ کے لئے ”Buffer State“ (درمیانی ریاست) کی حیثیت رکھتے تھے جس کی وجہ سے مالوہ سلطنت چاروں طرف سے محفوظ تصور کی جاتی تھی۔ یہ ریاستیں اندرونی معاملات میں خود مختار ہونے کے باوجود مرکزی سلطنت (مالوہ) کے ماتحت تھیں اور خراج ادا کرتی تھیں۔ اس کے بدلے میں مرکزی حکومت ان کی حفاظت کی ذمہ دار تھی۔ سلطنت مالوہ صوبوں میں منقسم تھی جسے سرکار کہا جاتا تھا۔ ہر سرکار پر ایک حاکم مقرر تھا جن کا کام امور سلطنت کو بحال کرنا اور نظم و نسق کو برقرار رکھنا تھا۔

مالوہ کی فوجی تنظیم: مالوہ پر چونکہ دہلی، گجرات اور دوسری طرف سے ہمیشہ حملہ ہوتا رہتا تھا اس لئے سلاطین مالوہ نے دفاع کے پیش نظر کثیر تعداد میں فوج اکٹھا کر رکھی تھی فوج کا سربراہ وزیراعظم یا ”عارض الممالک“ ہوتا مگر سربراہ اعلیٰ (Commander in chief) بادشاہ ہی ہوتا۔ فوجوں کا تقرر مرکز میں کیا جاتا تھا۔ مگر مختلف سرکاروں کے حکمرانوں کو اپنے اپنے صدر مقام پر علیحدہ سے اپنی فوجیں رکھنے کا حق حاصل تھا اور یہ فوجیں ان کے مقامی ناموں مثلاً سارنگ پور فوج ”چندیری فوج“ وغیرہ سے پہچانی جاتی تھیں۔ پورے ملک کی افواج تین طبقوں (بٹالین) (۱) گھوڑ سوار فوج (۲) ہاتھی سوار فوج (۳) اور پیادہ فوج میں منقسم تھی۔

فوج کی ترتیب اس طرح سے تھی۔ میمنہ (دائیں)، میسرہ (بائیں)، قلب (مرکز)، جناح (قلب کے سامنے کا حصہ)، یازک (پیش قدمی کرنے والا) اور ساقا (پچھلے حصہ کی حفاظت کرنے والا دستہ) اس کے علاوہ ایک

اور دستہ ہوتا تھا جو فوج کو رسد اور ہتھیار پہنچایا کرتا تھا۔ فوج میں مقامی لوگوں کی بھرتی کی جاتی تھی اور انہیں جاگیریں دی جاتی تھیں تاکہ یہ لوگ وفادار رہیں۔

سماجی حالات: مالوہ کے سلاطین غیر ہندوستانی تھے۔ ان کے آباء واجداد ترک وطن کر کے ہندوستان آئے اور دہلی سلطنت میں رسائی پائی آہستہ آہستہ کلیدی عہدوں پر فائز ہو گئے۔ اس کے بعد یہ لوگ یہاں کی تہذیب و تمدن اور رہن سہن کو قبول کر کے اس میں اس طرح گھل مل گئے کہ گویا یہ یہیں کے باشندے ہوں۔

مالوہ کے سلاطین نے اس سرزمین (مالوہ) کو اپنا وطن سمجھا اور اسے ترقی دینے میں ایسی دلچسپی دکھائی کہ لوگ انہیں خلجی کی بجائے ”مالوی“ کہنے لگے۔ خود یہ سلاطین بھی اپنے کو مالوی کہلانے میں فخر محسوس کرتے تھے۔

سلاطین مالوہ نے رواداری کا بہترین ثبوت پیش کیا۔ ہندوؤں اور مسلمانوں کے ساتھ معاملات میں برابری اور غیر جانبداری برتی گئی۔ انہیں (ہندوؤں کو) کئی اہم عہدے پر بحال کیا مثلاً شیو داس، منہج، بسنت راؤ، میدنی رائے اور سالباہن وغیرہ کو وزیر سے ترقی دیکر وزرات عظمیٰ کا عہدہ تفویض کیا گیا۔ قرب وجوار کے ہندو راجکمار باغی ہو کر اگر مالوہ سلطنت میں پناہ لیتے تو ان کے ساتھ اچھا برتاؤ کیا جاتا۔ مالوہ سلطنت میں ہندوؤں کو مذہبی معاملات میں پوری آزادی حاصل تھی۔ جینوؤں کو ملک میں مندر تعمیر کرنے کی پوری اجازت تھی، محکمہ مالیات کا حاکم جینوؤں کو مقرر کیا گیا۔ ان کی کئی مذہبی کتابیں سلاطین مالوہ کی سرپرستی میں لکھی گئیں۔ ہندوؤں کے مذہبی جذبات اور عبادت خانوں کا پورا خیال رکھا گیا۔ ان کے ڈیڑھ سو سالہ دور اقتدار کی تاریخ میں ایک بھی مندر کو نہیں توڑا گیا۔^{۳۲} لیکن یہ سب کچھ یک طرفہ نہیں تھا بلکہ ہندوؤں نے بھی مسلم سلاطین کے ساتھ وفاداری کا ثبوت دیا اور مسلمانوں سے میل جول قائم کر کے مالوہ کی تعمیر و ترقی میں ایسی دلچسپی دکھائی کہ مالوہ ہندوستان کا ایک زرخیز اور ترقی یافتہ علاقہ بن گیا۔

اقتصادی حالات: مالوہ کی بیشتر آبادی کا انحصار زراعت پر تھا۔ یہاں کی معتدل آب و ہوا اور زرخیز زمین کی وجہ سے فصلیں اچھی ہوتی تھیں۔ آبپاشی کے لئے نہریں بندھ اور تالاب کثرت سے بنوائے گئے تھے جس کی وجہ سے خریف اور ربیع دونوں فصلیں تیار ہوتی تھیں۔ کاشتکار بڑی لگن سے کاشتکاری کرتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ مالوہ میں اناج کی افراط رہتی۔ حکومت اس غلہ کو شاہی ذخیرہ خانہ میں جمع کر لیتی اور مناسب موقعوں پر مناسب قیمت پر عوام کو

فراہم کرتی۔ اس سے ایک تو کاشتکاروں کو اس کی اچھی قیمت مل جاتی۔ دوسرے عوام خوش حال رہتے کبھی انھیں فاقہ کشی کی نوبت نہیں آتی۔ ساتھ ہی غربا و مساکین کو بادشاہ کی طرف سے مفت اناج مل جاتا۔

ابن بطوطہ نے یہاں کی آب و ہوا اور فصل کی تعریف کی ہے بالخصوص ”دھار“ کے گیہوں، پان اور خر بوزہ کی اس نے بڑی تعریف کی ہے۔ پان کے بارے میں کہتا ہے کہ یہاں کے پان خوشبودار اور ذائقہ دار ہوتے ہیں۔ ”دھار“ کا خر بوزہ اتنا اچھا ہوتا تھا کہ شیخ ابراہیم خر بوزہ کی کھیتی کی آمدنی سے اپنی خانقاہ کے اخراجات چلایا کرتے تھے نیز تیرہ لاکھ ٹنکا ہر سال سلطان فیروز تغلق کو دہلی بھیجا کرتے تھے۔^{۳۳} ابوالفضل نے بھی یہاں کے آم، انگور، خر بوزہ، گیہوں، ایون کپاس، اور مٹر کی بڑی تعریف کی ہے۔^{۳۴} جہانگیر نے بھی اپنی تزک میں مالوہ کے خر بوزہ اور آم کی تعریف کی ہے۔^{۳۵} ان پھلوں کے علاوہ مالوہ میں ایک خاص قسم کی املی اور کھرنی کے درخت پائے جاتے تھے۔ اس کے پھل بہت ذائقہ دار ہوتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ کھرنی کو مالوہ کا میوہ اور املی کو مانڈو کا تحفہ کہا جاتا تھا۔

مالوہ میں گھنے جنگلات کا ایک بڑا علاقہ تھا۔ جنگلات سے لکڑی کے علاوہ پھل، شہد، موم، گوند اور لاکھ وغیرہ دستیاب ہوتے تھے جس سے بہت سی چھوٹی چھوٹی گھریلو صنعتیں چلتی تھیں۔ ساتھ ہی جنگل میں ہری بھری گھاس کی کثرت سے مویشی پالنے کا رواج بھی تھا۔ ان مویشیوں سے اون، گوشت، دودھ اور گھی، دستیاب ہوتے تھے۔ مالوہ کے مسلم عہد سلطنت میں دودھ بیچنا معیوب سمجھا جاتا تھا۔^{۳۶}

معدنیات: کوہ بندہ یا چل کی سطح مرتفع پر واقع ہونے کی وجہ سے مالوہ میں معدنیات کی بہتات تھی۔ پہاڑی علاقے میں چونے کی کانیں اور چونے کے پتھر کثرت سے ملتے تھے جو تعمیراتی کاموں میں استعمال ہوتے تھے۔ اس کے علاوہ مختلف رنگ کے (مثلاً سفید، بھورے سرخ، کالے) پتھر پائے جاتے تھے۔ رتن پور، بیڑا گڑھ، اور پنارائے میں ہیرے کی کانیں تھیں۔ یا قوت، بیدار منی، فیروزہ و زمرود وغیرہ بھی کثرت سے پائے جاتے تھے۔

گھریلو صنعتیں بھی کافی عروج پر تھیں جن میں لکڑی پر نقاشی، جنگلی جانوروں کی کھال کی دباغت سے استعمال میں آنے والی مختلف طرح کی اشیاء، ہاتھی دانت کے زیورات، کھلونے و چوڑیاں اور لاکھ (Lead) کے کھلونے، اور چوڑیاں تیار ہوتی تھیں۔ نیز پتھر پر پالش، رنگ سازی و روغن سازی، چینی مٹی کے برتن اور اس پر نقش نگاری وغیرہ بھی گھریلو صنعتوں میں شمار ہوتی تھیں۔

مالوہ میں سوتی کپڑے تیار کرنے کے کثرت سے کارخانے پائے جاتے تھے بالخصوص مانڈو میں سوتی کپڑے کی صنعت عروج پر تھی۔ حاصل پور کے مقام پر ایک قسم کا باریک سوتی کپڑا تیار ہوتا تھا جو اتنا باریک ہوتا تھا کہ اس کی ایک تھان کو مٹھی (مشت) میں رکھا جاسکتا تھا۔ ۷۳

ابوالفضل نے بھی امان اور خاصہ^{۷۴} نامی باریک کپڑے کی تعریف کی ہے سرونج میں ایک قسم کا ململ تیار ہوتا تھا جسے ”للمل محمودی“ کہا جاتا تھا سوتی کپڑے پر زردوزی کا بھی کام ہوتا تھا مگر یہ صرف شاہی کارخانوں میں تیار ہوتے تھے اس میں سونے کے تار اور جواہرات لگے ہوتے تھے جو شاہی پوشاک، قبا، چھتر، کلاہ، کمر بند وغیرہ کے لئے مختص تھے۔

تانبا، پیتل کے برتن سازی کے کارخانے بھی پائے جاتے تھے۔ مانڈو میں یا قوت، فیروزہ، زمرد کے برتن تیار ہوتے تھے جو بادشاہ اور امراء کے گھروں میں استعمال ہوتے تھے۔ ان برتنوں میں اگر زہرا لودکھانا رکھا جاتا تو اس کے اندر شگاف ہو جاتا تھا۔ جس سے کھانے میں زہر کی موجودگی کا پتہ چل جاتا تھا۔

سلاطین و امراء کے یہاں سونے چاندی کے منقش برتن مثلاً پاندان، خاصدان، عطر دان، نرگس دان، پھول دان، وغیرہ استعمال ہوتے تھے۔ یہ تمام اشیاء گھریلو صنعت میں شمار ہوتی تھیں۔

سلاطین مالوہ کے عہد میں مالوہ کی صنعت اور تجارت بڑی عروج پر تھی۔ کاریگروں کو ان کی مصنوعات کی اچھی قیمتیں ملتیں اور وہ خوشحال رہتے۔ باہر سے آنے والے تاجروں کو مالوہ میں سہولیات دی جاتیں۔ ان کی جان و مال کی حفاظت کا ذمہ لیا جاتا تھا کہ باہر کا مال مالوہ میں آ سکے اور مالوہ کا مال باہر جاسکے اور مالوہ کے مزدور و تاجر طبقہ کو فائدہ حاصل ہو سکے۔

ثقافتی حالات: (Cultural Condition): سلاطین مالوہ نے نہ صرف ملک کی توسیع کی طرف دھیان دیا بلکہ تعمیر و ترقی میں دلچسپی لیکر اسے عروج بخشا، مالوہ اور ایرانی علوم کے ملاپ سے ایک نئی تہذیب اور نئے سماج کی بنیاد ڈالی اور بلا امتیاز مذہب و ملت مالوہ کی ترقی کے لئے کوششیں کیں۔ مالوہ کے خلجی سلاطین کے عہد میں مالوہ نے مختلف میدانوں مثلاً زراعت، تعلیم، فن تعمیر، معماری اور موسیقی میں بے حد ترقی کی۔

فن مصوری: غوری سلاطین مالوہ (دلاور خان و ہوشنگ شاہ) نے استحکام سلطنت کی طرف زیادہ دھیان دیا جس کی وجہ سے اس عہد میں دیگر میدانوں میں کوئی خاص ترقی نہیں ہوئی۔ یہ سلاطین دفاع کے پیش نظر قلعے اور دروازے تعمیر

کرانے میں مشغول رہے البتہ سلطان محمود خلجی اول کے عہد میں سلطنت کو استحکام مل چکا تھا اس لئے اس عہد میں فنون لطیفہ کی طرف توجہ دی گئی اور مختلف میدانوں مثلاً فن تعمیر، موسیقی، اور مصوری میں نہ صرف دلچسپی دکھائی گئی بلکہ اس کی سرپرستی بھی کی گئی۔

سلطان محمود خلجی اول کے عہد میں فن مصوری کی نہ صرف بنیاد رکھی گئی بلکہ اسے بڑھاوا بھی ملا۔ سلطان محمود خلجی اول نے خراسان کے سفیر جمال الدین استرآبادی کے ذریعہ ۱۴۶۷ء میں ہرات سے مصور بلوائے ہرات کی مصوری اس وقت عروج پر تھی۔ مالوہ میں ایرانی اور چینی مصوری کی آمیزش سے ایک نئے طرز کی مصوری وجود میں آئی جو ”مالوہ مصوری“ کے نام سے مشہور ہوئی۔ سلطان غیاث الدین اور ناصر الدین خلجی کے عہد میں کئی کتابوں مثلاً بوستان سعدی، داستان امیر حمزہ، مفتاح الفضل اور نعمت نامہ ناصر شاہی کو مصور تیار کیا گیا اور جین دھرم کی ایک کتاب ”جین کلپ سوتر“ کا بھی مالوہ میں مصور نسخہ تیار کیا گیا۔

فن موسیقی: مالوہ میں موسیقی کا رواج عہد قدیم سے ہی رہا ہے۔ یہاں ہندو حکمرانوں کے عہد میں بھی چنگ و رباب کی آوازیں سنائی دیتی تھیں۔ مسلم حکمرانوں میں سلطان محمود خلجی اول کے عہد میں جہاں دیگر فنون کو ترقی ملی وہیں فن موسیقی کو بھی عروج حاصل ہوا۔ سلطان محمود خلجی اول کے محل میں ہر قسم کے ساز کی آواز سنائی دیتی تھی۔ شہاب حکیم مؤلف مائثر محمود شاہی نے بھی سلطان محمود خلجی اول کے عہد میں نغمہ و موسیقی کی محفل سبجے ہونے کا ذکر کیا ہے اور اس کے عہد میں استعمال ہونے والے آلات مثلاً دف، چنگ، باجر، فنی، بربط، رباب، نی، ادا اور ارغون وغیرہ کا ذکر کیا ہے۔ سلطان غیاث الدین اور ناصر الدین خلجی کے عہد میں رقص و سرود کی محفلیں کثرت سے سبجے لگیں، رقاصوں اور گانے والیوں کے لئے علیحدہ تربیت گاہیں قائم ہوئیں۔ شاہی حرم سرا اور امراء کے دربار میں ان کا وجود لازمہ دربار سمجھا جانے لگا۔ لیکن حقیقت میں اس فن کو سب سے زیادہ ترقی سلطان باز بہادر کے عہد میں ہوئی۔ باز بہادر کو حکومت سے زیادہ سنگیت (موسیقی) سے دلچسپی تھی۔ وہ خود بھی اس فن میں دسترس رکھتا تھا۔ اس نے ہر درباری کے لئے موسیقی کا سیکھنا لازمی قرار دیدیا تھا۔ سلطان باز بہادر نے ”سارنگ پور“ میں موسیقی کی تعلیم کے لئے ایک اسکول بھی قائم کیا تھا جس میں دور دراز کے علاقوں سے طلبہ موسیقی سیکھنے کے لئے آتے تھے۔ روپ متی اسی اسکول کی ایک طالبہ تھیں۔ روپ متی اور باز بہادر کی محبت کے سر یہیں ملے اور نوبت یہاں تک پہنچی کہ روپ متی کو باز بہادر نے اپنی

حرم سرا میں داخل کر لیا۔

روپ متی گجرات کے ایک برہمن بدورائے کی بیٹی تھی۔ بدورائے کے والد گورے لال پٹواری سلطان بہادر شاہ گجراتی کے مالوہ فتح کرنے کے بعد گجرات سے مانڈو آ گئے تھے اور یہیں بمقام سارنگ پور مکمل طور پر سکونت پذیر ہو گئے۔ ۱۵۳۸ء میں روپ متی یہیں پیدا ہوئی۔ باپ نے تعلیم و تربیت کے لئے اتالیق رکھے مگر اس کا رجحان موسیقی کی طرف تھا روپ متی نے ابتدائی تعلیم حاصل کر کے فن موسیقی کی طرف توجہ کی اور سارنگ پور کے اسی اسکول میں داخلہ لیا اور جلد ہی اس فن میں دسترس حاصل کر کے پورے مالوہ میں مشہور ہو گئی۔ ”راگ بھوپ کلیان“ اسی کی ایجاد ہے۔ وہ ماہر موسیقار کے ساتھ ساتھ ایک ادیبہ اور شاعرہ بھی تھی اور ہندی، راجستھانی اور مالوی زبان میں بہترین شاعری کرتی تھی۔ اس کی ہندی غزلیں اور دوہے بہت مشہور ہیں۔

چت چندیری من مالوی حیا ہاروتی مائے رتھمبور میں سیج سجاوان پیا مانڈو مائے بن پیا جیا، چاہت ہے سکھ راج روپ متی دکھیا بھئی بن بہادر باج میدان موسیقی میں مالوہ کی سب سے اہم شخصیت باز بہادر کی ہے جو اس میدان میں اپنا ثانی نہیں رکھتا تھا۔ ”خیال باز خانی“ اسی کی ایجاد ہے۔ ابوالفضل نے چھتیس فن کاروں کا ذکر کیا ہے جس میں تان سین اور باز بہادر کی موسیقی کی بہت تعریف کی ہے۔ ۳۹۔

فن تعمیر:- دلاور خان غوری جب مالوہ سلطنت کا خود مختار حکمران بنا تو اسے استحکام سلطنت سے فرصت ہی نہیں ملی کہ وہ دیگر علوم و فنون کی طرف توجہ دیتا۔ البتہ اس کے عہد میں چند قلعے اور مساجد کی تعمیر کا ذکر ضرور ملتا ہے۔ اس کے عہد کا سب سے پہلا تعمیری کارنامہ قلعہ مانڈو کی تعمیر ہے جو اس کے لڑکے الپ خاں نے بنوایا تھا۔ غوری سلاطین مالوہ کے عہد میں قلعوں اور دروازوں کی طرف زیادہ توجہ دی گئی۔ جس کا مقصد سلطنت کا تحفظ تھا۔ مگر خلیجوں کے عہد میں اس فن کو حقیقی عروج ہوا۔

مالوہ میں فن تعمیر کی ترقی کی کئی وجوہات تھیں۔

الف: دفاع کے پیش نظر قلعے اور فوجی چھاؤنیاں تعمیر کرائی گئیں تاکہ قرب و جوار کے حکمرانوں کے حملوں سے بچا جاسکے۔

ب: سلاطین مالوہ بالخصوص خلجیان مالوہ شروع سے ہی تعمیراتی ذہن رکھتے تھے اور انہیں اس سے دلچسپی بھی تھی۔ وہ عالی شان محلات اور عمارات تعمیر کرا کے اپنی شان و شوکت اور رعب و دبدبہ بھی دکھانا چاہتے تھے۔

ج:۔ ان تعمیراتی کاموں کی وجہ سے ایک بہت بڑے طبقہ کو روزگار مل جاتا تھا۔

ابتدا میں مالوہ میں مسلم حکمرانوں کے عہد میں جو بھی تعمیرات ہوئی ہیں وہ تغلق اور لودی طرز تعمیر سے متاثر تھیں ہوئیں ہیں مالیوں نے تغلق اور لودی طرز تعمیر کے اندر کچھ تبدیلی کر کے ایک نئے طرز تعمیر کو جنم دیا جو بعد میں مالوہ طرز تعمیر کے نام سے مشہور ہوا۔

مالوہ کا فن تعمیر تین ادوار پر مشتمل ہے۔

پہلا دور:۔ اس دور میں دھار اور مانڈو میں قلعے اور مسجدیں تعمیر ہوئیں مگر چونکہ اس وقت تغلق اور لودی فن تعمیر مالوہ میں نہیں پہنچا تھا اس لئے یہ تعمیرات ”ہندو آرٹ“ کے طرز پر تعمیر ہوئیں بایں وجہ مسجدوں پر گنبد اور محراب نہیں ملتے۔ ستونوں پر پتھر کے پاٹ ڈال کر چھت ڈال دی جاتی تھی اور ستونوں پر نقش و نگار بنائے جاتے تھے۔ بعض مسجدوں کی دیواروں پر ہندو مورتیوں کی تصویریں بھی پائی جاتی ہیں جس کی وجہ یہ ہے کہ ان مسجدوں میں شکستہ اور کھنڈر مندروں کے پتھر لگا دیئے گئے ہیں۔ مگر یہ پتھر مندر کے مالکوں سے خرید کر لگائے ہیں۔ مورخین کا اس بات پر اتفاق ہے کہ مالوہ کے ڈیڑھ سو سالہ (۱۴۰۱-۱۵۶۲ء) عہد میں کسی بھی مندر کو توڑ کر مسجد تعمیر نہیں کی گئی۔ اس طرز تعمیر کا نمونہ کمال مولا مسجد دھار (تعمیر ۱۳۹۵ء)، لاٹ مسجد دھار (تعمیر ۱۴۰۵ء)، دلاور خاں مسجد مانڈو (تعمیر ۱۴۰۵ء) اور ملک مغیث کی مسجد مانڈو (تعمیر ۱۴۵۲ء) وغیرہ وغیرہ ہیں۔

دوسرا دور:۔ فن تعمیر کا دوسرا دور سلطان ہوشنگ شاہ کے دارالسلطنت دھار سے مانڈو کی منتقلی سے سلطان محمود خلجی اول کے عہد تک ہے۔ اس دور میں ہندو مسلم فن تعمیر پوری طرح شیر و شکر ہو گئے تھے۔ فن کاروں نے مانڈو کی قدرتی جائے وقوع کی مناسبت سے ہم آہنگی پیدا کر کے اس کے اندر جدت اور دلکشی پیدا کر دی۔ یہی طرز تعمیر بعد میں مالوہ میں رائج ہوئی اور مالی طرز تعمیر کے نام سے مشہور ہوئی۔

اس عہد کی پہلی عمارت ”جامع مسجد مانڈو“ ہے جس کی تعمیر سلطان ہوشنگ شاہ کے عہد میں شروع ہوئی مگر اس کی تکمیل سلطان محمود خلجی اول کے عہد میں (۸۵۸ھ/۱۴۵۴ء) میں ہوئی۔ دوسری عمارت مقبرہ ہوشنگ شاہ ہے۔ اس کی تعمیر

کا آغاز بھی سلطان ہوشنگ شاہ نے اپنی حیات میں کیا تھا مگر یہ بھی سلطان محمود خلجی اول کے عہد میں پایہ تکمیل کو پہنچی۔ اس عہد کی دیگر مشہور عمارتوں میں مدرسہ اشرفی محل، جہاز محل، ہنڈولہ محل وغیرہ ہیں۔

تیسرا دور: پندرہیں صدی کے اواخر سے سولہویں صدی عیسوی کے اوائل پر محیط ہے۔ اس دور کے مشہور محلات میں باز بہادر کا محل، روپ متی کا محل، چشتی خاں کا محل، گد اشاہ کا محل، اجین کالیدہ محل اور سعادل پور کا محل وغیرہ ہیں جبکہ مانڈو کا نیل کنٹھ محل مغل طرز تعمیر کا نمونہ ہے۔

یہاں پر مالوہ کی مشہور عمارتوں کا مختصر اُذکر کیا جاتا ہے۔

مدرسہ اشرفی محل: جامع مسجد مانڈو کے مشرقی دروازہ کے سامنے ایک مدرسہ ہے جو سید اشرف جہانگیر سمنانی رحمۃ اللہ علیہ کے نام سے منسوب ہے۔ سلطان ہوشنگ شاہ اور سلطان محمود خلجی اول کو آپ سے بڑی عقیدت تھی اور امور سلطنت میں یہ لوگ آپ سے مشورہ لیا کرتے تھے۔

مدرسہ کے قریب سلطان محمود خلجی کا مقبرہ ہے اور اس کے شمال مشرق میں ایک سات منزلہ مینار ہے جو میواڑ کی فتح کی یادگار میں محمود خلجی نے بنوایا تھا۔ اب اس کی صرف ایک منزل باقی رہ گئی ہے۔

مقبرہ محمود خلجی:۔ یہ مقبرہ سلطان محمود خلجی اول نے اپنی حیات ہی میں تعمیر کرایا تھا، پورا مقبرہ سنگ مرمر کا بنا ہوا ہے مگر چونکہ اس کی بنیاد کمزور تھی اس لئے عمارت جلد خستہ ہو گئی۔ عہد اکبری میں اس عمارت کو عماد الدین حسین نے مرمت کر کے محرم ۱۶۰۴ء میں اپنے نام کا کتبہ مشرقی دیوار پر نصب کرا دیا ہے جو مندرجہ ذیل ہے۔

”برتاشیان این بالا خانہ فیروزی و رواق پوشیدہ نمائد کہ در زمان دولت و سلطنت حضرت خلافت

بنامی ظل الہی جلال الدین محمد اکبر پادشاہ غازی فقیر حقیر محمد طاہر بن صلاح الدین حسین بن سلطان

علی سزاداری توفیق تعمیر این بنای عالی یافت در ماہ محرم سال ہزار و ششصد و چہار میلادی۔“

یہ مقبرہ سطح زمین سے ۲۴ فٹ کی بلندی پر ہے۔

مقبرہ ہوشنگ شاہ: اس مقبرہ کی تعمیر کا کام سلطان ہوشنگ شاہ نے شروع کیا تھا مگر سلطان ہوشنگ شاہ کا اسی درمیان انتقال ہو گیا۔ اس لئے یہ کام ادھورا رہ گیا۔ سلطان محمود خلجی اول جب برسر اقتدار آیا تو اس نے اس مقبرہ کو پورا کیا۔ پورا مقبرہ سنگ مرمر کا بنا ہوا ہے۔ اس کا شمار مانڈو کی بہترین اور خوبصورت ترین عمارتوں میں ہوتا ہے۔ یہ

عکس اشرفی محل

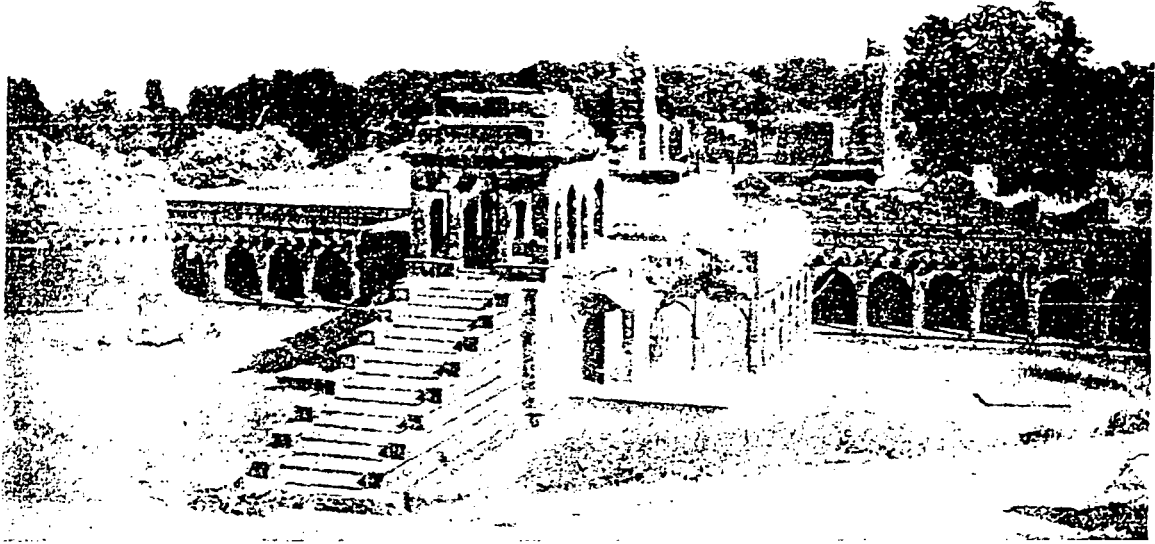


Fig. 1

Mandu: Ashrafi Mahal

(Copyright by Department of Archaeology, Government of India)

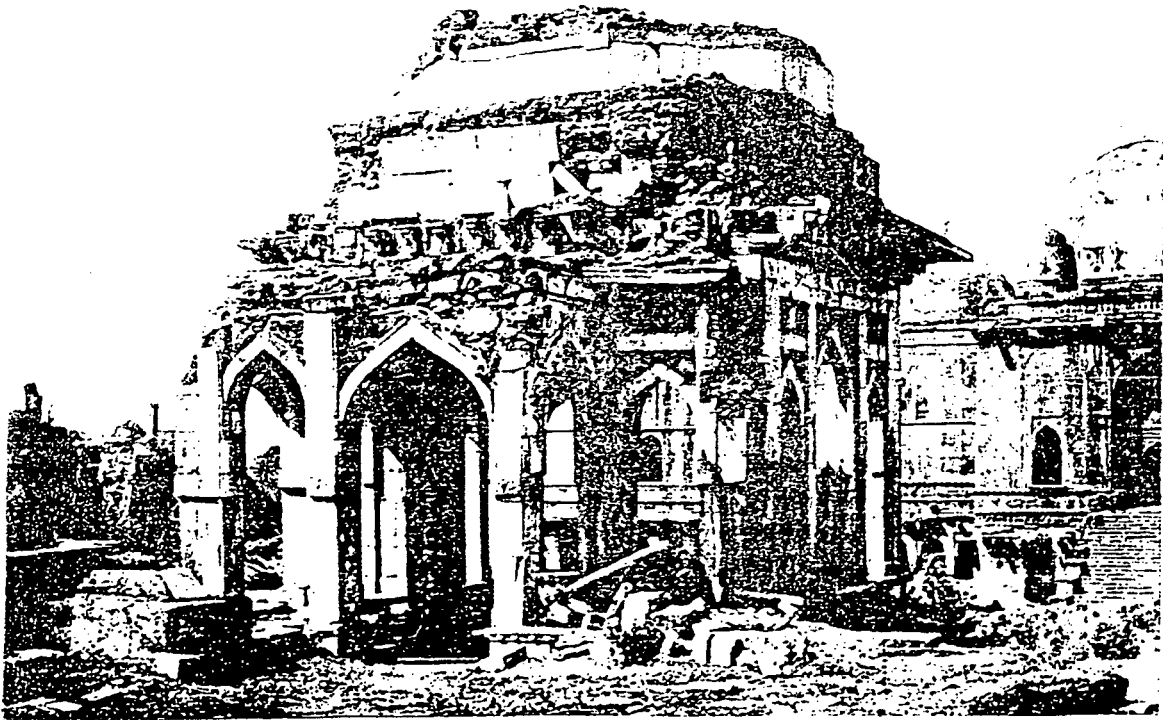


Fig. 2

Mandu: Ashrafi Mahal, Top

(Copyright by Department of Archaeology, Government of India)

مقبرہ جامع مسجد مانڈو کے مغرب میں واقع ہے۔

اس مقبرہ کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ لطف اللہ مہندس ۱۶۵۹ء میں تاج محل کی تعمیر سے قبل اسے دیکھنے آیا تھا اور اس نے اپنے یہاں آنے کے ثبوت میں اس مقبرہ کے دروازہ کے دائیں جانب مندرجہ ذیل چند جملے کندہ کروائے تھے۔ جو ابھی تک موجود ہیں۔

”بتاریخ نیم ربیع الثانی ہزار و ہفتاد ہجری (۱۰۷۰ھ) لطف اللہ مہندس ابن استاد احمد معمار شاہجہاں

وخواجہ جادو رائے استاد سیورام و استاد حامد بھت زیارت آمدہ بود، دو کلمے بطور یادگار نوشت۔“ ۴۱

مقبرہ کے چاروں کونوں پر چھوٹے چھوٹے گنبد ہیں ان گنبدوں میں مسامات تھے جس کے ذریعہ ہوا داخل ہوتی تھی اور ہوا سرد ہو کر پانی میں تبدیل ہو جاتی تھی پھر وہ پانی قطرہ قطرہ ہوشنگ شاہ کے تابوت پر ٹپکتا تھا جسے ہوشنگ شاہ کی کرامت پر محمول کیا جاتا تھا اور اسی مناسبت سے ہر سال سلطان ہوشنگ شاہ کا عرس منایا جاتا تھا۔ مگر چونکہ اب ان مسامات میں گرد و غبار اور چونا وغیرہ جمع ہو جانے کی وجہ سے پانی کا ٹپکنا بند ہو گیا ہے اس لئے عرس کا یہ سلسلہ بھی تقریباً سو سال سے بند ہو گیا ہے۔

طویل محل :- یہ ایک منزلہ عمارت ہے جو شاہی پہرے داروں اور گھوڑوں کے اصطبل کے لئے استعمال ہوتی تھی۔ ایک منزل سطح زمین کے نیچے تھی جو اصطبل کے طور پر استعمال ہوتی تھی اور سطح زمین سے اوپر جو دو منزلہ عمارت تھی وہ پہرے داروں کے رہنے کے لئے استعمال میں آتی تھی۔ فی الوقت یہ عمارت سیاحوں کے لئے Rest house کے طور پر استعمال ہوتی ہے۔

جہاز محل :- اس محل کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ اس محل کے مشرق میں کپورتالاب اور مغرب میں منبج تالاب ہے۔ محل کے مغرب میں چمپاؤلی اور شاہی محلات پر کھڑے ہو کر دیکھنے سے اس محل کا پورا عکس منبج تالاب میں جہاز کی شکل میں نظر آتا ہے۔ اس لئے اسے جہاز محل کہا جاتا ہے۔

اس محل کو سلطان غیاث الدین خلجی نے بنوایا تھا اور اسے وہ حرم سرا کے طور پر استعمال کرتا تھا۔ محل کی لمبائی ۲۶۱ فٹ، چوڑائی ۴۸ فٹ اور بلندی ۳۱ فٹ ۶ انچ ہے۔

ہنڈولہ محل :- یہ محل سلطان غیاث الدین نے بنوایا تھا اور اسے وہ دیوان عام کے طور پر استعمال کرتا تھا۔ اس محل کی

عکس چهارم -

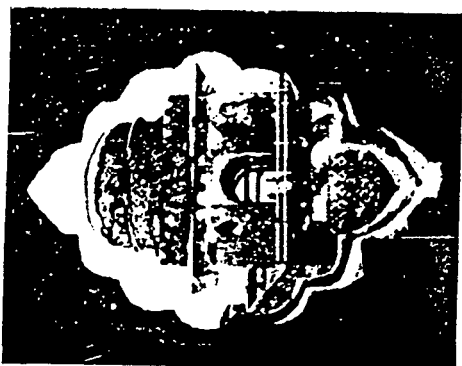
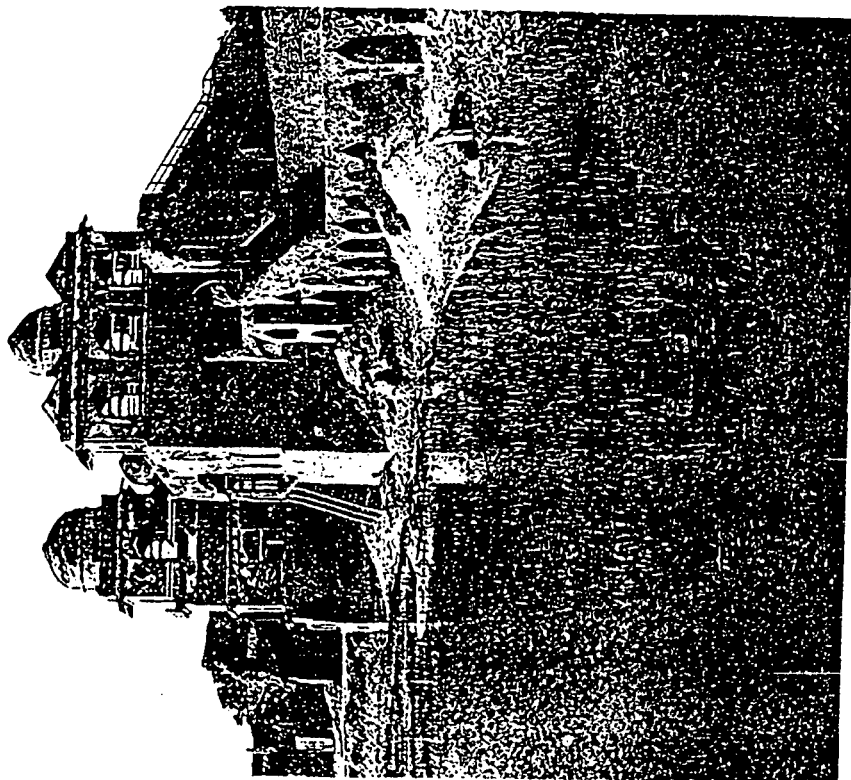
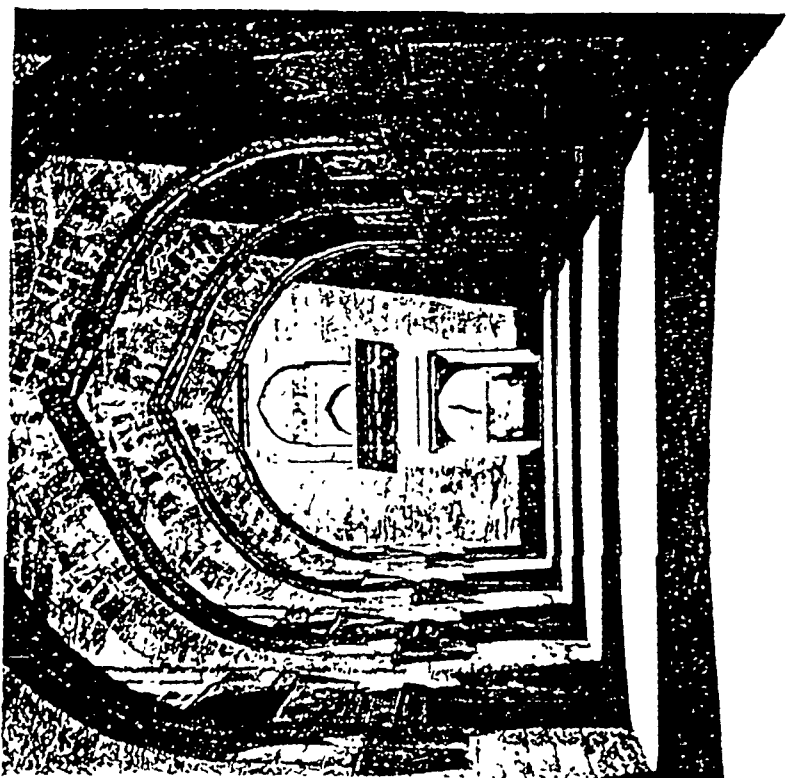
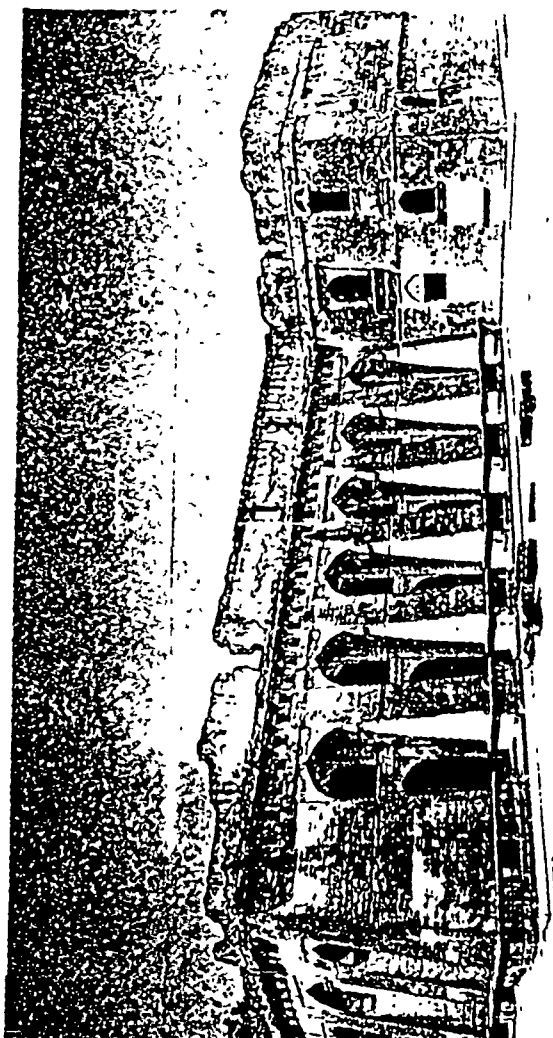


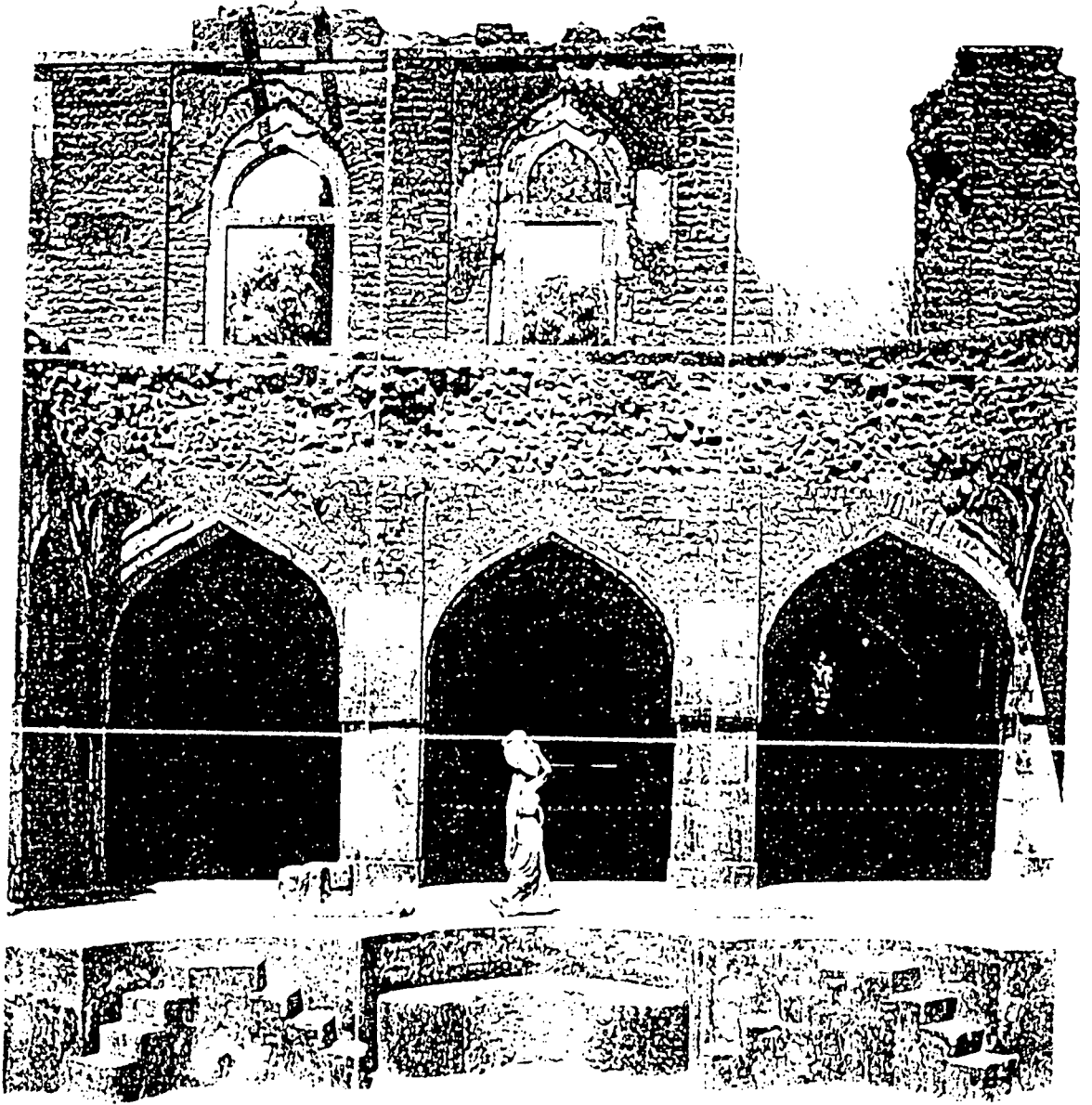
Fig 2.20b



عند بنو مله



عکس جہاز محل



Jahaz Mahal,
Mandu

دیواریں جھکی ہوئی اور ڈھلوان ہیں اور نیچے سے ۷ فٹ ۶ انچ زیادہ چوڑی ہیں جس کی وجہ سے ایسا لگتا ہے کہ عمارت جھول رہی ہے۔ اسی لئے اسے ہنڈولہ محل کہا جاتا ہے۔ اپنی سادگی تعمیر کی وجہ سے یہ محل بڑا دلکش معلوم ہوتا ہے۔ عمارت کا ایک حصہ ایوان صدر پر مشتمل ہے۔ شمال کی طرف جو حصہ نکلا ہوا ہے وہ انگریزی حرف ”T“ کی شکل کا معلوم ہوتا ہے۔ یہی نکلے ہوئے حصے کی دوسری منزل بیگمات کے لئے مخصوص تھی جہاں بیگمات بیٹھکر دربار کی کارروائی کا مشاہدہ کرتی تھیں۔

شاہی محلات و چمپا باؤلی: ہنڈولہ محل کے مغرب کی طرف سے نکلتے ہی عمارتوں کا ایک طویل سلسلہ ہے یہ عمارتیں شاہان مالوہ کی رہائش اور حرم سرا کے لئے استعمال ہوتی تھیں۔ حوادث زمانہ سے یہ عمارتیں اب تباہ ہو چکی ہیں۔ ہنڈولہ محل کے قریب ہی ایک کنواں ہے جس کا نام چمپا باؤلی ہے۔ اس باؤلی کے اندر ایک تہہ خانہ ہے جس میں بادشاہ، بیگمات اور دیگر اہل خانہ موسم گرما میں آرام کرتے تھے۔ تہہ خانہ منج تالاب کی سطح آب کے برابر ہے اور اس تہہ خانہ میں منج تالاب سے ایک نہر آتی ہے جو تہہ خانہ کو سرد رکھتی ہے۔ باؤلی کے چاروں طرف محراب دار طاقیں ہیں۔ باؤلی کا اوپری حصہ روشنی اور ہوا کے لئے کھلا ہوا ہے۔ عہد جہانگیری میں مالوہ کا صوبہ دار آصف خاں اس محل کو اپنی رہائش کے لئے استعمال کرتا تھا۔ شاہ جہاں نے دکن کی مہم کے دوران اپنی بیوی ممتاز محل کے ہمراہ یہیں قیام کیا تھا۔ اور ممتاز محل کے بطن سے شہزادی روشن بیگم یہیں پیدا ہوئی تھی۔

اجالی باؤلی اور اندھیری باؤلی: شاہی احاطہ میں دو کنویں ہیں جسے اجالی باؤلی اور اندھیری باؤلی کے نام سے جانا جاتا ہے۔ انہیں دو باؤلیوں اور چمپا باؤلی سے شاہی محل میں پینے کا پانی جاتا تھا۔ مشرق و مغرب دونوں جانب باؤلی کی تہہ تک زینے بنے ہوئے ہیں۔ باؤلی کے شمالی حصے پر پانی نکالنے کے لئے چرسی لگی ہوئی ہے۔ جا بجا سیڑھی کو کشادہ کر دیا گیا ہے جس پر پہرے داروں کے لئے کمرے بنے ہوئے ہیں۔

گداشاہ کی دکان: گداشاہ، سلطان محمود خلجی اول کے عہد کا مودی تھا۔ گداشاہ کی دکان دراصل ایک دیوان خانہ تھی۔ یہ دیوان خانہ بادشاہوں کے دربار عام کے لئے استعمال ہوتا تھا اور ہنڈولہ محل دربار خاص کے لئے۔ چونکہ گداشاہ کی دکان اس محل کے قریب تھی، اس لئے اس کا نام گداشاہ کی دکان ہی پڑ گیا۔ اس عمارت کی لمبائی ۱۳۰ فٹ اور چوڑائی ۳۱ فٹ ہے اور اس کی چھت پر محرابیں ہیں۔

گداشاہ کا مکان: ہندو لمحہ سے گذر کر گداشاہ کے مکان کو راستہ جاتا ہے۔ یہ ایک دو منزلہ عمارت ہے۔ صدر میں ایک فوارہ ہے جس میں ہاتھی اور شیر کی صورتیاں بنی ہوئی ہیں۔ انہیں دونوں جانوروں کی صورتوں سے پانی باہر نکلتا ہے۔ یہ منظر بڑا حسین لگتا ہے۔ عمارت کا اگلا حصہ تصویروں اور نیل بوٹوں سے آراستہ ہے۔

دائی کا محل:۔ سلاطین مالوہ دایوں (نوکرانیوں) کے لئے بھی علیحدہ سے مکان تعمیر کراتے تھے۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ مرنے کے بعد ان دایوں کو اسی محل میں دفن دیا جاتا تھا۔ یہ محل ماندو کی قدیم ترین اور بلند ترین عمارتوں میں شمار ہوتی ہے۔ اس محل کو سلطان محمود خلجی اول نے اپنی دایہ کے لئے بنوایا تھا۔ اسی محل کے قریب ایک گور محل ہے جو سلطان محمود خلجی کی دایہ کی چھوٹی بہن کا محل ہے۔

مقام صدائے بازگشت:۔ ساگر تالاب کے قریب کھرنی کے درختوں کی قطار ہے۔ اس کے قریب سڑک کے کنارے پر پتھر کی ایک سل رکھی ہوئی ہے۔ اس پتھر پر کھڑے ہو کر دائی کے محل کی طرف رخ کر کے آواز لگائی جائے تو یہ آواز گور محل کے گنبد سے ٹکڑا کر واپس آ جاتی ہے۔ اسی لئے اس مقام کو صدائے بازگشت (Echo Point) کہتے ہیں اور اس پتھر سے الگ ہٹ کر اگر آواز لگائی جائے تو دوہری آواز بازگشت (Double echo) ہوتی ہے اس لئے سیاحوں کے لئے یہ مقام بڑا دلچسپ مانا جاتا ہے۔

ریوا کنڈ:۔ یہ ایک تالاب ہے جس کو سلطان باز بہادر نے کھدوایا تھا اور اپنی محبوب بیگم روپ متی کی ماں ریو ابائی کے نام پر اس کا نام ریوا کنڈ رکھا تھا۔ تالاب چاروں طرف سے پختہ ہے اور سطح آب تک جانے کے لئے سیڑھیاں بنی ہوئی ہیں۔ ہندو اسے متبرک مان کر یہاں اشران کرنے آتے ہیں۔ ان کا خیال ہے کہ اس میں دریائے نریدا سے سوت ملا ہوا ہے۔

باز بہادر کا محل:۔ یہ محل ریوا کنڈ کے مشرقی کنارے پہاڑی کی ڈھال پر واقع ہے۔ اس محل کو سلطان ناصر الدین خلجی نے (۹۱۶ھ/۱۵۰۸ء) میں تعمیر کرایا تھا جیسا کہ اس کے کتبہ سے پتہ چلتا ہے۔

”برزمان ملت سلطان الاعظم الخاقان الاعظم الاکرم ناصر شاہ خلجی کتبہ یوسف ۹۱۴ھ۔“

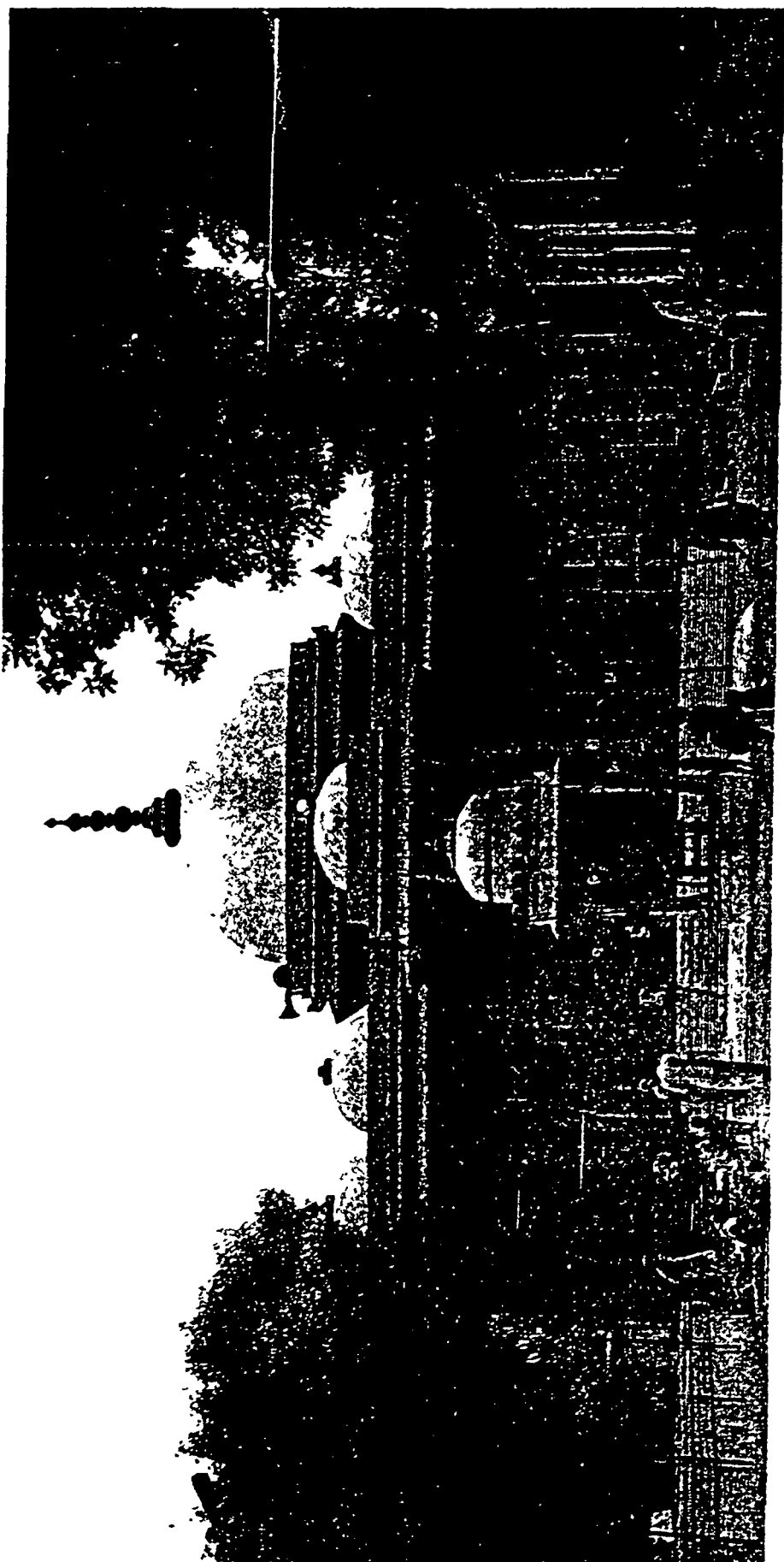
محل کے چاروں طرف دالان اور کمرے ہیں اور صدر میں ایک خوبصورت حوض ہے۔ باز بہادر جب بادشاہ بنا تو اس نے مزید اس کے اندر تزئین اور تعمیر کرا کر اس کو اپنی قیام گاہ بنایا۔ اسی وجہ سے یہ باز بہادر کے محل کے نام سے مشہور ہے۔

روپ متی کاشہ نشین: یہ عمارت دراصل ایک فوجی چھاؤنی تھی جو قلعہ مانڈو کی حفاظت اور دشمن کی فوج کی نقل و حرکت کو دیکھنے کے لئے بنائی گئی تھی۔ جب دریائے نربدا وادی نماڑ سے بل کھاتی ہوئی گذرتی ہے تو اس وقت کا منظر بڑا حسین ہوتا ہے۔ روپ متی روزانہ اس جگہ آ کر بیٹھتی تھی اور اس حسین منظر سے لطف اندوز ہوتی تھی۔ اسی لئے اس کا نام روپ متی کاشہ نشین (Roopmati Pavillion) پڑ گیا۔ دریائے نربدا کے بل کھائے ہوئے نظارے غروب آفتاب کے وقت اور چاندنی رات میں بڑے دل فریب ہوتے ہیں۔ اس محل کی اونچائی نماڑ کی وادی سے ۱۲ فٹ بلند ہے اور یہ مقام نماڑ کا سنگم کہلاتا ہے۔ یہاں سے دریائے نربدا اور کوہ ست پڑا صاف دکھائی دیتے ہیں۔ عمارت تین حصوں پر مشتمل ہے۔ پہلی عمارت اصل عمارت ہے۔ دوسری ایک تہہ خانہ اور تیسری شہ نشین ہے۔ یہ دونوں عمارتیں بعد میں اصل عمارت میں اضافہ کر کے بنائی گئی ہے۔

ہاتھی محل: یہ عمارت پاء فیل کی طرح موٹے ستونوں پر مشتمل ہے جس کی وجہ سے اسے ہاتھی محل کہا جاتا ہے۔ ستونوں کا گھیرا ۱۲ فٹ ۱۰ انچ ہے۔ اس محل میں بارہ محرابیں اور اوپر گنبد ہے۔ گنبد کی کرسی باہر سے مشن (Octagonal) ہے۔ لال محل / لال بنگلہ: اس محل میں شاہان مالوہ گرمی کے موسم میں قیام کرتے تھے۔ یہ عمارت جنگلی علاقہ میں سرخ پتھر سے بنی ہوئی ہے۔ اس لئے اسے لال بنگلہ / لال محل کہتے ہیں۔ محل کا صدر حصہ، سلطان کی رہائش کے لئے اور کنارے کے دونوں حصے ملازمین کے رہنے کے لئے مختص تھے۔ عمارت میں کوئی آرائش نہیں ہے مگر ستونوں کے طرز اور محرابوں کے تناسب کی وجہ سے اس میں دلکشی پیدا ہوگئی ہے۔ عمارت کے چاروں طرف آبشار لگے ہوئے ہیں۔ چھین محل: یہ ایک قدیم عمارت ہے جو کسی راجا کا مقبرہ ہے۔ ۱۸۵۶ء سمبت بکرمی میں جب قحط پڑا تو مہاراجہ دھار، نے اس کی مرمت کرائی تھی جس سے لوگوں کو کچھ روز گار مل گیا۔ بعد مرمت، راجا دھار نے اس محل کو اپنا Rest House بنالیا۔ اسی سن تعمیر ۱۸۵۶ء سمبت بکرمی سے اس کا نام چھین محل پڑ گیا۔

یہ عمارت سنگ سرخ سے بنی ہوئی ہے اور ناصر الدین خلجی کے دور کے فن تعمیر کا بہترین نمونہ ہے۔ مقبرہ سطح زمین سے ۳۰ فٹ بلند ہے۔ اس کا چبوترہ ۱۳۲ فٹ مربع ہے۔ یہ مقبرہ یک کھبا کے نام سے مشہور ہے حالانکہ اس میں کوئی ستون (کھبا) نہیں ہے۔ اس سے متصل تالاب کا نام بھی یک کھبا تالاب ہے۔ یک کھبا کی وجہ تسمیہ معلوم نہیں ہو سکی۔ ہاتھی پول دروازہ: شاہی احاطہ کے شمالی دروازہ کا نام ہاتھی پول دروازہ ہے۔ دروازہ کے دونوں طرف چبوترے

عکس روپ متی کا شہ نشین



پرچونے اور اینٹ سے ہاتھی کی مورتیاں بنی ہوئیں ہیں اور دونوں طرف گول برج ہیں جس میں توپیں رکھی جاتی تھیں پاسبانوں کے لئے چھوٹے چھوٹے کمرے بھی بنے ہوئے ہیں۔

دہلی دروازہ:- یہ دروازہ ہوشنگ شاہ نے بغرض دفاع اپنے والد دلاور خان غوری کے عہد میں تعمیر کرایا تھا۔ دروازہ کی دہنی طرف ایک مسجد اور محافلین کے لئے کمرے بنے ہوئے ہیں۔

تاراپور دروازہ:- یہ دروازہ قلعہ مانڈو کے جنوب مغرب میں واقع ہے۔ قلعہ کے قریب تاراپور نامی گاؤں ہے۔ اسی مناسبت سے اس کا نام تاراپور رکھا گیا۔ اس دروازہ کو الپ خاں نے اپنے باپ دلاور خان غوری کے عہد میں بنوایا تھا۔ اس کو بعد میں اکبر کے ایک امیر طاہر حسین نے مرمت کروایا اور دروازہ کے بیرونی حصہ پر یہ کتبہ کندہ کرایا گیا۔

”در زمان دولت و سلطنت بندگان حضرت ظل الہی جلال الدین اکبر بادشاہ غازی خلد اللہ ملکہ این

فقیر حقیر طاہر محمد حسین عماد الدین بن سلطان علی سزواری بعنایت سبحانی باصلاح اشارہ توفیق یافت۔“

بگوانیا دروازہ:- قلعہ مانڈو کے جنوب میں بھگوان پور نامی ایک گاؤں ہے۔ اسی گاؤں سے تین میل کے فاصلہ پر یہ دروازہ ہے۔ دروازہ کے آگے پیچھے بلند محرابیں ہیں اور اوپر بھی محراب دار چھت ہے۔ اس کے مندرجہ ذیل کتبہ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ دروازہ محمود خلجی دوم کے زمانہ میں تعمیر ہوا۔

”در عمل سیادت و نقابت پناہ مرزا محمد ولد مرزا بدیع الزماں مشہدی باہتمام بندہ باخلاص محمد حسین

مشہدی تعمیر یافت تاریخ جمادی الثانی ۹۲۳ھ“

رام پور دروازہ:- یہ دروازہ اشرفی محل کے شمال مشرق میں واقع ہے۔ یہ مانڈو کے اولین دروازوں میں سے ہے۔ دروازہ کی چھت سے اسلامی طرز تعمیر کا اظہار ہوتا ہے اور داخلی محرابوں اور نگہبانوں کے کمروں کے ستونوں سے ہندو طرز تعمیر کا پتہ چلتا ہے۔

سات سوئیٹرھی:- مانڈو کے سطح مرتفع (Plataeu) کے شمال مشرق کی طرف کوہ کیڑہ سے بڑھ کر وسط قلعہ کے مغرب تک جاتا ہے۔ یہ دو حصوں (شمال و جنوب) میں منقسم ہے۔ پہلے حصے میں جنوب کی طرف سے قلعہ کے اندر آسانی سے داخل ہوا جاسکتا ہے۔ مگر جنوب سے شمال کی جانب جانے میں بڑی دشواری پیش آتی ہے اور بڑے پرچہ راستہ کے بعد وہاں تک پہنچا جاتا ہے۔ اس لئے دونوں پہاڑیوں اور وادیوں کے درمیان میں شمالی و جنوبی سروں کو

ملانے کے لئے زینہ کی شکل میں ایک فصیل بنادی گئی ہے۔ پہاڑ کے ایک طرف ۳۵۰ میٹرھی اور دوسری طرف ۳۵۰ میٹرھی ہے۔ دونوں طرف کی سیڑھیوں کی مجموعی تعداد سات سو ہے اس لئے اس کا نام سات سو میٹرھی پڑا۔ جہاں وادی ہموار ہے وہاں سیڑھی کے بدلے دیوار کے کنارے ۱۰-۸ فٹ چوڑا راستہ بنادیا گیا ہے۔

سات کوٹھی:۔ قلعہ مانڈو کے شمالی دروازہ کے کچھ فاصلہ پر ہندو عہد کے کچھ آثار ہیں۔ پہاڑی کے نیچے قدرتی چشمہ ہے جس کے چاروں طرف پتھر کاٹ کاٹ کر چھوٹی چھوٹی کوٹھریاں (حجرے) بنادی گئی ہیں جو تعداد میں کم و بیش سات ہیں۔ اس لئے اس کو سات کوٹھری کا نام دیا گیا ہے۔ اس علاقے میں پانی کی افراط ہے۔ جنگل کے دلکش مناظر اور پرسکون فضا کی وجہ سے یہاں لوگ عبادت و ریاضت کے لئے آتے ہیں۔ ہندو دھرم کے ماننے والے یہاں آ کر ایشور کے گیان دھیان کرتے ہیں۔

ناہر جھروکا:۔ دلاور خاں کی مسجد کے مشرق میں سنگ مرمر سے بنا ہوا ایک وسیع مربع صحن ہے۔ اس صحن میں بادشاہ ہر صبح کو آ کر اپنی رعایا کو درشن دیا کرتا تھا۔ اس کا طرز تعمیر نہایت صاف ستھرا ہے اور دیواروں پر تصویریں بنی ہوئی ہیں۔ مقبرہ دریاں خاں:۔ یہ مقبرہ ہاتھی محل کے شمال میں واقع ہے جو مقبرہ دریا خان کے نام سے مشہور ہے۔ دریا خاں سلطان محمود خلجی دوم کے عہد میں مانڈو کا حاکم تھا۔ عمارت کا اگلا حصہ سرخ رنگ کا ہے اور عمدہ مینا کاری کا نمونہ ہے۔ اس عمارت کی اہمیت اس وجہ سے بھی ہے کہ یہ مانڈو کے ابتدائی دور کے فن تعمیر سے مختلف ہے۔ مانڈو کے ابتدائی دور کی تعمیرات میں بڑے گنبد کے چاروں طرف چھوٹے گنبد کا جھرمٹ ہوتا تھا۔ مگر اس عمارت میں گنبد عمارت کے کونے پر بنے ہوئے ہیں۔

اس کے علاوہ دوسری مشہور عمارتوں میں جامع مسجد مانڈو، دلاور خاں کی مسجد، ملک مغیث کی مسجد، لاٹ مولا مسجد، مقبرہ کمال مولا، اور مقبرہ شاہ عبداللہ چنگال وغیرہ ہیں جن کا مفصل ذکر کتبات کی بحث میں کیا گیا ہے۔ تکرار کی وجہ سے اسے یہاں ترک کیا جاتا ہے۔

باب سوم

عہدِ خلیجی میں مالوہ کے ادبی حالات

عہدِ خلجی میں مالوہ کے ادبی حالات

مالوہ کے خلجی سلاطین نے جب مالوہ میں اپنی سلطنت قائم کی تو انہوں نے اس سرزمین کو ایک ماتحت سرزمین نہیں بلکہ اسے اپنا وطن سمجھا، وہ صرف ایک حکمران بن کر نہیں رہے بلکہ انہوں نے عوام کے باہمی تعاون سے یہاں کی تہذیب و تمدن کو فروغ دیا، نیز عوام کے ساتھ اس حسن سلوک سے پیش آئے کہ عوام خود بخود ان کی گرویدہ ہو گئی، یہی وجہ ہے کہ جب بہادر شاہ گجراتی نے (۹۳۷ھ/۱۵۳۱ء) میں مالوہ پر حملہ کر کے اس پر اپنا تسلط قائم کیا تو مالوہ کے عوام نے گجراتیوں کے اقتدار کو تسلیم نہیں کیا بلکہ ان کے خلاف متحد ہو کر لڑائیاں لڑیں اور ملو خان ملقب بہ قادر شاہ کو جو کہ مالوہ کے خلجیوں کا خان زادہ تھا مالوہ کے تخت پر بیٹھا دیا۔

سلاطین مالوہ نے نہ صرف نواحی علاقوں کو اپنے زیر نگین کر کے مالوہ سلطنت کو وسعت دی بلکہ انہوں نے زندگی کے دیگر شعبوں مثلاً زراعت، تجارت، فنون لطیفہ، تعلیم وغیرہ میں بھی دلچسپی لیکر اپنی سلطنت کو عروج بخشا اور مالوہ کو ہندوستان کی ایک عظیم سلطنت کا درجہ دلوا دیا۔

علوم و فنون کے میدان میں سلاطین مالوہ نے ایرانی علوم کی آمیزش سے یہاں کی تہذیب و ادب کو ایک نیا روپ دیا جس سے جلد ہی مالوہ علم و ادب کا گہوارہ بن گیا۔

علم و ادب کی ترویج کے لئے انہوں نے شادی آباد (مانڈو) میں ایک مدرسہ بنام ”اشرفی محل“ تعمیر کرایا جس میں عربی و فارسی کے علاوہ حدیث و تفسیر کی بھی اعلیٰ تعلیم کا انتظام کیا گیا۔ مدرسہ میں طلباء اور اساتذہ کے قیام و طعام کا مفت انتظام کیا گیا ان کے لئے وظائف مقرر کئے گئے۔ اس کے علاوہ ملک کے دیگر حصوں میں بھی مدرسے قائم کئے گئے جس کے تمام اخراجات شاہی خزانے سے برداشت کئے جاتے تھے۔ بالخصوص سلطان محمود خلجی اول کی علم پروری اور علما نوازی کا شہرہ سکر بیرون ملک سے کثیر تعداد میں علما و فضلا مالوہ تشریف لائے، علم حدیث کی تعلیم کے لئے خود سلطان محمود خلجی نے ۱۴۸۱ء میں مکہ معظمہ سے محدثین بلوائے مشہور محدث حضرت ابوالفتح بن الخواصی المکی جو شیخ عبدالرحمن الخواصی المکی کے شاگرد تھے ان میں سے ایک تھے۔

سلطان محمود خلجی کے عہد میں مالوہ نے علم و حکمت کے میدان میں ایسی ترقی کی کہ مالوہ شیراز و سمرقند کا ہم پلہ تسلیم کیا جانے لگا۔ مالوہ کے سلاطین کو علم و ادب سے خاصی دلچسپی تھی اگرچہ ان کی زبان فارسی تھی اور فارسی زبان کو ترقی دینا ایک فطری امر تھا مگر دوسری زبانوں مثلاً ہندی اور سنسکرت وغیرہ کی ترقی کے لئے بھی انہوں نے بھرپور کوشش کیں۔ یہی وجہ ہے کہ مالوہ کے خلجی عہد میں سنسکرت اور ہندی زبان میں لکھی گئی کتابیں اچھی خاصی تعداد پائی جاتی ہے۔

سلطان محمود خلجی اول خود ہندی زبان میں مہارت رکھتا تھا، اور ہندی زبان میں شاعری کرتا تھا۔ چنانچہ ابوسعید مرزا والی خراسان نے جب اپنے نمائندے جمال الدین کے ذریعہ سلطان محمود خلجی کے پاس تحائف بھیجے تو سلطان محمود نے جواباً جو تحائف بھیجے تھے ان میں ہندی زبان میں ایک نظم بھی تھی جو سلطان محمود خلجی اول کی کہی ہوئی تھی، ابوسعید مرزانے اسے پڑھ کر سنا اور مخطوط ہوا۔ ۴۲

مالوہ کی خلجی سلاطین کے عہد کے علمی کارنامے

مالوہ کے خلجی حکمرانوں کے عہد میں فارسی کے علاوہ دوسری زبان مثلاً ہندی اور سنسکرت کو بھی بڑھا دالا، اس سلسلے میں مندرجہ ذیل کتابیں پیش کی جاسکتی ہیں۔

جین کلپ سوتر:- یہ سنسکرت زبان میں لکھی گئی جین دھرم کی ایک کتاب ہے، اس کے مصنف سنگرام سونی ہیں، سنگرام سونی سلطان محمود خلجی اول کے درباریوں میں سے تھا اس کتاب میں جینیوں کے مذہبی آداب و رسوم اور عبادات کا مختصر ذکر ہے مالوہ کے حکمرانوں کے عہد میں یہ کتاب مصور تیار کی گئی۔

بدھی ساگر:- اس کے مؤلف بھی سنگرام سنگھ سونی ہیں، یہ کتاب بھی سنسکرت زبان میں لکھی گئی ہے اور جینیوں کے دھرم سے متعلق ہے۔

سارس وت:- یہ کتاب سنسکرت زبان کے اصول و قواعد پر مشتمل ہے۔ اس کے مؤلف پنج راج ہیں، پنج راج سلطان غیاث الدین کے عہد میں خالصہ کا افسر اعلیٰ تھا، یہ کتاب سلطان غیاث الدین کے عہد میں لکھی گئی۔

پراکرت اپ بھرنش پر شیمستی پرکاش سارا:

اس کے مؤلف شروتا کرپتی ہیں یہ کتاب ۱۵۵۰ء میں ناصر الدین شاہ خلجی کے عہد میں لکھی گئی۔

ہری ونشیران:- یہ کتاب ۱۵۵۲ء میں عہد ناصر الدین شاہ میں لکھی گئی، اس کے مؤلف شروتا کرپتی ہیں۔

وشنوپیران:- سلطان ناصرالدین خلجی کے عہد میں کچھ اسکالروں نے کھیری کے مقام پر وشنوپیران کی ایک کاپی تیار کی۔
ناصر شاہی کنگالی گرنٹھ:- یہ کتاب علم کیمیا (Chemistry) پر ہے۔ جس میں پارہ اور دیگر دھاتوں کی صفائی کی
تراکیب بتائی گئی ہیں۔

للتینگ چرتر:- اس کے مؤلف ایثور سوری ہیں اور یہ کتاب مندسور میں لکھی گئی۔

مالوہ کے حکمرانوں کے عہد میں فارسی زبان میں لکھی جانے والی کتابیں، اور تراجم
تاریخ مآثر محمود شاہی:- اس کے مؤلف علی بن محمود لکرمانی معروف بہ شہاب حکیم ہیں، شہاب حکیم، سلطان محمود
خلجی اول کے دربار کا ایک ممتاز اسکالر تھا، یہ کتاب عہد محمود شاہی کی اہم ترین کتاب مانی جاتی ہے اور اسی سلطان کے
نام معنون ہوئی۔ اس کے نسخے آکسفورڈ۔ کیمرج اور جرمنی کی لائبریریوں میں موجود ہیں۔
تاریخ ناصر شاہی:- یہ کتاب ناصرالدین شاہ خلجی کے عہد میں لکھی گئی۔ اس کتاب میں ناصرالدین شاہ کے
عہد کے مفصل احوال اور طرز حکومت کا ذکر ہے۔ اس کا ایک قلمی نسخہ برٹش میوزیم میں موجود ہے۔
تاریخ مالوہ:- اس کے مؤلف کرم علی ہیں مگر کسی شائع شدہ کٹیلاگ میں اس کتاب کے کسی نسخہ کا ذکر نہیں ہے۔
صرف C.A. Story نے اس کا ذکر کیا ہے۔

ادات الفضل:- اس کے مؤلف قاضی خان بدر محمد دہلوی معروف بہ دھاروال ہیں، یہ لغت ۸۲۲ھ میں لکھا گیا
مختلف کتب خانوں میں اس کے نسخے ملتے ہیں۔ مولانا آزاد لائبریری علی گڑھ میں بھی اس کا نسخہ موجود ہے۔
دستورالخوان:- اس کے مؤلف قاضی خان بدر محمد دھاروال ہیں یہ لغت ۸۲۲ھ کے بعد اور ۸۲۷ھ سے قبل لکھا گیا
یہ ایک عربی لغت ہے جس میں الفاظ کے معنی فارسی میں دیئے گئے ہیں، یہ لغت (۱۳۳۹ھ / ۱۹۷۱ء) میں بنیاد فرہنگ
ایران سے چھپ چکا ہے۔

مفتاح الفضل:- اس کے مؤلف محمود بن داؤد دعلوی شادی آبادی ہیں، اس کا قلمی نسخہ برٹش میوزیم لندن میں ہے
اور اس کے Microfilm کی ایک کاپی شعبہ تاریخ مسلم یونیورسٹی کے سیمینار لائبریری میں موجود ہے۔

فرہنگ امیر شہاب حکیم:- اگرچہ کسی مقام یا کتب خانہ میں اس کے کسی قلمی نسخہ کی موجودگی کا علم نہیں ہو سکا مگر یہ
بات مسلم ہے کہ شہاب حکیم نے ایک فرہنگ بھی مرتب کی تھی۔ جس کا حوالہ ابراہیم قوام نے اپنی فرہنگ شرف نامہ

منیری میں کثرت سے دیا ہے۔ اور بہت سے الفاظ کی اسناد شہاب حکیم سے کی ہے۔
خصوص الحکم:- اس کے مؤلف علیم الدین شریف ہیں یہ کتاب تصوف پر ہے اور فصوص الحکم کی تقلید میں لکھی گئی ہے۔
لطائف غیبیہ:- اس کے مؤلف عبداللہ شطاری ہیں جو ہندوستان میں شطاری سلسلہ کے بانی سمجھے جاتے ہیں یہ کتاب سلطان غیاث الدین خلجی کے عہد میں لکھی گئی۔

شرح دیوان خاقانی:- اس کے شارح محمود بن داؤد علوی شادی آبادی ہیں۔
شرح دیوان انوری:- اس کے شارح محمود بن داؤد علوی شادی آبادی ہیں۔
بوستان مصور:- اس میں شیخ سعدی کی کتاب بوستان میں مذکور تمثیلات کو مصوری میں پیش کیا گیا ہے۔
نعمت نامہ:- یہ کتاب عہد ناصر شاہی میں لکھی گئی جو مختلف طرح کے کھانوں (Dishes) کی تراکیب پر مشتمل ہے۔
 مصوری میں داستان امیر حمزہ اور مفتاح الفصول بھی قابل ذکر ہیں جس پر مفصل بحث فن مصوری کی گئی ہے۔
اسرار النبی:- یہ حضرت خواجہ حسین ناگوری کے ^{۳۳}ملفوظات ہیں جس کو خود سلطان غیاث الدین شاہ خلجی نے مرتب کیا ہے۔

انوار النبی:- یہ تین جلدوں میں قرآن کریم کی تفسیر ہے ^{۳۴}جس کے مفسر حضرت خواجہ حسین ناگوری ہیں، یہ بھی سلطان غیاث الدین شاہ کے عہد میں مانڈو (مالوہ) میں لکھی گئی۔

سالی ہو ترا:- یہ ایک سنسکرت کی کتاب ہے جو علم حیوان (Zoology) پر مشتمل ہے، اس میں جانوروں کی پرورش، اس کی خوراک دیکھ رکھ، بالخصوص گھوڑوں کی نسلوں، ان کی بیماریوں، علاج و خوراک، کا ذکر ہے اس کا ترجمہ فارسی زبان میں سلطان ناصر الدین خلجی کے عہد میں کیا گیا۔ اس کے علاوہ بہت سی ادبی، اخلاقی، مذہبی اور طبی کتابیں، اس عہد میں لکھی گئیں۔

باب چہارم

اس عہد کے فارسی ادب کا تنقیدی جائزہ
(نثر و نظم)

اس عہد کے فارسی ادب کا تنقیدی جائزہ

سلاطین مالوہ کے عہد میں فارسی ادب کو کافی عروج حاصل ہوا، مختلف فنون مثلاً اخلاق، مذہب، تصوف تاریخ اور فرہنگ پر متعدد کتابیں لکھی گئیں، اس کے علاوہ دوسری زبانوں میں لکھی گئی کتابوں کے فارسی میں ترجمے بھی ہوئے۔ اس دور میں لکھی جانے والی بہت سی کتابیں اب نایاب ہیں یا کم از کم ہیں ان کے بارے میں علم نہیں البتہ جو تصانیف موجود ہیں۔ ان کا مختصر تعارف ذیل میں پیش کیا جا رہا ہے۔

تاریخ:-

مآثر محمود شاہی:- اس کتاب کا پورا نام ”مآثر محمود شاہی و سیر خلافت پناہی“ ہے۔ یہ کتاب مالوہ کے سلاطین بالخصوص سلطان محمود خلجی اول کے عہد حکومت کی تاریخ پر مشتمل ہے۔ اس کے مؤلف علی بن محمود الکرمانی معروف بہ شہاب حکیم ہیں۔ مؤلف کتاب نے اپنا نام یوں بیان کیا ہے ”مرتب اس رسایل و مبین این فضائل العبد الراجی الی رحمۃ اللہ اللود و علی بن محمود الکرمانی المستہر بہ شہاب حکیم۔ ۳۶“

شہاب حکیم کا شمار عہد وسطیٰ کے فارسی ادب کے مشہور علما و فضلا میں ہوتا ہے مگر ان کی زندگی سے متعلق زیادہ معلومات دستیاب نہیں ہیں اور جو کچھ دستیاب ہے وہ یہ کہ ان کے آباؤ اجداد کرمان سے ترک وطن کر کے ہندوستان آئے اور یہیں سکونت پذیر ہو گئے۔ یہ لوگ کب آئے اور کہاں سکونت پذیر ہوئے؟ یہ باتیں پردہ خفایں ہیں۔ ہاں شہاب حکیم کے بارے میں اتنا ثبوت ضرور ملتا ہے کہ وہ مالوہ پہنچنے سے قبل جوینور میں قیام پذیر تھے اور سلطان حسین شاہ شرقی (۱۳۵۸ء-۱۵۰۵ء) کے دربار سے وابستہ تھے۔ جہاں وہ بڑی عزت و تکریم کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے۔

شہاب حکیم کی تاریخ پیدائش سے متعلق بھی صحیح معلومات نہیں ملتیں کہ وہ کب اور کہاں پیدا ہوئے؟ لیکن ان کے اس بیان سے ان کی تاریخ پیدائش کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ ”سال عمر او بنود و یک رسیدہ و قوای بدنی تمام فتور گرفتہ“ ۳۷ تاریخ مآثر محمود شاہی ۸۷۲ھ میں پایہ تکمیل کو پہنچی۔ اس وقت بقول مؤلف ان کی عمر ۹۱ سال کو پہنچ چکی تھی۔ لہذا مؤلف کے اس بیان کے مطابق ان کی تاریخ پیدائش ۷۸۱ھ کے قریب ہونا طے پاتی ہے۔

تعلق خاندان کے زوال کے بعد تین خود مختار سلطنتیں جو پور، مالوہ اور گجرات وجود میں آئیں۔ جو پور میں خواجہ سرور جہاں، گجرات میں ظفر خاں ملقب بہ مظفر شاہ اور مالوہ میں دلاور خان ان کے اولین حکمران ہوئے۔

استحکام مملکت کے اعتبار جہاں ایک طرف یہ سلطنتیں اپنی اپنی جگہ مستحکم و مضبوط تھیں وہیں دوسری طرف علم و ادب کے میدان میں بھی یہاں کے حکمرانوں نے کارہائے نمایاں انجام دیئے۔ یہی وجہ ہے کہ پندرہویں صدی ہجری میں، جو پور، ”شیراز ہند“ اور مالوہ ”یونان ثانی“ کے لقب سے جانا جانے لگا تھا۔

شہاب حکیم اسی شیراز ہند کے اکابر علماء و فضلا میں سے تھے۔ ان کے فضل و کمال کی وجہ سے سلاطین عہدان کی تکریم کرتے تھے۔ شہاب حکیم کے علم و فن کا شہرہ جب جو پور سے باہر پہنچا تو سلطان محمود خلجی اول (سلطان مالوہ) نے شہاب حکیم کو اپنے دربار میں آنے کی دعوت دی اور بہت سی نوازشات کا وعدہ بھی کیا۔

سلطان محمود خلجی اول ایک علم پرور اور علماء نواز سلطان تھا، جس کی وجہ سے اس کے دربار میں کثیر تعداد میں جید علماء موجود تھے، مثلاً مولانا ابوالفتح بن رضی المکی، شیخ احمد بن صالح، حکیم فضل اللہ وغیرہ،

شہاب حکیم اولاً سلطان محمود خلجی کی دعوت پر مالوہ جانے کے لئے آمادہ نہیں ہوئے لیکن بعد میں وہ دربار محمود شاہی کا رخ کیا اور (۷۰-۸۶۹ھ/۶۵-۱۳۶۳ء) میں وہ جو پور سے رنٹھمبور پہنچے، رنٹھمبور مالوہ کا ایک علاقہ تھا، رنٹھمبور میں ان کی ملاقات شہزادہ فدن خان سے ہوئی، اور وہیں معلوم ہوا کہ سلطان محمود خلجی عزیز آباد کے مقام پر ہے۔ اس لئے شہاب حکیم رنٹھمبور سے عزیز آباد آئے، سلطان محمود خلجی کی خدمت میں پہنچ کر آداب بجالائے اور اپنا تعارف پیش کیا۔ سلطان محمود نے بڑی گرم جوشی سے ان کا استقبال کیا اور لطف و عنایات خاص سے نوازا۔ مگر حاسدوں ان کے خلاف سلطان محمود خلجی کے کان بھر دیئے اور ان کی صلاحیت و علمیت کے بارے میں سلطان کے ذہن میں شکوک و شبہات پیدا کر دیئے۔ لہذا سلطان نے شہاب حکیم کی طرف سے نظر التفات ہٹالی۔ شہاب حکیم خود اس بارے میں لکھتے ہیں ”چون داعی را دواعی دولت رہمنوی کرد توجہ بہ حضرت علیا آورد در مقام عزیز آباد بحر بساط بوس مفتخر گردید، اما بعضی مخادیم رانا یہ حسد اشتعال یافت و عاطفت خلافت پناہی را متغیر گردانیدند۔ ۴۸

جب سلطان محمود بیراگڑھ کے معاملات درست کر کے عزیز آباد سے شادی آباد آیا تو شہاب حکیم بھی سلطان کے لشکر کے ساتھ شادی آباد آگئے اور دربار تک رسائی کے لئے کسی وسیلہ تلاش میں تھے ایک روز موقع پا کر شہزادہ غیاث الدین

محمد کی خدمت میں حاضر ہوئے، اپنے احوال بیان کئے اور اپنی مثنوی ”منہج السیر“ شہزادہ کی خدمت میں پیش کی، جس کا ذکر شہاب حکیم یوں کرتے ہیں ”اتفاقاً روزی خدمت شیخ المشائخ شیخ علاء الدولہ والدین محمد مثنوی ”منہج السیر“ کہ من بندہ بالقباب ہمایوں سلطان غیاث الدین محمد موشخ گردانیدہ پیش خدمت گذر ایندہ ودر خاطر ہمایوں جای گیر آمد“ ۴۹

شہزادہ نے مثنوی پڑھ کر اپنی پسندیدگی کا اظہار کیا۔ اور پھر سلطان محمود خلجی کی خدمت میں شہاب حکیم کی لیاقت و صلاحیت کی نہ صرف تعریف کی بلکہ نوازشات شاہی کی درخواست بھی کی۔ بادشاہ نے شرف قبولیت بخش کر شہاب حکیم کو اپنے دربار سے وابستہ کر لیا اور حسب لیاقت منصب بھی عطا کیا۔ شہاب حکیم نے جلد ہی اپنی لیاقت و صلاحیت سے سلطان کے دل میں جگہ پیدا کر لی اور دربار میں اپنا ایک مقام بنا لیا۔

شہاب حکیم پندرہویں صدی عیسوی کے فارسی ادب کے ممتاز شعراء، نثر نگار، فرہنگ نویس اور حکما میں سے تھے، دستیاب معلومات کی روشنی میں ان کی تصانیف درج ذیل ہیں۔

مآثر محمود شاہی:

اس کتاب کے تین نسخے (۱) کتاب خانہ بودلین آکسفورڈ (۲) کتاب خانہ کنگز کالج کیمبرج اور (۳) کتاب خانہ بتکن جرنی ۵۰ء میں موجود ہیں۔ پروفیسر نور الحسن انصاری، سابق صدر شعبہ فارسی دہلی یونیورسٹی نے پروفیسر U.N. Day کے پاس موجود نوٹوں کا پی سے اس کی تلخیص تیار کی ہے جو شائع ہو چکی ہے۔

مثنوی منہج السیر:- نام سے پتہ چلتا ہے کہ یہ ایک صوفیانہ مثنوی ہے جس کا ذکر شہاب حکیم نے اپنی کتاب مآثر محمود شاہی میں کیا ہے مگر اس کے کسی نسخے کی موجودگی کا سراغ نہیں مل سکا۔

مثنوی عروۃ الوثقیٰ:- اس کا ایک قلمی نسخہ پروفیسر محمود شیرانی کے ذاتی کتب خانہ میں موجود تھا جو اب پنجاب یونیورسٹی پاکستان کے کتب خانہ میں موجود ہے۔ حافظ محمود شیرانی صاحب نے اس پر ایک ناقدانہ بحث بھی کی ہے۔

فرہنگ:- صاحب کشف الغات (مؤلفہ عبدالرحیم) اور شرف نامہ منیری (مؤلفہ ابراہیم قوام فاروقی) نے شہاب حکیم کی ایک فرہنگ کا ذکر کیا ہے۔ مگر فرہنگ کا نام اور اس کے کسی نسخے کا کوئی پتہ نہیں چل سکا۔ لیکن دستیاب شواہد کی روشنی میں یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچتی ہے کہ شہاب حکیم نے ایک فرہنگ مرتب کی تھی۔

فرہنگ اور مثنوی پر بحث آگے حصہ میں کی جائیگی، یہاں پر شہاب حکیم کی مشہور تصنیف، مآثر محمود شاہی زیر بحث ہے۔

مآثر محمود شاہی:۔ مآثر محمود شاہی سلطان محمود خلجی کے عہد حکومت کے حالات، فتوحات و واقعات پر مشتمل تاریخ ہے۔ مؤلف نے اس کتاب میں سلطان محمود خلجی کے احوال، طرز حکومت، عدل و انصاف اور اس کے کارناموں کو مفصل طور پر بیان کیا ہے۔

اس کتاب کی سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے کہ سلطان محمود خلجی نے شہاب حکیم کو تاریخ مرتب کرنے کا حکم دیتے وقت اس بات کا بھی حکم دیا کہ احوال و واقعات کو بیان کرنے میں ان کی صحت کا پورا خیال رکھا جائے، مبالغہ آمیز باتوں کو بیان کرنے سے گریز کیا جائے، کسی بھی واقعہ کا راوی یا تو اس کا عینی شاہد ہو، یا پھر لوگوں کی اکثریت اس کی صحت پر اتفاق کرتی ہو نیز واقعات کو قلمبند کرنے سے پہلے انہیں بادشاہ کی خدمت میں پیش کیا جائے۔

چنانچہ شہاب حکیم نے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے اس کتاب میں انہی واقعات کو بیان کیا ہے جن کا وہ خود عینی شاہد ہے۔ یاراوی سے مصنف نے واقعہ کو سنا ہے یا پھر جن واقعات کی صحت پر قرائن سے اسے پورا یقین ہو گیا ہے۔ اس کے بعد ان واقعات کو قلمبند کرنے سے پہلے بادشاہ کی خدمت میں پیش کیا جاتا بادشاہ ان واقعات و قصص کو دیکھتا جن کی صحت کا اسے یقین ہو جاتا انہیں باقی رکھا جاتا اشتباہ ہونے پر اس کے متعلق دریافت کرتا اور ثبوت نہ ملنے کی صورت میں اس پر قلم کھینچ دیتا۔ جیسا کہ شہاب حکیم بیان کرتے ہیں۔

”چون خاطر بندگی حضرت خلافت پناہ، در ترتیب تاریخ التفات فرمودند اور اراق متفرقہ کہ بیشتر قوم گشتہ بود جمع آوردند و آنچه فایت شدہ بود، از کسان کی ہنگام واقعہ حاضر بودند و برای العین مشاہدہ کردہ استفسار نمودہ و قصہ و داستان، داستان را تصحیح پیش گذرانیدہ آنچه در خاطر جای گیر شدہ و بر صحت آن شبہ نماندہ بہ تحریر آن اشارت شد، اگر جزوی امر در عقدہ ابہام و اشتباہ ماند از معتمدان خاص صاحب وقوف تفحص نمودہ۔ بصحت پیوست۔ پس جمع این تاریخ و وضع و ترتیب آن از نتائج طبع آن حضرت است“ ۱۵

اس طرح ہم کہہ سکتے ہیں کہ مآثر محمود شاہی مالوہ کے خلجی خاندان کے حالات پر مشتمل ایک اہم تاریخ ہے اور اس کے اندر جو بھی حالات و واقعات بیان کئے گئے ہیں وہ اہم بھی ہیں اور معتبر بھی، اہم اس اعتبار سے کہ اس عہد کی تاریخ پر اس کتاب کو ماخذ کی حیثیت حاصل ہے، قابل اعتبار اس لحاظ سے کہ واقعات کو بہت چھان بین کے بعد لکھا گیا ہے۔ مگر اس طریق کار میں یہ نقص نظر آتا ہے کہ بادشاہ اور اس کی پالیسیوں کے بارے میں بھی صرف وہی باتیں کتاب

میں راہ پا سکتی ہیں جن پر بادشاہ کی مہر تصدیق ثبت ہو ظاہر ہے اس میں وہ تمام مواد جس سے بادشاہ کی تصویر خراب ہونے کا اندیشہ ہو ان کا کتاب میں اندراج ممکن نہیں۔

مؤلف کتاب خود اس کتاب کی اہمیت کو ان الفاظ میں بیان کرتا ہے ”اگر رای خدا یگانی بامعان نظر در محاسن این تالیف تامل فرماید، پوشیدہ نمائند کہ ایں مسودہ بر صورتی کہ تکمیل یافتہ از سایر تواریخ سلاطین بچند فضیلت شرف اختصاص دارد؛ اولاً و فوراً دید حکمت و موعظت کہ در طی کلام منظوی است، ثانیاً آگاہی یافتن از غرایب بتدبیران و عجایب اتفاقات حالات کے بہ لطایف رای مشکل گشای برجای آن حضرت بہ ظہور آمدہ تا خسروان زمان را در اوان ہبوب نکبای از مضائق احوال دستوری باشد رہنما۔ ثالثاً؛ اعظم فضایل آنست کہ صحیفہ مفاخر پادشاہی است کہ پایہ شہمتش از اوج جوزا و ثریا برگزشتہ و در سلاطین دوران سرفراز آمدہ“ ۵۲

شہاب حکیم نے ایک سال کی محنت و مشقت اور عرق ریزی کے بعد اپنی اس گرانہا تصنیف کو مکمل کیا۔ جس کا ثبوت ذیل کے شعر سے ملتا ہے۔

بہ یک سال این خاطر گنج سخ ز دریای دل بر سر آورد گنج ۵۳

اس کا مطلب ہوا کہ یہ کتاب ۸۷۱ھ۔ (۶۷۱-۱۲۶۶ء) میں لکھنا شروع ہوئی اور ۸۷۲ھ۔ (۶۸۱-۱۲۶۷ء) میں پایہ تکمیل کو پہنچی۔ کتاب کی تکمیل کی تصدیق اس قطعہ تاریخ سے ہوتی ہے۔

ایں مآثر کش فلک سبع المثانی نام کرد ختم شد بر نام شہ واللہ اعلم بالصواب

ور تو از تاریخ این تاریخ می جوی نشان یکرہ آخر بر شمر ”دین شہہ گردون رکاب“ ۵۴

۸۷۲ء

تاریخ مآثر محمود شاہی، مقدمہ، ایک فصل اور مشمولات ذیل پر مشتمل ہے۔

- | | |
|------------------------------------|---|
| ☆ ذکر آباء و اجداد حضرت صاحبقران | ☆ ذکر مولود ہمایون و مولد صاحبقران |
| ☆ گفتار در محاسن ذات | ☆ ذکر خواہائی صالحہ کہ حضرت صاحبقرانی پیش |
| ☆ از جلوس مشاہدہ فرمودند | ☆ در ذکر خواہائی کی بعضی مجبان دیدہ اند |
| ☆ ذکر مقداتی چند | ☆ ذکر خلاص یافتن خدا یگان، ہوشنگ شاہ |
| ☆ ذکر مجالس خدا یگان با عظم ہمایوں | ☆ ذکر سواری خدا یگان مہم سمت حوض بہیم |

- ☆ ذکر مرض خدا یگان هوشنگ شاه و کیفیت وفات او ☆ ذکر جلوس سلطان محمد شاه و وفات آن
- ☆ ذکر جلوس مسعود خان و مخالف شدن بعضی ☆ ذکر جلوس بندگی حضرت صاحبقرانی
- ☆ ذکر عزیمت نمودن مسند عالی اعظم همایون خانجهان سمت اسلام آباد
- ☆ ذکر التجا نمودن مسعود خان سلطان احمد گجراتی ☆ ذکر مصاف با عمر خان و کشته شدن او
- ☆ ذکر توجه بر قلع قمع بغات چندیری و فتح آن ☆ ذکر تعمیر مسجد جامع و بنیاد روضه مقدسه
- ☆ ذکر عمارت روضه هوشنگ شاه ☆ ذکر توجه نمودن سمت سرگجه بجهت آوردن پیلان
- ☆ ذکر عمارت مدرسه بام بهشت ☆ ذکر استخلاص هاروتی و توجه نمودن بدارالملک دہلی
- ☆ ذکر عمارت قصر جهان نمای و باغ دلکشای و حوض نالچہ ☆ ذکر چو تره و گنبد در حوض دیپالپور
- ☆ ذکر رسیدن رسل و رسائل از اطراف مملکت و التماس نمودن رسول شرقی جهت
- ☆ زجر نصیر عبدالقادر ☆ ذکر زفاف بندگی حضرت سلطنت شعاری
- ☆ ذکر توجه نمودن باستیصال کونہا و فتح چھندر پور
- ☆ ذکر توجه نمودن بامداد خان جهان پسر قادر شاه فتح قلعه گاکرون
- ☆ ذکر عمارت کوشک زرین ☆ ذکر تعمیر روضه ملک علی شیر
- ☆ ذکر عمارت کوشک نور دراجیس ☆ ذکر عزیمت نمودن سمت کالپی و معاونت نصیر عبدالقادر
- ☆ ذکر عمارت کوشک فتح آباد ☆ ذکر تعمیر دارالشفاء
- ☆ ذکر توجه نمودن بطرف هاروتی و رنٹھبور ☆ ذکر توجه نمودن بطرف کالیور و فتح آگرہ
- ☆ ذکر توجه نمودن بطرف قلعه چانپانیر و خلاص گردانیدن کنگل داس
- ☆ ذکر توجه نمودن بر قلع و قمع ولایت احمد آباد ☆ ذکر توجه نمودن بسورت و راینر
- ☆ ذکر ظاہر شدن غدر شیر ملک منتخب ☆ ذکر عہد و یتاق سلطان قطب الدین
- ☆ ذکر توجه نمودن سمت هاروتی و فتح مہوی و کالہ پہار ☆ ذکر توجه بطرف کھیرلہ
- ☆ ذکر نامزد کردن حضرت سلطنت پناہی را سمت آسیر

- ☆ ذکر عزیمت نمودن بسمت اجمیر و فتح کردن آن
- ☆ ذکر عزیمت نمودن بسمت میوار و فتح قلعه منڈل گره
- ☆ ذکر عزیمت نمودن بسمت کیلوار و تخریب ولایت کونھنیر ☆ ذکر عزیمت نمودن سمت ولایت بدر
- ☆ ذکر توجہ نمودن بولایت دکن دولت آباد کرت دوم
- ☆ ذکر قلع و قمع ہر نایک و عمارت حصار محمود آباد
- ☆ ذکر معاودت از ولایت ایچیور و توجہ نمودن باستیصال بادا بھوی
- ☆ ذکر رسیدن مورخ این کتاب کریم یعنی شہاب حکیم بشرط بساط بوس درگاہ
- ☆ نہضت ہمایون سمت بیراگرہ ☆ ذکر عزیمت نمودن سمت ولایت دولت آباد دکن
- ☆ ذکر آمدن رسولان از دار الخلافہ مصر و رسانیدن تحف از حضرت امیر المومنین
- ☆ ذکر خوابی کہ بدیدہ بصیرت مشاہدہ شد ☆ ذکر روان کردن بعضی عساکر منصور بقلع و قمع کفار
- ☆ ذکر روان کردن بعضی عساکر بقلع و قمع بھیلان
- ☆ ذکر رسیدن نوید فتح و ظفر مقبول خان مقطع محمود آباد بروفا خان ایچیوری
- ☆ ذکر فرستادن ضابط بدر قاضی شیخ را بر حضرت
- ☆ ذکر قرار دادن تاریخ قمری و وجہ حشم و عرض گرفتن
- ☆ ذکر رسیدن مقدم شیخ المحققین شیخ نور الدین بہ شادی آباد
- ☆ ذکر ورود خرقہ بابرکت حضرت انخی عزیز ☆ ذکر خلافت نامہ و تعلیق آن
- ☆ ذکر توجہ نمودن بسمت کونھنیر و فتح قلع اجان ☆ ذکر بند کردن کمال الملک و فتح قلعه امریل
- ☆ ذکر خرقہ شیخ نجم الدین کبری و سجادہ شیخ زین الدین خوانی و شانہ داں
- ☆ سید محمد نور بخش کہ از عالم غیب حوالہ صاحبقرانی شدند
- ☆ ذکر برگشتن ملک نیک بخت گماشتہ محمود آباد و استخلاص محمود آباد از رازادہ بانوجی
- ☆ گفتار در اختتام کتاب و عرض حال۔

خامیاں: Demerits: اگرچہ تاریخ مآثر محمود شاہی سلاطین خانوادہ خلجیان مالوہ کی ایک اہم اور معتبر تاریخ ہے اور اس کے مشمولات بہت حد تک قابل اعتبار ہیں مگر یہ کتاب بھی دیگر کتابوں کی طرح معایب سے خالی نہیں۔

(i) سبک کے اعتبار سے یہ کتاب صنائع و بدائع سے مملو ہے اس کی عبارت پیچیدہ اور مغلق ہے اور جملے طویل ہیں، صنعت مبالغہ کو بھی خوب بروئے کار لایا گیا ہے۔

مثلاً چون میامن حضرت صاحبزانی فتنہ در خواب رفت، بندگی حضرت مجموعی از عموم امرای کبار ساخت و محضری از خوانین عالی مقدار پرداخت۔ ۵۵

یا پھر یہ اقتباس ”بر ضمیر روشن دلائل روشن بود کہ با وجود امور مملکت داری و مہمات شہریاری و ترفہ و شاد کامی خاطر مصفاۃ حضرت والی ولایت در مستقر عفت و عصمت قرار ساختہ و محبت مشائخ و اولیای عظام حاصل روزگار خویش ساختہ در نظر بلند پیچ چیز بہ مرتبہ و دانش نرسد“ ۵۶

(ii) بعض واقعات اور بیانات تاریخی حقائق سے دور اور سقیم ہیں مثلاً خلجیوں کو ترکی النسل اور لفظ خلجی کو خانج اور قالج سے مشتق بتایا ہے لکھتے ہیں ”جدا علی قبیلہ خلج، قالج خان است، و لفظ قالج بکثرت استعمال خانج شدہ و او کی از امرای نامدار و داماد چنگیز خان بود“ ۵۷

اسی مفروضہ کو صاحب طبقات اکبری^{۵۸}، فرشتہ^{۵۹} اور بعد کے بیشتر مورخوں نے تسلیم کیا ہے۔ نظام الدین احمد اور ہندو شاہ فرشتہ نے اس کی تائید کرتے ہوئے علیحدہ سے ایک خیال یہ بھی ظاہر کیا ہے کہ ”خلج“ یا فٹ بن نوح کی اولاد میں سے تھے۔ اور انہیں کی اولاد بعد میں خلجی کہلائی^{۶۰} جبکہ یہ بات ثابت ہے کہ خلجی اور ترک دونوں الگ الگ قوم تھے، ضیاء الدین برنی صاف لفظوں میں ترک اور خلجی کو الگ الگ نسل تسلیم کرتے ہیں، جلال الدین کا تعلق ایک مختلف نسل سے تھا اس لئے وہ ترکوں پر بھروسہ نہیں کرتا تھا۔ اور نہ ترک خلجیوں پر اعتماد کرتے تھے۔

معز الدین کیقباد کے مرتے ہی حکومت ترکوں سے نکل کر خلجیوں کی نسل میں چلی گئی ”شریف و لشکری و بازاری جوق جوق و گروہ گروہ از شہر در کیلو کھڑی رفتندی و در بار عام نظارہ سلطان جلال الدین کردندی، و در شگفت شدندی و حیران ماندندی و ایشاں را عجب می نمود کہ خلجیان چگونہ بجای ترکان بر تخت نشیند و بادشاہی از اصل ترکان در اصل دیگر رود۔ ۶۱ ملا عبد القادر بدایونی نے صریح لفظوں میں شہاب حکم کی توجیہ کو غلط بتایا ہے لکھتے ہیں ”اگرچہ شہاب الدین حکیم کرمانی

جو پوری صاحب تاریخ طبقات محمود شاہی نسب سلطان جلال الدین و سلطان محمود مالوی را از نسل قانج خاں داماد چنگیز خان درست کردہ، درین باب قصہ دارد مطلب اما ظاہر آنست کہ این معنی وقوع نداشته۔ طبع سلیم را باندک تاملی فساد دعویٰ او معلوم می شود۔ و نیز در میان قانج و خانج ہیچ نسبتی نیست۔“ ۶۲۔ فخر الدین مبارک شاہ نے اپنی کتاب تاریخ مبارک شاہ (بحر الانساب تالیف ۱۲۰۶ھ) میں چونسٹھ قبیلوں کی ایک فہرست دی ہے جس میں انہوں نے ترک، غز، خلجی، تاتار، اغس، وغیرہ قبیلوں کے نام دیئے ہیں اس سے بھی پتہ چلتا ہے کہ خلجی اور ترک علیحدہ قوم تھے۔ ۶۳۔

حقیقت امر یہ ہے کہ ”خلجی“ خلج کے رہنے والے تھے۔ یہ ایک قدیم خانہ بدوش قبیلہ تھا۔ جو افغانستان میں دریائے ہلمند کے دونوں کناروں پر آباد تھا۔ دریائے ہلمند کے دونوں کناروں پر واقع علاقہ کو خلج کہا جاتا ہے۔ اور آج بھی یہ افغانستان کا ایک صوبہ ہے۔ اسی مناسبت سے اس علاقے کے باشندوں کو خلجی کہا جاتا ہے۔ سلطان جلال الدین اور سلطان محمود مالوی دونوں اسی قبیلے سے تعلق رکھتے تھے۔ ۶۴۔

(iii) مؤلف نے بعض ایسے محیر العقول واقعات بیان کئے ہیں جو نہ تو تاریخی شواہد سے ثابت ہیں اور نہ عقل اسے تسلیم کرنے کو تیار ہے مثلاً۔ ایک واقعہ بیان کرتے ہیں کہ سلطان محمود خلجی کو معلوم ہوا کہ سرگجہ کے جنگل میں عمدہ قسم کے ہاتھی پائے جاتے ہیں تو سلطان نے سرگجہ کا رخ کیا۔ جب سلطان محمود اپنے وزیروں اور لشکر کے ساتھ اس مقام پر پہنچا تو وہاں چند عجوبہ روزگار واقعات دیکھنے میں آئے۔

ان میں سے ایک تو یہ کہ سرگجہ کے مقام پر ایک عورت تھی جس کی شادی ہو چکی تھی۔ اور چار بچے اس کے لطن سے پیدا ہو چکے تھے کہ اچانک ایک دن اس عورت کے اندام نہانی میں شدید قسم کا درد پیدا ہوا، ایسا درد جس سے اس کے ہوش و حواس جاتے رہے، وہ عورت دو دن تک اسی شدت درد میں مبتلا رہی تیسرے دن اس کے مقام مخصوص پر آلہ تناسل رونما ہوا۔ پھر دیگر مردوں کی طرح اس کے اندر تمام مردانہ، ہیئت و خصوصیت ظاہر ہو گئی۔ بعد ازاں اس نے اپنے شوہر کو چھوڑ کر ایک عورت سے شادی کر لی جس سے پھر اسے چار بچے تولد ہوئے۔ تمام ہمراہیوں اور سپاہیوں نے اس واقعہ کا مشاہدہ کیا ”در موضع سرگجہ عورتی مدتی بود کہ شوہر خواستہ بود و ازان شوہر چہار فرزند زاده، بعد انقضای مدت مدید اندام نہانی او بدرآمد۔ بہ حیثیتی کہ از غایت وجع گاہ از ہوش رفتی و گاہ بہ ہوش آمدی، ہم بدین منوال دوروز بدرود و الم بگذرانید، سیم روز ناگاہ از محل مخصوص آلت تناسل سر بزد، و صورت رجولیت، چنانچہ سایر مردان را باشد بہ ظہور

پیوست۔ بحکم ضرورت شوہر از تبراً نمود ترک آوردہ، چند روزی بگذشت شہوتی برو غالب آمد، چنانچہ مقتضی نکاح شد، عورتی را در قبالہ خویش آورد، بآن عورت خلوت صحیح کردہ، شرایط رجولیت بہ تقدیم رسانید۔ اورا از آن منکوحہ چہار فرزند دیگر حاصل شد، والعجب کہ فرزندان ہر دو حالت او برابر بھوج مقدم سرگبہ ہر روز بدرگاہ عالم پناہ حاضری شدند، چنانچہ اکا برو سائر سپاہ مشاہدہ کردند۔ ۶۵۔

اگرچہ سائنس نے آج اتنی ترقی کر لی ہے کہ سائنسی آلات کے ذریعہ تبدیلی جنس کیا جاسکتا ہے۔ مگر آج سے تقریباً ساڑھے پانچ سو سال قبل سائنس نے اتنی ترقی نہیں کی تھی کہ سائنسی آلات کے ذریعہ جنس تبدیل کیا جاسکے۔ دوسرے تبدیلی جنس سے قبل بھی اس عورت کے چار بچے پیدا ہوئے اور بعد تبدیلی جنس (جنس تبدیل شدہ مرد) جب اس نے دوسری عورت سے شادی کی تو بھی اس سے چار ہی بچے پیدا ہوئے نہ کم نہ زیادہ۔

اسی قسم کا ایک دوسرا عجوبہ روزگار واقعہ مؤلف نے یون بیان کیا ہے ”اسی سرگبہ کے علاقہ میں ایک مقام ایسا بھی ہے جہاں کی زمین بالکل بنجر ہے۔ وہاں کوئی بھی گھاس نہیں اگتی، اس کے باوجود فصل ربیع میں مادہ گائیں وہاں آتی ہیں، ادھر ادھر پھرتی ہیں اور خاک چاٹتی ہیں جس سے وہ بار آور ہو جاتی ہیں ”از متوطنان آن زمین چنان تسامع شدہ کہ ہم در ولایت سرگبہ قطعہ زمینی است کہ مطلقاً درو گیاه نروید۔ در ایام ربیع مادہ گاوان آن نواحی در آن زمین می آیند و در خاک مراغہ می نمایند و آن زمین رامی پویند۔ بفرمان خالق حاملہ و باروری گردند“ ۶۶۔

اگر ہندوستان میں اس طرح کا کوئی علاقہ ہوتا تو ضرور کسی نہ کسی صورت سے آج وہ مشہور ہو چکا ہوتا یا پھر بعد کے مورخوں نے ضرور اس کا ذکر کیا ہوتا۔ نیز، ہندو اور مسلمانوں میں سے کوئی اس سرزمین کو کسی بزرگ کی دعاء کی برکت یا بھگوان کی کرپا پر محمول کر کے وہاں کوئی خانقاہ یا ”استھان“ بنا چکا ہوتا اور آج پورے ہندوستان میں یہ سرزمین مشہور ہو چکی ہوتی۔

(iv) مؤلف کتاب نے اس میں سلطان کی فتوحات اور عمارت کی تعمیرات کا ذکر تو کیا ہے مگر اس میں افواج کی تعداد اور اقسام اور اس کی نقل و حرکت کا کوئی ذکر نہیں کیا ہے۔ دوسرے تعمیرات کے سلسلہ میں عمارت کی پوری تفصیل یعنی پیمائش اور دیگر خصوصیات کا بھی ذکر نہیں کیا ہے۔

(v) شہاب حکیم اپنے عہد کے جید علماء و فضلاء میں سے تھے، انہوں نے بڑی حد تک ایمان داری سے سلطان محمود خلجی

کے عہد کو اجاگر کرنے کی کوشش کی ہے مگر اس نے اس عہد کے علماء و فضلا کا کوئی ذکر نہیں کیا جبکہ مالوہ سلطان محمود خلجی کے عہد میں علوم و فنون کے میدان میں اتنی ترقی کر چکا تھا کہ شیراز و سمرقند کے ہم پلہ سمجھا جانے لگا تھا۔

تاریخ ناصر شاہی:- تاریخ ناصر شاہی سلطان ناصر الدین شاہ بن غیاث الدین خلجی کے عہد (۹۰۶-۹۱۶ء) کی اہم، مشہور لیکن بہت ہی کمیاب تاریخ ہے۔ کتاب کے مؤلف کا نام کہیں مذکور نہیں اور نہ کسی اور ماخذ سے مؤلف کے بارے معلومات فراہم ہو سکیں۔ البتہ اس قدر معلوم ہے کہ مؤلف کا تعلق ناصر الدین شاہ خلجی کے دربار سے تھا۔ اور اسی کے عہد میں یہ کتاب پایہ تکمیل کو پہنچی۔

تاریخ ناصر شاہی، سلطان ناصر الدین کے عہد حکومت، طرز سلطنت اور جنگ و صلح پر مشتمل تاریخ ہے۔ اس طرح یہ کتاب عہد ناصر الدین شاہی کی بہترین ترجمان ہے۔

کتاب مندرجہ ذیل حصوں پر مبنی ہے۔

- ☆ تمہید بیان ظہور خلافت حضرت سلیمانی خلد اللہ ملکہ۔
- ☆ بیان افق حضرت صاحبقران رادر بعضی خصائص نبوی۔
- ☆ بیان نزول ہمایون باموکب دولت روز افزوں بہ تقدیم رسانیدند
- ☆ بیان عریضہ نوشتن شجاع خان بکھضرت صاحب قرانی بہ فرمان حضرت اعلیٰ
- ☆ بیان لشکر مخالف از شادی آباد
- ☆ بیان روان شدن رایات اعلا بہ سمت اجین
- ☆ بیان نہضت ہمایون بہ سمت دیپالپور۔
- ☆ بیان ترغیب حضرت صاحب قرانی سپاہ منصور را۔
- ☆ بیان مناجات صاحب قرانی باواہب العطیات وقبول دعاء۔
- ☆ بیان شروع در کارزار با حصار شادی آباد۔
- ☆ بیان جنگ اصحاب حصار با سپاہ نصرت آثار
- ☆ بیان شکار کہ در قدرت قتال وجدال حضرت صاحب قرانی را اتفاق می افتاد۔

- ☆ بیان توجہ خاطر ہمایون صاحب قرانی بخد مت حضرت اعلیٰ درایام جنگ
 - ☆ بیان حال حضرت اعلیٰ نسبت بحضرت صاحب قرانی
 - ☆ بیان فتح و صعود سپاہ شاہ نصر پناہ۔
 - ☆ بیان ملاقات با حضرت اعلیٰ و مقالات ایشان۔
 - ☆ بیان فتح احوال شیرخان و حرام خواری او۔
 - ☆ بیان فرستادن حضرت سلیمانی معتمدان خویش را بہ طلب فیلان از شیرخان۔
 - ☆ بیان ملحق شدن سہیل بہ شیرخان
 - ☆ بیان حال علی خاں و بہ شیرخان پیوستن علی خاں بن مرتضیٰ خاں۔
 - ☆ بیان عزیمت ہمایون بقراردادن حدود ممالک۔
 - ☆ بیان واقعہ حضرت اعلیٰ اسکندہ فی احسن الماوی۔
 - ☆ بیان ترتیب لشکر منصور و روان شدن بہ موقع دیپالپور۔
 - ☆ بیان ملحق شدن ملک عین الدین و سالار از مختصان شیرخان۔
 - ☆ بیان استماع شیرخان و نزدیک شدن کوکہ ہمایون را و عمل نمودن۔
 - ☆ بیان توجہ ہمایون بہ سمت چندیری و شکست شیرخان۔
 - ☆ بیان نزول ہمایون در خطہ فاخرہ چندیری۔
 - ☆ بیان صلح تلگتین سید اسادات جامع السعادت سید جمال الدین اسحاق و درخواست عفو شیرخان از حضرت سلیمانی۔
 - ☆ بیان جنگ کردن حراخور بار دوم و کشتہ شدن برادرش سکندر خان در معرکہ و مردن حرام خور بزخم تیر سلطانی۔
- تاریخ ناصر شاہی دو اعتبار سے بڑی اہمیت کی حامل ہے اول یہ کہ سلطان ناصر الدین خلجی کے عہد حکومت، طرز سلطنت، سماجی اور معاشی حالات پر یہ تنہا کتاب ہے جو اس عہد میں لکھی گئی۔ دوسرے اس کتاب کا ایک ہی نسخہ دنیا میں ملتا ہے جو برٹش میوزیم لندن میں موجود ہے۔ راقم الحروف کے پاس اس کی فوٹو کاپی موجود ہے جس سے استفادہ کیا گیا ہے۔ کتاب کا انداز تحریر سادہ ہے مگر مترادفات سے مملو ہے۔ عربی عبارات اور قرآنی آیات کثرت سے

استعمال کئے گئے ہیں۔ مثلاً ”التي لم يخلق مثلها في البلاد حرسها الله تعالى في حماية واليها الى يوم التناد“۔
مؤلف نے جگہ جگہ بر محل عربی اور فارسی اشعار سے تحریر کو سنوارنے کی کوشش کی ہے۔ اشعار سے پتہ چلتا ہے کہ مؤلف خود
شاعر بھی تھا اس لئے کہ اس کے اندر بھی وہی الفاظ اور انداز و بیان اپنائے گئے ہیں۔ جو نثر سے مطابقت رکھتے ہیں۔
سرگشتگان سرکش کفر و عنوت را بقوارع وقوالع مساعدات ربانی و معجزات ماہرات فرقانی در انہماک فتاد و ہلاک انداختہ۔

(عربی) نبی اتانا بعد یاس و فترۃ من الذین والاوتان فی الارض تعبداً

فارسلہ ضوامیر اودا دیا یلوح کمالاح الصیقل المہند آ

(فارسی) از کمانش چو تیر بکشايد تیرا و بر زمین نمی آید

باز چون نیزہ کار فرماید ناخن از دست سر بریاید

کتاب کے اندر قابل اعتراض بات یہ ہے کہ مؤلف نے سلطان ناصر الدین کی مدح کو نہ صرف اغراق و غلو کی حد تک
پہنچایا بلکہ اس کی شان اور خصوصیات کو نبی کریم ﷺ کے مقابل میں لاکھڑا کیا ہے۔

بیان افق حضرت صاحب قرانی رادر بعضی خصائص نبوی و چون حضرت صاحب قرانی رادر مطلع فطرت جہہ دولت
نیک بخشی سر بند سلالت مصطفوی غر آرائش یافتہ بود ازین جہت چند خصلت حمیدہ کہ از خصائص نبوت است
اور اشرافت تاسیسی و اتباع دست داد منجملہ آنکہ بہ بعضی از سعادت زیوران کہ در مرحلہ وفاق و اتفاق با خدمت آن
شاہ قضا اقدار گوش بندگی و خاکروبی می زدند۔ قبل از نزول اجلال ایشان را بہ مہاجرت مامور گردانید۔ ثانیاً آنکہ چون
موبخاشقی یہ تیغ بیدریغ عرصہ ہلاک و طعمہ فنا گشت، چنانچہ اصطفی رتبت رادر مکہ معظمہ بمعرض قصد آمدہ بودند۔ چندی
نیر از خواص عقل و نظر مابقییت اصحاب سقر بمصد سد نہ شہا، حضرت صاحب قرین گہر یکجہتی منعقد داشتند بالضرورت
اقتدا بستن مرسلین فرمودہ۔ سیوم آنکہ طایفہ کہ در جمعیت ایاد خدمتش صدیق صفت بمزید اختصاص حلیہ اتصاف
داشتند در اوان افتاح دولت کہ سایہ مرحمت بر مفارق سوا کن مملکت می انداخت از رکاب ہمایون تقاعد پیمودہ بشرف
الحاق فایز گشتند۔“ ۶۷

دوسری خامی اس کتاب کے اندر یہ ہے کہ یہ کتاب سلطان ناصر الدین کے ایک درباری عالم کے ذریعہ لکھی گئی ہے
اس لئے اس میں سلطان ناصر الدین کی خامیوں اور خرابیوں کی نشاندہی نہیں کی گئی ہے پوری کتاب قصیدہ کا اندازہ

لئے ہوئے ہے گویا نثر میں کہا گیا قصیدہ ہے جبکہ سلطان ناصر الدین ایک عیش پسند شراب و شباب کا دلدادہ اور مطلق العنان بادشاہ تھا حتیٰ کہ اس کی موت بھی نشہ کی حالت میں حوض میں ڈوب کر ہوئی۔ ایک مورخ کے لئے لازم ہے کہ تاریخ لکھتے وقت وہ تمام پہلوؤں پر نظر رکھے اور اس عہد کی پوری ترجمانی کرے۔ ساتھ ہی خوبی و خامی دونوں پہلوؤں کو بلا جھجک قلمبند کرے۔

تاریخ ناصر شاہی کا قلمی نسخہ برٹش میوزیم لائبریری لندن میں (OR1۸۰۳) ہے اور دستیاب اطلاع کے مطابق اس کا ایک ہی نسخہ دنیا میں پایا جاتا ہے۔ کتاب کل ۵۸ اوراق پر مبنی ۱۳ سطری ہے۔ موجودہ نسخہ (۱۲۶۵ھ/۱۸۴۹ء) کا لکھا ہوا ہے اور کاتب کا نام محمد ناصر علی ہے۔ کتاب کا آغاز ”الحمد للہ الذی صدق وعدہ و نصر عبدہ..... الخ“ ہوتا ہے اور اختتام درج ذیل اشعار پر ہوتا ہے۔

شکرا یزد کہ باقبال کلمہ گوشہ گل نکبت بادوی و شوکت خارا آخر شد

آن ہمہ کبر تنعم کہ خزان می فرمود عاقبت در قدم باد بہار آخر شد

تاریخ مالوہ:- اس کے مصنف ”کرم علی“ ہیں ^(۱) مگر اس کتاب کے کسی نسخہ کی موجودگی کے بارے میں کہیں سے

کوئی اطلاع فراہم نہیں ہو سکی۔

فرہنگ نویسی:

ہندوستان میں فارسی ادب کی آمد محمود غزنوی کی آمد کے ساتھ ہوئی پھر مملوک، خلجی، تغلق، سید، لودی اور مغل حکمرانوں کے عہد میں اسے عروج حاصل ہوا۔ اسی عہد میں یہ زبان ہندوستان کی سرکاری زبانی قرار پائی، مختلف علوم و فنون مثلاً طب، تاریخ، تذکرہ، تصوف، اخلاق، اور طب وغیرہ پر فارسی زبان میں بے شمار کتابیں لکھی گئیں نیز دوسری زبانوں کی کتابوں کے فارسی میں ترجمے ہوئے، ساتھ ہی فرہنگ نویسی نے بھی ہندوستان میں رواج پایا۔ جیسا کہ مذکور ہوا کہ ہندوستان میں فارسی زبان میں مختلف علوم و فنون میں بے شمار کتابیں لکھی گئیں لیکن ان میں سب سے زیادہ فن تذکرہ، تاریخ اور فرہنگ نویسی کو فروغ ملا۔

فرہنگ نویسی کو ایران سے زیادہ ہندوستان میں رواج پانے کے کئی اسباب تھے۔ اول ایرانی اہل زبان تھے اس لئے انہیں نہ تو اس کی ضرورت محسوس ہوئی اور نہ انہوں نے اس میں دلچسپی دکھائی البتہ بعد میں ایرانیوں نے اس فن کی طرف توجہ دی اور کئی مشہور فرہنگیں مثلاً لغت فرس اسدی، مؤلفہ ابو منصور علی بن احمد اسدی طوسی (۴۵۸-۴۶۵) فرہنگ قطران مؤلفہ ابو منصور قطران، صحاح الفرس مؤلفہ شمس الدین محمد بن فخر الدین معروف بہ ہندوشاہ (۷۲۸ھ) فرہنگ انجمن آرائی ناصری مؤلفہ رضا قلی ہدایت (۱۲۱۸ھ) وغیرہ یہاں لکھی گئی۔

اس کے برخلاف ہندوستانیوں کے لئے یہ زبان نئی اور اجنبی زبان تھی جس میں مہارت حاصل کرنے آشنا ہونے کے لئے انہیں فرہنگ کا سہارا لینا ضروری تھا، دوسرے جب فارسی زبان ہندوستان کی سرکاری زبان قرار پائی تو امراء، حکام، ملازم پیشہ اور عوام کے لئے اس زبان کا سیکھنا ضروری ہوا۔ ظاہری بات ہے کہ زبان کے سیکھنے اور اس پر مہارت پانے کے لئے دستور زبان کے ساتھ فرہنگ معاون و مددگار ثابت ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہندوستانیوں نے اس فن میں نہ صرف دلچسپی دکھائی بلکہ اسے ترقی بھی دی۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ مسلم حکمرانوں کے عہد میں ہندوستان کے تقریباً ہر صوبہ میں ایک یا اس سے زیادہ فرہنگیں لکھی گئیں۔

ہندوستان میں فارسی فرہنگ نویسی کو دو ادوار پر تقسیم کیا جاسکتا ہے۔

(الف) ۱۳۴۲-۱۶۵۲ء۔ اس عہد میں لکھی جانے والی فرہنگوں کا انداز یہ رہا کہ مؤلفین نے مواد جمع کر کے

سیدھے سادے طور پر فرہنگ کو ترتیب دیدیا۔ یعنی الفاظ کی تحقیق و تنقید کی طرف توجہ نہ دی گئی اس دور کی مشہور فرہنگیں درج ذیل ہیں۔

فرہنگ قواس: مؤلفہ فخر الدین مبارک شاہ غزنوی معروف بہ فخر قواس۔ دستور الافاضل مؤلفہ حاجب خیرات دہلوی (۷۴۳ھ/۱۳۴۲ء) لسان الشعراء، مؤلفہ، شیخ زادہ عاشق، ادات الفصلا: مؤلفہ قاضی خان بدر محمد دہلوی۔ (۸۲۲ھ/۱۴۱۹ء) (جونپور) دستور الاخوان مؤلفہ قاضی خان بدر محمد دہلوی تقریباً (۸۲۷ھ/۱۴۲۳ء) چندیری (مالوہ)، زفان گویا: بدرابراہیم۔ تقریباً (۸۳۷ھ/۱۴۳۳ء) جونپور۔ بحر الفصائل: مؤلفہ محمد بن رستم (۸۳۷ھ/۱۴۳۳ء)۔ شرف نامہ منیری، ابراہیم بن قوام فاروقی (۸۷۸ھ/۱۴۷۳ء) بنگال۔ مؤید الفصلا: شیخ لاد دہلوی (۹۲۵ھ/۱۵۱۹ء) اودھ۔ تحفہ السعادت مؤلفہ محمود بن ضیاء الدین محمد ۹۱۶ھ۔ مدار الافاضل شیخ اللہ داد فیضی سرہندی (۱۰۰۲ھ) پنجاب۔ فرہنگ جہانگیری: میر جمال الدین حسین انجوشیرازی (۱۰۵ھ/۱۶۰۸ء)۔ برہان قاطع: محمد حسین برہان تبریزی (۱۰۶۲ھ/۱۶۵۱ء) دکن۔

(ب) ۱۶۵۳ء — ۱۸۰۰ء

اس عہد میں لکھی جانے والی فرہنگوں کی خصوصیت یہ ہے کہ مؤلفین نے مواد کو جمع کر کے الفاظ کی تحقیق و تنقید کی پھر اس پر اپنی رائے قائم کر کے فرہنگ کو ترتیب دیا۔ اس عہد کی مشہور فرہنگیں یہ ہیں۔

فرہنگ رشیدی: عبدالرشید بن عبدالغفور ۱۰۶۴ھ/۱۶۵۳ء سندھ۔ سراج اللغات: سراج الدین خان آرزو ۱۱۴۷ھ/۱۷۳۵ء دہلی۔ مرآۃ الاصطلاحات: رای رایان آنندرام مخلص۔ دہلی۔ بہار عجم: لالہ ٹیک چند بہار درمیان ۱۱۵۶ھ/۱۱۸۲ھ/۱۷۳۹ء دہلی۔ کشف اللغات: محمد عبدالرحیم بہاری ۱۱۶۲ھ (۱۷۴۸) بہار۔ مصطلحات الشعراء: مل وارسہ لاہوری، ۱۱۵۱ھ آئینہ عطا: عطاء اللہ دانشور ندرت۔ ۱۷۸۲ء کشمیر۔ فرہنگ نظام سید محمد علی درمیان (۱۳۴۶ھ-۱۳۵۸ھ)۔

لیکن مقالہ برائے تحقیق ”مالوہ کے خلجی حکمران کے عہد میں فارسی ادب“ کے پیش نظر اس عہد میں لکھی جانے والی فارسی فرہنگ زیر بحث ہے۔ مالوہ کے خلجی عہد (۱۴۳۹-۱۵۶۲ء) میں دستیاب معلومات کے مطابق درج ذیل فرہنگیں لکھی گئیں۔

ادات الفضلا: دوستور الاخوان مؤلفہ قاضی خاں بدر محمد دھاروال۔ مفتاح الفضلا۔ مؤلفہ محمد بن داؤد علوی شادی آبادی۔ اور فرہنگ شہاب حکیم۔ مؤلفہ امیر شہاب الدین حکیم الکرمانی۔

ادات الفضلا:- اداۃ الفضلا کا شمار ہندوستان کی قدیم ترین فرہنگوں میں ہوتا ہے اس کے مؤلف قاضی خاں بدر محمد دہلوی معروف بہ دھاروال ہیں۔ قاضی خاں بدر کے حالات زندگی زیادہ دستیاب نہیں ہیں۔ ان کے حالات زندگی سے متعلق جو کچھ بھی معلومات دستیاب ہیں وہ ان کی تالیف اداۃ الفضلا کے مقدمہ پر مبنی ہے۔ قاضی خاں کا تعلق پندرہویں صدی عیسوی کے تین اہم مراکز (دہلی، جوپور، مالوہ) سے رہا۔ ابتداً وہ دہلی میں سکونت پذیر رہے وہیں تعلیم و تربیت پائی جس کی بنا پر وہ دہلوی کہلائے۔ تیورنگ کے حملہ (۱۳۹۸ء) کے بعد جب دہلی سلطنت کا شیرازہ بکھر گیا تو علم و حکمت کی مرکزیت بھی دوسرے صوبوں یعنی مالوہ، جوپور اور گجرات میں منتقل ہو گئی تو قاضی خاں بھی دہلی سے جوپور چلے گئے اور تقریباً ۸۲۲ھ تک وہ جوپور میں قیام پذیر رہے۔ جوپور اس وقت اپنے ثانوی نام شیراز ہند سے جانا جاتا تھا۔ جس کی وجہ یہ رہی کہ سلاطین جوپور بالخصوص ابراہیم شاہ شرقی (۸۰۳-۸۴۴ھ) کی علم دوستی و علمانوازی نے دہلی سلطنت کے زوال کے بعد علماء و فضلاء کو جوپور کی طرف کھینچ لیا تھا اور کثیر تعداد میں علماء و فضلاء جوپور میں اکٹھا ہو گئے تھے جیسا کہ مؤلف تاریخ فرشتہ کا بیان ہے۔

”ابراہیم شاہ شرقی..... از راہ برگشتہ بدارالعلم جوپور آمد و بہ صحبت علماء و مشائخ و تعمیر و تکثیر زراعت مشغول شدہ، سالہا بہ بیچ طرف سواری نفر مود و مردم از اطراف و اکناف ہندوستان کہ مشغول از خلل شدہ بود، روی بہ جوپور آوردہ ہر ایک فرخوار مرتبت و حالت نوازش می یافتند و از قدم مشائخ و علماء و سادات و نویسندہ از ہر حیثیت بجای رسید کہ جوپور را دہلی ثانی می گفتند“ ۶۸

قیام جوپور کے دوران ہی قاضی خاں اپنی مشہور فرہنگ اداۃ الفضلا تالیف کی مگر اس دوران وہ مہاجرت کر کے دھار آ گئے۔ دھار مالوہ سلطنت کا دار الخلافہ بھی تھا اور علم و ادب کا دوسرا مرکز بھی۔ دھار میں سکونت اختیار کرنے کی وجہ سے وہ دھاروال کے نام سے مشہور ہوئے پھر دھار سے چندیری آئے۔ چندیری سلطان دلاور خاں کے عہد میں مالوہ سلطنت کے زیر نگیں تھا۔ دلاور خاں نے اپنی زندگی میں ہی اپنے دوسرے لڑکے قدر خاں کو چندیری کا حاکم مقرر کر دیا تھا۔ مگر قدر خاں کے انتقال کے بعد سلطان ہوشنگ شاہ بن دلاور خاں نے اسے دوبارہ مالوہ سلطنت میں ضم

کر لیا۔ قدر خاں بن دلاور خاں کو بھی علم و ادب سے لگاؤ تھا۔ اس کی علم پروری اور علم نوازی کی شہرت سکر ہی قاضی خاں بدر محمد نے دھار سے قدر خاں کے دربار چندیری کا رخ کیا اور دربار میں رسائی پا کر اپنی تالیف ”ادات الفصلا“ کو اسی کے نام معنون کیا۔

قاضی خان کو ابتداء سے ہی لغت نویسی کا شوق تھا۔ اس سلسلہ میں اس نے اپنے دو استاد قاضی برہان الملت والدین معروف بہ بدھانہ اور شیخ زادہ عاشق کا ذکر بھی کیا ہے۔ ۶۹ شیخ زادہ عاشق خود ایک فرہنگ لسان الشعراء کے مصنف تھے۔ مؤلف فرہنگ جہانگیری نے مقدمہ میں اس فرہنگ کا ذکر کیا ہے اور اس سے استفادہ بھی کیا ہے۔

ادات الفصلا کی خصوصیات :- فرہنگ اادات الفصلا کو ہندوستان میں لکھی جانے والی فارسی فرہنگوں میں کئی اعتبار سے خصوصی اہمیت حاصل ہے۔ (الف) اس لغت میں شعری اصطلاحات اور مرکبات کے ساتھ ساتھ ہندوستانی الفاظ (ہندوی/ اردو قدیم) کثرت سے استعمال کئے گئے ہیں۔ جن سے اندازہ ہوتا ہے کہ مؤلف کے زمانہ (پندرہویں صدی عیسوی) میں اردو قدیم (ہندوی) کے یہ الفاظ ہندوستان کے ان اطراف میں رائج تھے۔ ان میں سے بعض الفاظ قدرے صوتی و املائی تبدیلی سے آج بھی مستعمل ہیں۔ مثلاً گھر گھٹ (گرگٹ) بانجھ (زن نا زائندہ) پھر کی (لٹو) کچھوا، پاتلہ (پاتیلہ) وغیرہ۔

(ب) اس لغت کے مطالعہ سے ہندوستانی لسانیات بالخصوص اردو کی ارتقاء کو سمجھنے میں مدد مل سکتی ہے۔

(ج) مؤلف نے اس فرہنگ میں اسدی طوسی، فرہنگ فخر قواس دستورالافاضل، رسالہ نصیریہ، رسالہ لسان الشعراء وغیرہ سے استفادہ کیا ہے، مگر جن بادشاہوں اور شہروں کے نام ان لغات میں نہیں پائے جاتے ان شہروں اور بادشاہوں کے نام کا اس لغت میں اضافہ کیا ہے، ساتھ ہی مشہور شعراء کے دواوین میں مستعمل الفاظ و اصطلاحات کو اپنے اساتذہ کی مدد سے تحقیق کر کے اس میں شامل کیا ہے۔ اس کے علاوہ، نظامی خاقانی، انوری، ظہیر فاریابی، فردوسی اور سعدی، وغیرہ جیسے شعراء کے دواوین میں مستعمل اصطلاحات و تراکیب کو اپنی استعداد سے حل کر کے اس میں شامل کیا ہے۔ جس سے اس لغت کی اہمیت تاریخی اور ادبی دونوں لحاظ سے مزید بڑھ جاتی ہے۔

ادات الفصلا دو حصوں پر منقسم ہے۔

(الف) قسم اول :- اس حصہ میں مفرد الفاظ کو حروف تہجی کے مطابق پہلے اور آخری حرف کے اعتبار سے ترکیب

دیا گیا ہے یعنی پہلا حرف باب اور آخری حرف فصل ٹھہرایا گیا ہے۔ جیسے آسا، ادا، آرا وغیرہ۔

(ب) قسم دوم:- اس حصہ میں مرکب الفاظ کو پہلے اور آخری حرف کے اعتبار سے ترتیب دیا گیا ہے جیسے سیلاب کند آنجا کہ سیل تریدہ باشد

ادات الفصلا کے نسخے اگرچہ کمیاب ہیں لیکن دنیا کے مختلف کتب خانوں میں موجود ہیں۔ نسخہ قلمی علی گڑھ ۱۷۹۹ء اور اق پر مشتمل ہے جس میں ورق ۱-۳ میں فارسی حرف کی تفصیل بیان کی گئی ہے، ورق ۱۷۰ سے ۱۷۶ تک عربی محاورات و اصطلاحات کو بیان کیا گیا ہے مثلاً سیاوش آباد۔ مقصود کن فکان۔ مرغ سلیمان۔ نخس اکبر (زحل) نخس اصغر (مرخ) وغیرہ۔ نسخہ پرسن کتابت دوازہم ماہ فروری ۱۲۲۷ عیسوی لکھا ہے کاتب کا نام موجود نہیں۔ نسخہ کی ابتدا ”حمد و ثناء بقضای الحمد.....“ سے ہوتی ہے اور اختتام ۔ اگر خطای رود زنوک قلم بصلاح آورند اہل رقم“ پر ہوتا ہے۔

پروفیسر نذیر احمد صاحب نے اديات الفصلا میں مستعمل ہندوستانی الفاظ پر دیگر لغات مثلاً زفان گویا، موید الفصلا، اور مدار الافاضل وغیرہ کے حوالہ سے ایک محققانہ بحث کی ہے جس سے اس عہد میں مروج ہندی الفاظ کی نشاندہی ہوتی ہے۔

ان میں سے کچھ الفاظ یہاں پیش کئے جاتے ہیں جس سے فرہنگ اديات الفصلا کی اہمیت بھی واضح ہو اور ان ہندوی الفاظ کی نشاندہی بھی ہو سکے۔

آسا: فازہ کہ دہن از ہم باز شود از کاہلی باز آمدن خواب۔ اہل ہند جنہائی خوانند۔ بحر الفصائل جنہائی، شرفنامہ، جنہوائی، مدار الافاضل میں جماہی (متن) اور جنہائی (حاشیہ) ہے۔

آسیب:- عرب صدمت و اہل ہند دھکے خوانند۔ موید میں بھی اديات وقنیہ کے حوالے سے دھکے درج ہے۔ اور مدار میں بھی اس ہندوستانی لفظ کا تلفظ دھکے ہی ہے۔

آشکوب:- آسمان کہ عرب آنرا سقف و اہل ہند چھات خوانند موید میں اديات اور شرفنامے کے حوالے سے چھت درج ہے جو واضح ہے کہ غلط ہے۔ چونکہ آدات نے آشکوب کا ہندی مترادف چھات لکھا ہے جیسا کہ لکھا گیا اور شرفنامہ میں حرف عربی مترادف درج ہے ہندی مترادف مذکور نہیں آسمانہ مقدمۃ الادب (زختری) میں آسمان خانہ ہے۔ موید نے اس کا ذکر کیا ہے۔

آفتاب پرست: جانوریست کہ عرب آنرا حربا و اہل ہند گھر گھٹ خوانند۔ شرفنامے میں گھر گت، موید میں ادات کے حوالے سے گر گٹ اور مدار میں حوالے کے بغیر گر گٹ آیا ہے۔ ظاہر ہے قدیم شکل گھر گھٹ ہے اور ادات میں یہی رہی ہوگی۔

آثرخ:۔ گوشت پارہ، عرب آنرا ثولول و اہل ہند مسا گویند۔ شرفنامہ میں مستاہے، موید میں ادات کے حوالے سے اور مدار میں حوالے کے بغیر عرب و ہندی مترادفات درج ہوئے ہیں۔

آہار:۔ پت جامہ کہ در ریسمان تنستہ کردہ و جامہ بافتہ مالند تا سفت نماید و اہل ہند آں را بان گویند۔ زفان گویا اور مدار میں 'بان' ہے۔ لیکن موید میں مانٹری اور کلپ و کھرب ہے۔ ممکن ہے بان، مان (مانٹر) کا مصحف ہو۔

آونگ:۔ رسی کہ یک سرا و بجای و سر دوم بجای دیگر بندند تا خوشہای انکور بدو آویزند قبیل میوہ آویختہ۔ عرب آنرا معلاق و اہل ہند بلکنی۔ گویند و زفان گویا میں عربی و ہندی مترادفات بالکل ادات کی طرح ہیں۔ موید میں ہے:

و در ادات بدین معنی اورنگ آورده است و آخر گفته است کہ عرب آنرا معلاق و ہند بلکنی نامند و قبیل میوہ آویختہ۔ واضح ہے کہ موید کا قول درست نہیں، اس لئے کہ ادات میں اورنگ نہیں ہے۔ موید میں دستور کے حوالے سے لفظ اوئل درج کیا ہے جو غلط محض ہے، اس لئے دستور کے نسخہ موجود میں آونگ ہی ہے، اگرچہ اس کے معنی صرف میوہ آویختہ درج ہوئے ہیں۔

آتشک:۔ کرمی است خرد سبزگون، می پر چون شب در آید۔ مانند اخلر تا بان نمایند..... و اہل ہند آنرا جگنو گویند۔ یہ ہندی لفظ زفان، بحر الفضائل، موید اور مدار کسی میں نظر سے نہیں گزرا۔

آفتاب گردک:۔ کاف اول فارسی، جنسی است از کرفس بزرگ..... عرب آنرا حربا و بوقلمون و اہل ہند گھر گھٹ گویند۔ مدار میں اس کے متبادل گر گٹ ہے۔ موید میں ہندوستانی لفظ نہیں آیا۔

آردن: چیز یست مانند کفگیر کہ سوراخہای بسیار دارد، حلوائیان کہ روغن بدان صاف کنند۔ ہند آں را 'پونہ' گویند۔ مدار میں بھی یہی ہندوستانی متبادل کلمہ درج ہے۔

آنستہ: مشکلک زیر زمین و آں بنخ گیا ہی است خوشبوی کہ اہل ہند آن را موتہ خوانند، یہی ہندوستانی متبادل لفظ زفان، شرفنامہ، موید، مدار وغیرہ میں آیا ہے۔

آسمانہ: سقف کہ اہل ہند آنرا چھات گویند۔ موید نے مدار کے حوالے سے چھت لکھا ہے۔ یہی غلطی آشکوب کے ذیل میں بھی عمل میں آئی ہے۔

ارزن: غلہ ایست کہ اہل ہند آنرا چینہ گویند۔ یہ متبادل لفظ زفان گویا، بحر الفصائل اور شرفنامہ وغیرہ میں موجود ہے۔ اردن: چیزی کہ حلوائیان شکر بدان صاف کنند مثل کفگیر است، اما سوار خہای بسیار دارد و اہل ہند آن را پونہ گویند۔ یہی ہندوستانی لفظ آرون کے بھی مترادف ہے۔

اسپر غم: گیاہی است خوشبوی کہ عرب آنرا ریحان و اہل ہند بیری خوانند و آن را شاہ سپر غم نیز گویند۔ زفان میں ضمیر ان کو شاہ سپر غم کا مترادف دیتے ہوئے ہندوستانی لفظ بیر درج ہوا ہے۔ مدار میں ہندوستانی لفظ 'سبزی' ہے جو یقیناً غلط خوانی کا نتیجہ ہے۔

استرون: زن نازانندہ کہ اہل ہند بانجھ خوانند۔ یہ ہندوستانی لفظ استرون کے ذیل میں کسی لغت میں نظر نہیں آیا۔ اشتر خار: درختی است خر خار دار۔ اہل ہند جوانسہ خوانند۔ زفان گویا میں اشتر غار بمعنی جانواسہ آیا ہے۔ اکثر فرہنگوں میں جوانسہ ہی ہے۔

آشنہ: گیاہی خوشبوی کہ اہل ہند آنرا جھلیرہ (جہل برہ) گویند۔ زفان میں چھلیری بحر الفصائل میں چھلیرہ اور مدار میں چھڑیلہ ہے، جھریلہ آجکل مستعمل ہے۔

الوا: گیاہی است تلخ کہ عرب آنرا صبر و اہل ہند کوانر خوانند، زفان گویا اور مدار میں ہندوستانی مترادف کنوار اور موید میں گھیکوار ہے۔

الماس: آبگینہ و این گوہر یست سخت کہ از ہیچ چیز نشکند جز بہ ارزیر۔ و اہل ہند ہیرا خوانند۔ یہ مترادف ہندی لفظ زفان، موید، مدار وغیرہ میں آیا ہے۔

انگزد: باکاف فارسی انگوزہ، عرب حلتیت و اہل ہند ہینگ خوانند۔ شرفنامہ، موید اور مدار میں یہی ہندوستانی متبادل لفظ درج ہوا ہے۔

انبر: کلجین کہ بہ ہندی آنرا سنداسی خوانند۔ زفان میں کلجان اور سنداسی ہے۔ بحر الفصائل، موید اور مدار میں سنداسی آیا ہے۔ مگر موید میں ادات کے حوالے سے انبر کو انبر البر کا غلط طور پر مترادف لکھا گیا ہے۔ ادات میں انبر

بمعنی پرکردن ہے۔

انباغ: چون دوزن در حبالہ یک مرد بودند، ہر یکی ازان زن دیگری را انباغ بود۔ اہل ہند آن را سوکن گویند۔ ز فان گویا میں سوکن، موید میں سوتن، مدار میں سوکن اور سوت ہے۔

انگدان: جابتری کہ عرب آنرا بسباس خوانند۔ متاخر فرہنگوں میں بسباس نسائے کی شکل میں پڑھا گیا اور انگدان بمعنی دیو مردم قرار پایا۔ اس سلسلے کی بحث دستور میں گذری چکی ہے، دستورالافاضل میں یہ ہندی لفظ مندرج ہے۔

انبیرہ: آن کاہ کہ بوقت پوشش بر بام اندازند تا بالای آن گل اندازند و در میان دیوار بر آرنند تا دیوار مستحکم شود و اہل ہند آنرا دابہ گویند۔ یہ ہندی لفظ نسخہ سوسائٹی میں درج ہے۔ موید میں محض فارسی معنی درج ہیں۔ اس ہندوستانی لفظ کی توثیق نہیں ہو سکی ہے۔

اونج: میوہ ایست کہ اندرون اولج است فارسیان مشک انگور و اہل ہند لہسوڑہ گویند۔ شرفنامہ میں بھی یہی ہے، موید میں بحوالہ ادات یہی تفصیل مع ہندی مترادف کے درج ہے، موید میں بھی ہندوستانی مترادف مع ہندی مترادف کے درج ہے، مدار میں بھی ہندوستانی مترادف آیا ہے مگر اس کے بعد اضافہ یہ ہے: در موید اور نج نیز بدین معنی نقل کردہ و آن خطاست۔ مگر موید کے مطبوعہ نسخے میں اور نج نہیں ہے۔

اور مزد: ستارہ ایست در ششم آسمان کہ عرب آنرا مشتری و اہل ہند بر سپت خوانند۔ مدار میں ہندی مترادف ورسپت ہے۔ اور مز: ستارہ ایست در ششم آسمان کہ عرب آنرا مشتری و اہل ہند بر سپت خوانند۔

اوشنگ: رسی کہ یکسر او بجائی و سردوم بجائی بر بندند تا خوشہ ہای انگور برو خشک کنند و عرب آنرا معلق و اہل ہند بکنی گویند۔ اس لحاظ سے گویا آونگ کا مترادف ہے۔ مدار میں ادرنگ کا مترادف بتایا ہے اور یہ لکھا ہے کہ فرہنگ تو اس میں آوند کے معنی آیا ہے پھر موید کے حوالے سے تصحیف بتایا ہے اور سکندری اور شرفنامے کے حوالے سے آونگ کے ہم معنی بتایا ہے۔

ایمد: آہنی کہ زمین زراعت بدار پارہ کنند و اہل ہند آنرا پھال گویند۔

ایمر: آن آہن کہ مزارعان بدان زمین پارہ کنند و بہ ہندوی آنرا پھال خوانند، بعض بجای رادال خوانند۔ ز فان میں ایمد بمعنی پھال، موید میں ایمر اسی معنی میں اور مدار میں ایمد و ایمر دونوں کے لئے پھال آیا ہے۔

پاکوب: رقاص کہ اہل ہند پاتر گویند بحر الفصائل میں پای کوب بمعنی پاتر آیا ہے۔ پاتر اور پاتری قدیم اردو میں مستعمل تھے، مگر اب یہ دونوں لفظ متروک ہو چکے ہیں۔ عوامی بول چال میں 'پتیریا' اب بھی مروج ہے۔

باز نیچ: باجیم فارسی آن رسی کہ دو تابیایز ند و اہل ہند پینگھ خوانند و بر او نشینند و کجا بنداز بہر بازی کردن، بیشتر دختران نارسیدہ بدین بازی کنند۔ زفان گویا مویدا اور مدار میں بھی ہندوستانی متبادل لفظ موجود ہے۔

بادبر: فرفرہ کہ اہل ہند آن را پھر کی و لٹو گویند۔ زفان گویا کے نسخہ موجود میں سہواً بھلاوہ درج ہے، البتہ شرفنامہ، مویدا، اور مدار میں زفان ہی کے حوالے سے پھر کی آیا ہے۔

بادکش: پنکھ کہ عرب آن را مروحہ خوانند، ہندوستان لفظ پکھ فرہنگ قواس، دستور، بحر الفصائل وغیرہ میں بادبیزن کے لئے آیا ہے۔

پاسک: از ہم باز شدن دھن از کاہلی..... اہل ہند جنبھائی خوانند۔ مویدا میں جنوائی اور مدار میں جنبھائی درج ہے۔ بادبیزن و بادزن: پنکھ کہ عرب آن را مروحہ خوانند۔ کچھ اکثر فرہنگوں میں ہے۔

پانیدان: میانجی کہ عرب آن را ضامن خوانند و اہل ہند بر ہو گویند۔ یہ ہندوستانی لفظ جو ادات کے سوسائٹی والے نسخے میں نقل ہے، کہیں اور نظر نہیں آیا ہے۔

پالاولن: چیزی است مانند کفگیر..... جلوایاں شکر و روغن بدان صفا کنند و پالونہ نیز گویند و اہل ہند پونہ خوانند۔ ادات میں کم از کم تین بار پونہ آیا ہے۔ رک اردن، ارزن۔

بابونہ: شگوفہ کہ اہل ہند انر کونپلی خوانند، زفان میں کونپلہ، مدار اور مویدا میں کونپل ہے۔

بادفرہ، فرفرہ: بہ ہندوی آن را لٹو خوانند۔ زفان گویا میں پھر کی، مویدا میں لٹو اور مدار میں بادفرہ، لٹو اور پھر کی دونوں کے لئے آیا ہے۔

بادامہ: نوعی از فریشم کہنہ، اہل ہند آن را بوتہ خوانند و آن خرقد کہ از پرکا لہای سہ گوشہ تا چہار گوشہ خرد کردہ بدوزند برای زیبائی و نشان۔ معلوم نہیں بوتہ معنی اول کے لئے یا دوم کے لئے۔ اس لئے کہ مدار میں بوتہ درج ہے اور اس معنی کے بعد یہ بھی درج ہے و چیزی کہ ابریشم درو بود و ہندش بوتہ گویند۔ غالباً بوتہ بوٹہ ہوگا۔

پاخرہ: نشستگا ہی کہ پیش در راست کنند، اہل ہند آن را اوتہ گویند۔ یہی ہندوستانی متبادل لفظ ادات میں موجود ہے،

باخہ: جانور یست آبی کہ آنرا سنگ پشت نیز گویند کہ عرب آنرا کشف و اہل ہند کچھو خوانند۔ زفان میں کچھو، شرف نامہ میں کھجوا، موید میں ہندوستانی لفظ کچھ اور مدار میں کچھو ہے۔

پاشنہ: عقب پای کہ اہل ہند آنرا ایڈی خوانند۔ یہ ہندوستانی لفظ زفان، مویدا اور مدار میں نظر سے نہیں گزرا۔ بہر حال آج بھی اسی طرح سے بولا جاتا ہے۔ قدیم میں ڈا اور ڈامین فرق نہیں ہوتا تھا۔

پاتلہ: کراہی کہ بدان حلوا کنند۔ یہی ہندوستانی مترادف زفان، شرفنامہ، موبد اور مدار میں موجود ہے مگر آج کل پاتیلہ اور کڑاہی میں فرق کرتے ہیں۔

بتواز: جای آرام شکرہ و کبوتر کہ اہل ہند آؤا اده خوانند۔ موبد میں ہے بتواز جای آرام کبوتر و شکرہ کہ از سرچوب درست کنند و آؤا اده خوانند۔ کذا فی زفان گویا۔ مگر زفان گویا کے نسخہ حاضر میں یہ لفظ درج نہیں ہے۔ بظاہر موبد نے ادات سے نقل کیا ہے اور کسی وجہ سے غلط حوالہ درج ہو گیا۔

پتک: خالیسک بزرگ کہ آہنگر اں دارند و اہل ہند آزا گھن گویند۔ شرف نامہ میں گھن اور مویہ میں بغیر حوالے کے یہی تفصیل مع ہندی مترادف کے موجود ہے۔

بتکن: باکاف فارسی نوعی از ساز برزگری کہ آن راتختہ سپارخوانند و اہل ہند بروشہ گویند و مالہ۔ زفان گویا میں یہی ہندوستانی لفظ موجود ہے، لیکن مالہ ہندی لفظ نہیں، بلکہ خود فارسی لفظ ہے جو بننے کے کام میں آتا ہے۔ موید میں ہندوستانی مترادف درج ہے۔

تجخالہ: مسی کہ بر روی مردم برآید و اہل ہند آن را سیم خوانند سہوہ نیز گویند۔ ادات کے ایک نفع میں سیم و سہو ہے۔
یو۔ بی کے بعض علاقوں میں چہرے پر جو کالے دھبے ہوتے ہیں ان کو سہوہ کہتے ہیں۔

تختہ سپار: چوبی درجفت کہ اہل ہند آزا بروتہ گویند۔ یہ ہندوستانی لفظ ادات اور دوسری فرہنگوں میں بتکن کے ذیل
۶۷۲۵۹-۱
میں بھی آیا ہے۔ زفان میں تختہ سپار کے مترادف بھی یہی لفظ ہے۔

تختتم کستان: اہل ہند الی گویند۔ یہ ہندوستانی لفظ 'زفان' وغیرہ میں موجود ہے۔

ترتیب: داروی است که برای اسهال شکم خورند، و ابل ہند آن رانسوت خوانند۔ یہ ہندوستانی متبادل لفظ موید اور مدار



میں درج ہے۔ آخر الذکر میں تربت کے ذیل میں آیا ہے۔

ترندک: پرندہ ایست خرد..... عرب آن راصعوه، فارسیان سریچہ و اہل ہند ممولہ خوانند۔ شرفنامہ اور مدار میں یہی ہندوستانی لفظ آیا ہے۔

ترترک: پرندہ ایست خرد..... عرب آن راصعوه، فارسیاں سریچہ و اہل ہند مملولہ خوانند۔ موید میں ادات سے بغیر حوالے کے پوری تفصیل مع ہندوستانی مترادف کے درج ہے۔

تفسہ: آن سیاہی کہ بر روی مردم براید و عرب آنرا کلفہ و اہل ہند چھائی خوانند۔ یہی ہندوستانی مترادف مدار میں تفسہ کے ذیل میں درج ہے۔

تلک: لوبیان کہ عرب آن را جلبان خوانند و قبیل ادراک۔ ’ز فان‘ میں بھی یہی مترادف ہندوستانی لفظ درج ہے۔ مدار میں ’ادراک‘ چھاپے کی غلطی ہے۔

تلی: دست افزاردان حجام کہ اہل ہند آنرا بہاندی خوانند۔ ’موید‘ میں ہے۔ دست افزارداں حجام کہ بہندش بہاندی نامند و دست افزار حجام کذافی الادات و معنی اول درست چنانچہ از ’ز فان گویا‘ معلوم میشود۔ پتہ نہیں کہ موید میں کیونکر ادات کے مطالب کی نسبت غلط درج کی۔ ’ز فان گویا‘ میں بلاشبہ دست افزاردان حجام کو زیادہ صحیح بتایا گیا ہے لیکن اس میں ہندی لفظ نہیں آیا ہے۔

چار مغر: جوز کہ اہل ہند آنرا اکہروت خوانند۔ ادات کے ایک نسخے میں اخروٹ غلط ہے۔ شرفنامہ میں اکہروت اور ’موید‘ میں اکروٹ ہے۔

جامہ غوک: آن گیاه کہ در آب روید..... اہل ہند آنرا سوال خوانند ’ز فان‘ اور ’شرفنامہ‘ میں سوال اور ’موید‘ میں سوال اور کائی دونوں ہے۔

جالی: درختی کہ عرب آنرا اراک و اہل ہند پیلو گویند۔ ’شرفنامہ‘ اور ’موید‘ میں یہی ہندوستانی متبادل لفظ آیا ہے۔

چرخ: داغچہ بدان روغن کجد و شیرہ شکر کشند و اہل ہند آنرا کلوہ خوانند۔ ’ز فان گویا‘ میں ہندوستانی متبادل لفظ آیا ہے۔

چرز: پرندہ ایست آبی کہ آنرا سرخاب و خرچال نیز گویند..... و اہل ہند چکو خوانند۔

چزک: جانور یست خزنہ کہ پر پشت او خار ہا مثل دوک رستہ است۔ اہل ہند سہی خوانند۔ موید میں چوک بمعنی ساہی ہے۔

چغند: پرندہ ایست شوم کہ جز شب بیرون نیاید..... اہل ہند آ نرا لو خوانند۔

چغندر: سبزی است مثل ترب کہ اہل ہند آ نرا کو نگلو خوانند۔ ’ز فان گویا‘ میں ہندی مترادف تندس یا دیدس آیا ہے۔
 ’شرفنامہ‘ میں کو نگلو، اور ’موید‘ میں بغیر حوالہ کو نگلو اور ’ز فان‘ کے حوالے سے دھندس اور دیدس درج ہے۔ ادات میں
 چکندر اور چغندر کے ذیل میں دوبار مزید کو نگلو درج ہوا ہے۔

پخ: آن چوب کہ بدان مسکہ از جغرات برارند..... اہل ہند آ نرا رئی خوانند..... سوسائٹی کے نسخے میں روائی کتابت
 کی غلطی ہے، رئی آج کل متداول ہے۔

چغوک: پرندہ ایست کہ عرب آ نرا قنبرہ و اہل ہند مترہ گویند ’ز فان گویا‘ اور ’موید‘ میں یہی ہندوستانی لفظ درج ہے۔
 ’موید‘ کا مترہ چھاپے کی غلطی ہے۔

پخ: آن چوب کہ برگردن گاؤ جفتی کا و گردون کش نہند و ہند اہل ہند آ نرا جوا گویند۔ ’ادات‘ کے دوسرے نسخے میں
 جوتر ہے جو زیادہ قرین صحت ہے۔

چغروارہ: گیاہی است کہ روی آب روید و اہل ہند آ نرا سوال گویند ’ز فان گویا‘ اور ’موید‘ میں بھی ہندوستانی
 مترادف لفظ موجود ہے۔

چحق: سرزنہ یعنی آن چوب کہ بدان جغرات و مسکہ برارند اہل ہند آ نرا رئی خوانند۔ یہ لفظ اسی طرح مستعمل ہے۔ مگر
 سوسائٹی کے نسخے میں روائی درج ہے۔

چکاوک: پرندہ ایست آبی..... و بعضی آن را سرخاب گویند، عرب آ نرا سواد و اہل ہند چکوا خوانند۔

چنگار: (جیم و کاف ہر دو فارسی) جانور است آبی چون بر خشکی افتد پاپی پس رود، عرب آ نرا سلطان و فارسیاں پنج
 پاک و اہل ہند کیکرہ خوانند۔ ادات کے دوسرے نسخے میں کیکرا ہے۔

چندن: آن چوب خوشبوی و سرد کہ عرب آن را صندل خوانند۔ چندن بہت پہلے سے فارسی میں مستعمل ہو چکا تھا،
 چنانچہ ادات میں بھی معری کا شعر بطور شاہد کے نقل ہوا ہے۔

چو یلین: آنچہ بد پنبہ دانہ از پنبہ بکشند و اہل ہند آ نرا اوتنی و چرکبی خوانند۔ شرفنامہ میں اوتنی ہے مگر دوسرے ہندوستانی
 لفظ کی حقیقت واضح نہیں۔

چنگلاہی: جیم وکاف ہر دو فارسی۔ غلیو از و اہل ہند آنرا چیلہ نامند۔ پہلا لفظ تو چیل کے مشابہ ہے مگر دوسرے کی حقیقت واضح نہیں۔ 'ادات' کے ایک نسخے میں دونوں ہندوستانی مترادفات مذکور نہیں۔

چو خا: جامہ ایست پشمین و نوعی از پوشش تریان کہ کوتاہ است و در ہند جو گیان پوشند و اہل ہند آنرا کنتھا خوانند۔ بعینہ یہی معنی مع ہندوستانی متبادل لفظ کے موید میں درج ہے۔

چواز: چیز یست کہ از چوب و سنگ و امثال آن برای کوفتن غلہ و دار و سازند، و اہل ہند آنرا اوکھلی نامند۔

جولاہک: آنکہ اہل عرب آنرا عنکبوت و اہل ہند آنرا کمری گویند 'ادات' کے نسخہ علی گڑھ میں یہ لغت شامل نہیں ہے۔
چوڑہ: جیم و زاء ہر دو فارسی بچہ نوزادہ ماکیاں..... اہل ہند آنرا تیرہ خوانند۔ نسخہ علی گڑھ میں ہندوستانی مترادف نہیں ہے۔ بہر حال اس لفظ کی اصلیت مشتبہ ہے۔

جے سنگھ: باکاف فارسی نام راے گجرات کہ دعویٰ رائی و پادشاہی در ہند اول او کرد۔

جیپال: پادشاہ زمین ہند نزدیک سند کہ واضح دہل شاہی بود و ہندواں دہل شاہی راستہ باد خوانند و جیپال پادشاہ برہمان بود و در اصل بہت بودہ و قلعہ لاہور و برشر نیز اور بودہ الخ۔ موید میں کم و بیش یہی مطالب مع ہندی سنگہ کے موجود ہیں۔

چیستان: معمائی کہ پرسند کسی را..... اہل ہند پہیلی گویند۔ موید میں ہندوستانی لفظ درج ہوا ہے۔

جیزو: خزیدہ ایست کہ بر پشت او خار ہای شیر و دراز مثل دوک رستہ است..... گردی۔ فارسیان خار پشت و روباہ ترکی و اہل ہند سیہ (دوسرے نسخے میں سہی) خوانند۔ زفان گویا میں اس ہندوستانی لفظ کا املا 'سیہ' ہی آیا ہے۔ موید میں چیزو بمعنی سیاہی درج ہے۔

خار بست: آن خار ہا کہ گرد بر گرد باغ و کشت و گلزار برای محافظت فرو بندند۔ اہل ہند آنرا باڑی خوانند۔ 'موید' میں بغیر حوالہ یہ ساری تفصیل بعینہ مع ہندی لفظ (باڑ بجای باڑی) درج ہے۔

خار پشت: اہل ہند سہی خوانند۔ دوسرے نسخے میں جیزو کا حوالہ ہے۔ 'موید' میں ہندوستانی متبادل 'ساہی' درج ہے۔
خربوز و خر پتواز: پرندہ ایست اما پرندہ اہل ہند آنرا گادل و قبیل شب پرک و عرب آنرا خفاش خوانند۔ 'زفان' میں خربوز کے ذیل میں گدل درج ہے۔ واضح ہے کہ 'شر فنامہ' میں گادر اور 'موید' میں گادر اور چکا در جدید ترین شکلیں ہیں۔

خردک: گیایست کہ آنرا بہ شیر آورد دھند تا شیر زیاد شود..... و اھل ہند آنرا بہتل و گو بھی گویند۔

خرچکوک: باجیم فارسی گیای ہی است کہ آنرا بشیر آوران دھند تا شیر زیاد شود..... اھل ہند آنرا بہتل و کو بھی خوانند۔ یہ لغت فرہنگ قواس، زفان گویا، دستورالافاضل، موید وغیرہ سب میں ہندی مترادف بہتل کے ساتھ پایا جاتا ہے۔ مگر 'موید' میں یہ ہے۔ گیای ہی است کہ بزنان کم شیر دھند زیادتی شیر را و در زفان گویا مذکور است داروئیست کہ آنرا بہتیل و کچری گویند۔ زفان میں صرف پہلا ہندوستانی متبادل لفظ بہتل ہے۔ دوسرا مطلق نہیں، معلوم ہوتا ہے کہ 'ادات' کے بجائے غلطی سے 'زفان' لکھ دیا گیا۔ کچری بھی غلط ہے، کو بھی ہوگا۔ ادات کے نسخہ سوسائٹی میں یہ لغت شامل نہیں۔

خرچال: مرغی است آبی کہ اھل ہند آنرا چکوا خوانند۔ سرخاب اور چرز کے ذیل میں خرچال اور چکوا اسی فرہنگ میں مذکور ہیں۔

خرزہرہ: درختی است خرد کہ بگلہای او ہندوان بت پرستی کنند، آنرا کنیر خوانند۔ بحر الفصائل، شرفنامہ اور موید میں ہندوستانی مترادف کنیر مندرج ہے۔

خردہ: باواو فارسی آن مرغ کہ صیادان بر سردام بندند تا مرغان بروجع شوند۔ عرب آنرا ملواح و اھل ہند آن را ملہ خوانند۔ یہ ہندوستانی لغت راقم نے خود سنا ہے جس کا 'ملہ' تلفظ ہوتا ہے۔

خرفہ: سبزی است ترش، اہل فارس آنرا پرپہن و عرب آنرا خفرج و اھل ہند آن را لونک خوانند۔ زفان، بحر الفصائل اور شرفنامہ میں لونک ہی ہے اور زفان میں کئی کلموں کے ذیل میں آیا ہے۔ مگر موید میں لونا ہے۔ یہ ساگ نمکین ہوتا ہے، لونک اور لونا دونوں میں پہلا جز لون یعنی نمک ہے۔

خروسہ: اھل ہند آنرا 'کلا' گویند۔ اس لفظ کی حقیقت سے ہم واقف نہ ہو سکے۔

خرزراں: نام چوبی کہ اھل ہند آنرا بیت خوانند۔ 'بید' کی یہی شکل عامیانہ آج بھی مروج ہے۔

خفرج: سبزہ ایست خوردنی ترش کہ عرب آنرا بقلۃ الحمقا و اھل ہند آنرا لونک گویند۔ زفان گویا اور بحر الفصائل میں لونک ہی ہے، مگر موید میں لونا ہے۔

خشکمار: عرب آنرا استقا و اھل ہند آنرا جلندہر گویند۔ موید میں عربی و ہندوستانی متبادل الفاظ مندرج ہیں۔

غلہ: چوبی کہ کشتی رابدوراندواہل ہند آن راداندوبیل خوانند۔ موید میں ہندوستانی لفظ ہو کہ درج ہے۔
خنور: رخت مطبخ چون خنبرہ وکاسہ..... اہل ہند آنرا کوٹھی گویند۔ یہی مطالب مع ہندوستانی متبادل لفظ کے موید میں
مندرج ہیں۔

خنجک: خار خسک در اجمال خنجک را بمعنی الحبة الخضرا یعنی سیاہ دانہ وقیل کھتبی بزبان اہل ہندو آن غلہ ایست۔ زفان
اور موید میں کھتبی درج ہے۔ غالباً آج کل یہ نام مروج نہیں۔

خوچ: باجیم فارسی تاج وگو سپند کہ کودکان برو سواری آموزندواہل ہند آنرا اد کہ خوانند۔ یہ ہندوستانی لفظ ادات میں،
مختلف جگہوں پر دوطور پر آیا ہے۔ غم کے ذیل میں ایر کہ، قوج کے ذیل میں راد کہ اور اد کہ مگر غم کے ذیل میں اس کا
الما' ار کہ ملتا ہے۔ موید میں 'ایر' سراسر غلط ہے۔ صرف حرف دوم میں اختلاف ہے یا دال ہے یا 'ر' مگر اس وقت یہ لفظ
مروج نہیں معلوم ہوتا۔

خون سیاوش و خون سیاوشان: چوبی است کہ بدان جامہ رارنگ کنند..... واہل ہند بکم خوانند۔ زفان میں
باندوت اور موید میں بکم۔

خوچہ: باجیم فارسی، تاج خروس واہل ہند آنرا مور گویند۔

خیبر: در گجرات حصار یست کہ ہندوان آنرا جون گدہ خوانند

خیگ: باکاف فارسی مشک بزرگ، اہل ہند آنرا بکھال خوانند بعینہ یہی معنی مع ہندوستانی مترادف زفان گویا میں
موجود ہے۔

خیرو: نام گلی است کہ اہل ہند آنرا کیسر خوانند۔ زفان گویا میں اس کا مترادف ہندوستانی لفظ پت سن بتایا گیا ہے۔

خیری: نام گلی است کہ شعرا آنرا بہ تیر و ترکش تشبیہ کردہ اند کہ اہل ہند آنرا کیسر خوانند۔ زفان میں خیرو ہندوستانی
مترادف بتایا گیا ہے۔

دار پر نیان: آن چوب کہ بدان جامہ راسرخ رنگ کنند، و عرب آن را قہم واہل ہند بکم خوانند۔ زفان میں یہ
ہندوستانی لفظ قہم کے ذیل میں آیا ہے۔

در یواس: چوبی کہ پس در نہند برای محکمی تا کسی باز نتواند کرد، اہل ہند آنرا گل خوانند۔

درخت سنبہ: زنبور سیاہ کہ چوب را سوراخ کند و پرندہ است کہ اہل ہند آنرا کھٹھوڑا خوانند۔ زفان گویا میں بھنورہ ہے، شرفنامہ میں کھٹھورا، موید میں زفان کے حوالے سے بھنورہ اور بغیر حوالہ کھٹھوڑا ہے۔

درای: جرس و قیل بکسر دال، و اہل ہند آنرا گھائی خوانند۔ زفان گویا اور شرفنامہ میں گھانٹی ہے، اور موید میں ادات کے حوالے سے گھنٹی ہے جو یقیناً جدید شکل ہے۔ گھانٹی عامیانہ زبان میں ہنوز رائج ہے۔

دژک: بازای فارسی گرہ کہ در رشتہ از کثرت تاب افتد و اہل ہند آنرا گوہی خوانند۔ شرفنامہ اور موید میں گرہی ہے۔
دسمر: نوعی از غلہ کہ آنرا شامل نیز گویند، اہل ہند آنرا ارھر خوانند۔ زفان اور موید میں بالکل یہی تفصیل مع ہندوستانی لفظ کے درج ہے۔

دغندہ: غلغلیج کہ اہل ہند آنرا گدگی خوانند۔ زفان گویا، بحر الفصائل، شرفنامہ اور موید میں یہی ہندوستانی مترادف لفظ درج ہوا ہے۔

دوخ: آن گیاہ کہ ہمیشہ در آب روید و از و بوریافند عرب آن را حیسر و اہل ہند بتیرہ گویند۔ زفان میں یہی لفظ ہے۔
موید میں ہندی متبادل لفظ چھتری آیا ہے، پھر زفان کے حوالے سے جاریہ درج کیا ہے جو چھاپے کی غلطی ہے۔
دم الاخوین: بہ ہندوی مہادر گویند۔ یہ لغت نسخہ سوسائٹی میں موجود ہے، نسخہ علی گڑھ سے خارج ہے۔ ہندی مترادف کسی اور جگہ نظر نہیں پڑا۔

دوزہ: آن گیاہ کہ در جامہ درآویزد و اہل ہند آنرا چچرہ خوانند۔ موید میں یہی مطلب مع ہندوستانی لفظ کے مندرج ہے۔
دوشیزہ: عرب آنرا بکر خوانند و اہل ہند آنرا کو انری خوانند۔ ہندوستانی کلمہ اس مخصوص املا کے ساتھ نسخہ سوسائٹی میں مندرج ہے۔ موید کے نسخے میں ادات کے حوالے سے بغیر ہندوستانی لفظ کے آیا ہے۔

دہ گیا: دانہ کہ کمتر از رائی بود۔ زفان گویا اور موید میں بعینہ یہی مطالب مع ہندوستانی کلمے کے درج ہیں۔
دھن درہ: آنکھ دھن از ہم باز شود از کاهلی یا از آمدن خواب..... اہل ہند جنہائی خوانند۔ موید میں جوئی چھاپے کی غلطی ہے۔

دیوچہ: جانور یست کہ بدان خون زایدہ بکشد و اہل ہند آنرا جوک خوانند۔ بحر الفصائل اور شرفنامہ میں جوک اور موید میں ہندوستانی کلمہ جونک ہے جو آجکل بھی مروج ہے۔

راسو: خزنندہ ایست کہ دشمن ماراست و اهل ہند آ نرا نول خوانند۔ شرفنامہ اور موید میں نیول ہے۔ آج کل نیولا مستعمل ہے۔

رجک: آن باد کہ از گوی مردم با از بلند بر آید..... و اهل ہند آ نرا دکار گویند۔ یہ ہندوستانی کلمہ کسی فرنگ میں نظر نہیں آیا، ادات کے نسخہ علی گڑھ میں بھی موجود نہیں، ممکن ہے کاتب کا اضافہ ہو۔

رژہ: آن ریسماں کہ یک سرو بجائی و سر دیگر بجائی دیگر بندند..... اهل ہند آ نرا بلگنی گویند۔ اس ہندی لفظ کا املا بلگنی، نلگنی، پلگنی ملتا ہے، جدید املا الگنی ہے۔

رسن باز: طایفہ از بازگیراں کہ اهل ہند آ نرا بیدنی خوانند۔ یہ ہندوستانی متبادل کلمہ کسی لغت میں نظر نہیں آیا۔
رشتاشہ ورشہ ورشیشہ: قطرہ باران خرد کہ نیک باریک بود و اهل ہند آ نرا پھوئی گویند۔ یہی متبادل ہندوستانی لفظ زفان میں ہے۔ شرفنامہ میں پھوہوی اور موید میں عربی لفظ قرار دیتے ہوئے اس کا ہندوستانی مترادف پھوہار بحوالہ شرفنامہ درج ہوا ہے۔

روناس: گیاہی است کہ بداں جاہ را سرخ کنند و روین نیز گویند۔ و اهل ہند آ نرا محیۃ خوانند۔ شرفنامہ میں روناس بمعنی محیۃ ہے۔ زفاں میں رو بن کے ذیل میں یہ ہندوستانی کلمہ درج ہوا ہے۔ اصل لفظ کی قرأت ایک نسخہ میں روساس اور دوسرے میں روشناس ہے، موید میں روناس اور ریناس ہے اور دونوں کے ذیل میں ہندوستانی مترادف محیۃ درج ہے۔

روین: گیاہی است سرخ کہ جامہ را بدان رنگ کنند، اهل ہند آ نرا محیۃ خوانند۔ زفان گویا اور موید میں ہندوستانی مترادف مندرج ہے۔

روباہ ترکی: خزنندہ است کہ بر پشت او خار ہای تیز و دراز مانند دوک رستہ است..... اهل ہند سہی (سیہ) خوانند۔ اس ہندوستانی لفظ کا جدید املا ساہی موید میں دوسرے لفظوں کے ذیل میں منقول ہے۔

روی: چیزی است کہ اهل ہند آ نرا بھکار خوانند۔ زفان گویا اور شرفنامہ میں بھکار ہے، مگر موید میں آیا ہے: باواو فارسی مس و قلعی آ میختہ کہ بہندش تنگار (کذا) خوانند۔ اس ہندی لفظ کی حقیقت واضح نہ ہو سکی۔

ریکاشہ: خزنندہ ایست کہ اهل ہند آ نرا سیہ (سہی) خوانند (دیکھئے روباہ ترکی و خار پشت)

راج: باجیم فارسی زاک کہ اہل ہند انرا پھٹکری گویند۔ زفان میں زاک اور پھٹکری درج ہے۔

زاوش: نام ستارہ ایست عرب آنرا مشتری و اہل ہند برسپت خوانند۔

زاک: لک و زاج کہ اہل ہند آنرا پھٹکری گویند۔ بحر الفصائل اور شرفنامہ میں زاک بمعنی پھٹکری ہے۔

ثرخ: گوشت پارہ کہ برتن مردم بلند برآید و اہل ہند مسخواند مویڈ میں یہ ہندوستانی لفظ درج ہے۔

زرنباد: داروئی است کہ عرب آنرا رجل الجراد و ہند کچور خوانند بعینہ یہی تفصیل مع ہندوستانی لفظ کے زفان گویا

اور شرفنامہ میں درج ہے مگر مویڈ میں کچور کی جگہ زکچور ملتا ہے۔

زرنک: باکاف فارسی خردل کہ اہل ہند رائی زفان اور مویڈ دونوں میں رائی درج ہے۔

زغیر: تخم کتاں کہ اہل ہند آنرا ایسی خوانند۔ زفان، شرفنامہ اور مویڈ میں متبادل ہندوستانی لفظ ایسی ہے، مگر مویڈ میں

زغیر چھاپے کی غلطی ہے۔

زغنک: کہ عرب آنرا افواہ و اہل ہند ہدی گویند۔ شرفنامہ اور مویڈ میں ہجکی ہے۔

زکاشہ: خزندہ ایست کہ بر پشت او خار ہای دراز و تیز مثل دوک رستہ است۔ اہل ہند سیہ نامند۔ (دیکھئے روبہ ترکی

وریکاشہ) زفان میں زکاسہ بمعنی سیہ اور مویڈ میں زکاشہ و زکاسہ بمعنی ساہی درج ہے۔

زلہ: خزیدہ ایست خرد، بیشتر در گرما بہ ہابود، چون شب در آید فریاد بلند کند چنانکہ مردمان از و تنگ آیند و اہل ہند آنرا

جھنگر خوانند یہی ہندوستانی لفظ شرفنامہ میں مندرج ہے۔

زنج بلور: جیم و واو ہر دو فارسی، چیز یست کہ اہل ہند آنرا پھٹکری خوانند۔ اس لغت کے سلسلے میں بعض غلط فہمیاں

ہیں۔ ادات میں زاج، پھٹکری کے معنی میں ہے لیکن زنج اس معنی کوئی لغت نہیں، البتہ بحر الفصائل میں زنج بمعنی

پھٹکری آیا ہے۔ زفان گویا میں ہے: زنج بلور کہ ہندوی پھٹکری گویند۔ لیکن زفان گویا میں یہ لغت حرف (ج) کے

تحت نقل ہے۔ اس بنا پر زنج بلور کو زفان کے اعتبار سے ایک لغت نہیں قرار دیا جاسکتا مزید یہ کہ زفان میں مرکبات کو

دوسرے حصے میں بیان کیا گیا ہے اور یہ لغت مفردات کے ذیل میں بیان ہوا ہے، اس بنا پر واضح ہے کہ صاحب

زبان کے نزدیک اصل لغت زنج اور بلور اس کا معنی ہے۔ غالباً اسی سے مویڈ میں بھی بات کچھ غیر واضح رہ گئی ہے۔

زنج ہماں زنج گذشتہ و در زفان گویا زنج بالفتح بلور بمعنی پھٹکری نیز و بالکسر شکرہ است معروف کہ بر کبوتر افتد۔ مویڈ

میں زنج کو غلطی سے زنج درج کر دیا گیا ہے اس لئے کہ زفان میں زنج کے معنی یہ بھی درج ہیں۔ شکرہ است معروف کہ برکوترافت۔ اس تفصیل سے واضح ہے کہ زفان گویا میں زنج بمعنی بلور آیا ہے جس کا ہندوستانی مترادف پھٹکری ہے۔ مگر یہ بیان سراسر غلط ہے، دراصل لغت زنج بلور ہے جس کے معنی پھٹکری ہے۔ جیسا کہ ادات میں ہے، صاحب زفان کو ادات ہی کے بیان سے کچھ غلط فہمی ہوئی ہے۔ ادات میں زنج بلور بمعنی پھٹکری اور بحر الفصائل میں زنج کے مترادف پھٹکری درج ہے۔

زنجیر: تختہ سیار، اہل ہند آ نرا برو تہ گویند۔ زفان میں ہندوستانی مترادف پھال ہے، موید میں بروٹھی اور پھر لسان الشعراء کے حوالے سے پھال ہی ملتا ہے۔

زنگ: جلاجل کہ اہل ہند آن را گھونگر و خوانند۔ موید میں گھونگر و موجود ہے۔

زنگل: جرس خرد کہ در کمر و پای کو دکان بندند، عرب آ نرا جلاجل و اہل ہند گھونگر و خوانند

زنگلہ و زنگولہ: عرب آ نرا جلاجل و اہل ہند گھونگر و خوانند موید میں ہندوستانی مترادف آیا ہے۔

زوپین: نیزہ ہندی کہ اہل ہند آ نرا سلبر خوانند۔ زفان اور موید میں متبادل لفظ سبل درج ہے۔ یہی سبل امیر خسرو کی 'خزائن الفتوح' میں آیا ہے۔ ادات کے نسخوں میں کتابت کی غلطی ہے۔

زوالہ: غندہ آ ردخمیر کردہ برای نان تختن کہ اہل ہند آ نرا پیرہ خوانند۔ ادات کے دونوں نسخوں میں یہ لفظ صاف نہیں پڑھا جاتا۔ موید کے حوالے سے درج کر دیا گیا ہے۔

زینان: تختی است ہاضم کہ اہل ہند آ نرا جواہر خوانند۔ موید میں زینان (نون مقدم) سے بھی آیا ہے اور ہندوستانی مترادف بھی منقول ہے زفان میں بھی دونوں شکلیں ہیں اور مترادف جواہر درج ہے۔

سارج: جانور یست پرندہ، اہل ہند آ نرا شارک خوانند۔ زفان اور موید میں شارک درج ہے مگر ہندوستانی نہیں بتایا گیا ہے۔

سارہ: چادری کہ یکسر او فرو بندند و سر دوم بسر اندازند چنانکہ زنان دھاقین اہل ہند میکند۔ ممکن ہے اس معنی میں یہ لفظ ہندی ہوزفان میں ہے۔ سارہ چادر کہ ہند و پوشند۔ (گویا ساڑی کا مترادف ہے شرفنامہ میں سارا بمعنی رسوت درج ہے۔

سپار: بابای فارسی آن آھن کہ بدان زراعت پارہ کنند..... اہل ہند آ نرا پھال خوانند۔ زفان اور موید میں مع

ہندوستانی لفظ کے آیا ہے۔

سپر ز: عرب آنرا طحال و اہل ہند تلی خوانند۔ زفان گویا اور مویہ میں 'تلی' درج ہے۔

سپر غم: نوعی از گیہ خوشبوی کہ عرب آنرا ریحان و اہل ہند بیری خوانند۔

سپستان: میوہ ای کہ اندرون آن لرج است و اہل ہند آنرا لہسوزہ خوانند۔ زفان گویا میں سگ انگور کے ذیل میں لہسوزہ آیا ہے۔

سد پایہ: خزندہ ایست بسیار پای زہر دار، گروہی آنرا ہزار پایہ نیز خوانند و اہل ہند کنکھجورہ گویند۔ مویہ میں اس کا املا کنکھجورہ ہے۔

سرخاب: پرندہ ایست آبی، نیز پرد کہ عرب آنرا شواذ و اہل ہند آنرا چکوا گروہی از فارسیان خرچال نیز گویند۔
سرند: گیہ ای است کہ ہمارہ در آب روید..... و اہل ہند آنرا سوال نیز گویند۔ شرفامہ اور مویہ میں ہندوستانی لفظ سوال مندرج ہے۔

سرمق: سبزہ ایست ماکول کہ اہل ہند آنرا بتوا خوانند۔ بظاہر بتھو اسماگ ہے۔

سرک: علتی است از دمیگی کہ کوکان را بیرون آید، عرب آنرا حصہ و اہل ہند بودری خوانند۔ مویہ میں عربی و ہندی لفظ موجود ہیں، زفان میں محض حصہ ہے۔

سرخرزہ: نوعی از علت دمیگی کہ بیشتر کوکان را بود و عرب آنرا حصہ و اہل ہند بودری خوانند۔ مویہ میں سرخچہ کے ذیل میں بودری و گوتی ہندی لفظ آئے ہیں۔

سریچک: پرندہ است کہ عرب آنرا صعوہ و اہل ہند ممولہ خوانند۔ مویہ میں ہندوستانی لفظ ممولہ ہے۔

سفرنہ: خزندہ ایست عرب آنرا قنفذ و اہل ہند آنرا سیہ خوانند۔ مویہ میں سفرنہ کے ذیل میں عربی متبادل ہے مگر ہندی غائب ہے۔ زفان میں سفرنا ہی ہے۔ زفان میں ہندی لفظ دوسرے لغت کے ذیل میں آیا ہے۔ (..... دیکھئے

خارپشت و جیزو)

سفر: خزندہ ایست عرب آنرا قنفذ و اہل ہند سیہ خوانند۔ برہان و مویہ الفہلا میں سفر غلط خوانی کا نتیجہ ہے۔ مگر مجھے مویہ میں یہ بیان نہیں ملا۔ واضح ہے کہ جب سفرنہ ہے تو سفر غلط خوانی نہیں ہے لیکن مویہ نے سفرنہ پڑھا ہے اس لئے

سفر کو اگر وہ مصحف سمجھتا ہے تو حق بہ جانب ہے۔ مگر ادات اور برہان میں سفر نہ اور سفر کو ہم معنی قرار دینا کچھ عجیب سا ہے۔

سگ انگور: میوہ ایست کہ اندرون اوزج است و اہل ہند آنرا لہسورہ خوانند۔ ز فان اور موید میں ہندوستانی لفظ موجود ہے۔
سگ: گیاہی است کہ در جامہ آویزداہل ہند آنرا چڑھ خوانند۔ موید میں سلک (کذا) کے ذیل میں یہی ہندوستانی لفظ درج ہے۔

شگر نہ: خزندہ ایست..... کہ عرب آنرا قنفذ و اہل ہند سیہ خوانند۔ موید میں سگر نہ و سکا شہ دونوں ایک ساتھ اسی معنی میں ہیں۔ (ہندی مترادف درج نہیں)

سکلیہ: ہلک کہ عرب آنرا فواق خوانند و اہل ہند ہڈی گویند۔ ز فان اور موید میں یہی معنی ہیں مگر ہندوستانی لفظ درج نہیں۔
سماروغ: رستی است کہ تخم ندارد۔ عامہ مردم آنرا چترما خوانند۔ ز فان اور موید میں یہ ہندوستانی متبادل لفظ آیا ہے۔
سمن: گلی است سپید کہ اہل ہند آنرا چنپہ خوانند۔ موید میں ہے: در شرح مخزن میگوید سمن را در ہند چنپہ گویند اما سماع است از خراسانیان کہ گل چنپہ در خراسان نیست۔

سنگ پشت: جانوری است آبی.....، گروہی آن را باخہ و عرب کشف و اہل ہند کچھوا خوانند۔ بحر الفضائل میں کاچھ ہے۔
سنگور: بادریسہ دوک اہل ہند آنرا پھر کی خوانند۔

سنگرک: بادریسہ دوک، اہل ہند پھر کی خوانند۔ موید میں بغیر حوالہ ساری تفصیل مع ہندوستانی لفظ کے مندرج ہے۔
سنگ پستان: میوہ ایست کہ اندرون اوزج است و اہل ہند آنرا لہسورہ خوانند۔ ز فان میں سنگ پستان ہے۔
برہان میں سنگ پستان و سنگ بستان دونوں سپستان کے مترادف ہیں، مگر موید میں سنگ پستان کے ذیل میں ہے:
بمعنی همان سنگور کہ گذشت (بمعنی سپستان) کذا فی شرفنامہ لیکن ترکیب بدین معنی دال نیست شاید تصحیف کاتب است، سنگ پستان نیست۔ تعجب ہے صاحب مدار پر کہ اس کے پیش نظر ادات ہے اور ادات میں حرف دوم (ن) واضح ہے، یہ کاتب کی غلطی کیونکر ہوگی۔

سومناٹ: بتخانہ ایست در زمین گجرات الخ

سوسمار: خزندہ ایست، اہل ہند گوہ گویند۔ ز فان، شرفنامہ اور موید میں یہ ہندوستانی لفظ مندرج ہے۔

سُونش: ریزہ آھن وجز آن، وآنرا برادہ و اھل ہند کچن خوانند۔ زفان میں یہی معنی مع ہندوستانی لفظ کے درج ہوا ہے۔

سیماب: چیزی است کافی کہ عرب آنرا زہیق و اھل ہند آنرا پارہ خوانند۔

سلیک: کرم گندم خوار کہ اھل ہند آنرا گھن گویند۔ شرفنامہ میں یہی ہندوستانی لفظ آیا ہے۔

سیسک: کرم گندم کہ اھل ہند آنرا گھن گویند و نام غلہ ایست کہ آنرا مشنگ خوانند و اھل ہند کلا و و بتورہ گویند۔ موید

میں بھی سسک کرم گندم اور غلہ کے آیا ہے، اس میں دونوں ہندوستانی لفظ کلا و اور بتورہ بھی درج ہیں۔ البتہ زفان

میں سسک اور سلیک کرم گندم کے معنی میں آیا ہے اور سنلک کے ذیل میں ہے: مشنگ و آن غلہ ایست کہ بہندوی

بتورہ خوانند بعض بکسر سین و بعضی سنلک و در نسخہ سنلک کردہ است۔

سیخول: خزنہ ایست اھل ہند سیہ خوانند۔ یہ ہندوستانی لفظ متعدد بار آچکا ہے۔

سیاوشان: چیزیست کہ بدان جامہ راسرخ کنند۔ گروہی آنرا دار پر نیان گویند۔ عرب آنرا قلم و اھل ہند بکم خوانند۔

موید میں یہ ہندوستانی کلمہ درج ہے۔

شاغل: نوعی از غلہ اھل ہند ار ہر خوانند۔ موید میں شاغل بمعنی ار ہر مندرج ہے۔

شام: شبانگاہ و اھل ہند سانجھ نامند۔ ایسے آسان فارسی لفظ کے لئے نہ جانے کیوں ہندی لفظ کی ضرورت پیش

آئی۔ بہر حال یہ لفظ عامیانا اب تک مروج ہے۔

شب تاب: کرمی است خرد سبزگوں، چون شب در آید مثل اخگر تابان نماید، اھل ہند آنرا جگنی (۳) خوانند۔ اودھ

کے بعض علاقوں میں جگنو کے بجائے جگنی مروج ہے۔

شبت: دالان خرد کہ اھل ہند آنرا سوئی گویند۔ زفان اور لسان الشعراء میں شبت بمعنی دالان خرد آیا ہے، ممکن ہے اس

لفظ کے دو معنی ہوں، ایک دالان، دوسرے سوئی جیسا کہ موید میں ہے، مگر سوئی کی جگہ سویا ہے۔

شچک: ہلک کہ عرب آنرا فواق و اھل ہند ہد کی خوانند۔ یہ ہندوستانی لفظ اسی شکل میں ایک بار قبل نقل ہو چکا ہے۔

موید میں پھر پکی ہے۔

شخار: چیزیست کہ رنگ رزان و گازران بکار برند، و اھل ہند آنرا ساجی خوانند۔ زفان، شرفنامہ اور موید میں یہ ہندی

لفظ اسی املا کے ساتھ درج ہوا ہے۔

شرک: نوعی ازدییدگی و عرب آن را حسب و اهل ہند بودری گویند۔ موید میں بودری اور پیل دو ہندوستانی لفظ درج ہیں مگر دونوں اب مستعمل نہیں۔ زفان گویا میں شرک کا مترادف حسب اور پیل ہے جو غالباً پیل کا مصحف ہے۔
شغری: آن پوست کہ..... از کثرت کار بر پای و دست سخت و ستر و سیاہ گرد و اهل ہند آنرا گرہ خوانند۔ زفان اور موید میں یہ ہندوستانی لفظ مندرج ہے۔

شغہ: آن پوست کہ از کثرت کار بر پای و دست سخت و ستر و سیاہ گرد و اهل ہند آنرا گرہ خوانند۔ زفان اور موید میں یہ لفظ موجود ہے، لیکن موید میں ادات کے حوالے سے لکھا ہے کہ شغہ عین مہملہ سے آیا ہے۔ یہ غلط ہے اس لئے کہ ادات میں 'غ' قطعی طور پر معین ہے، شغہ اور شغہ میں ایک قطعی مصحف ہے۔

شکنج: نوعی از علتہا و میدگی کہ اهل ہند بدہ خوانند۔ زفان گویا شرفنامہ اور موید میں یہ ہندوستانی متبادل لفظ درج ہے۔
شنگم: پنج گیاہی است کہ ہند آنرا کونگو خوانند۔ زفان اور موید میں یہ لفظ موجود ہے، اگرچہ یہ لفظ شلجم کی شکل میں عام ہے، لیکن پنجاب میں کونگو بھی رائج ہے۔

شمنبلید: تخمی معروف کہ اهل ہند آنرا میٹھی گویند۔ زفان اور موید میں یہ ہندی لفظ موجود ہے، ان دونوں میں شمنبلیت بھی اسی معنی میں ہے، شرفنامہ میں شمنبلیت اسی معنی میں ہے۔

شمہ: چربی سر شیر کہ اهل ہند آنرا ملائی خوانند۔ زفان، شرفنامہ اور موید میں لفظ موجود ہے۔ آج بھی اس کا املا اور تلفظ یہی ہے۔

شمنبلید: تخمی معروف کہ اهل ہند آنرا میٹھی خوانند۔ موید میں بھی یہ اس املا سے آیا ہے۔

شنگویر: سندھی، زفان اور موید میں یہ ہندوستانی لفظ منقول ہے، زفان کے موجودہ نسخے میں مندرج نہیں۔

شنگرف: کرم کشت خوار و چیز یست کہ اهل ہند، ہینگلہ خوانند۔ موید میں ہندوستانی مترادف گروی ہے جو آجکل متداول ہے۔

شنگوک: بادریسہ دوک کہ اهل ہند پھر کی خوانند۔ یہ لفظ اس معنی کے ساتھ زفان اور موید میں نظر سے نہیں گزرا۔

شنگل: نوعی از غلہ کہ آنرا مشک و آبل ہند تیورہ گویند۔ موید میں معنی درج ہے مگر ہندی لفظ نہیں۔

شوا: دالان خورد کہ اهل ہند آنرا سوی خوانند۔

شوخی: پوست سخت کہ بردست و پای از کثرت کارستبر گرد و اهل ہند آنرا گرہ خوانند۔

شوکی: بادریسہ دوک کہ اہل ہند آنرا پھر کی گویند۔ زفان میں یہی معنی (بخند ہندی لفظ کے) آیا ہے۔ شنگوک مصحف معلوم ہوتا ہے۔

شوی: دالان خرد و اہل ہند آنرا سوی خوانند۔ زفان اور موید میں یہی معنی مع ہندی لفظ کے ہیں لیکن ہندی لفظ املا میں کچھ فرق ہے سوئی اور سوتی۔

شیراز: آن شیر کہ بردوغ دوشندوبہ ہندوی گوجہا گویند۔ زفان گویا میں ہندوستانی متبادل لفظ گجہ ہے۔

غدرک: نوعی از اسلحہ پوشیدنی کہ اہل ہند آنرا گدر خوانند۔ موید میں ادات کی پوری عبارت مع ہندوستانی لفظ کے مندرج ہے۔ زفان میں ہے: غدرک سلاجی کہ غازیان پوشند و گدر نیز خوانند۔

غرم: میش دشتی و بزکوبی و قبیل آن گو سپند کہ کودکان بردسواری آموزند، اہل ہند آنرا اد کہ خوانند، زفان میں ہندوستانی مترادف ار کہ درج ہے۔

غساک: گیاہی است بر ہر درخت کہ پیچہ آنرا خشک کند، عرب آن راعشقہ خوانند و اہل ہند آنرا اکاس بیل گویند۔ غسک: کرمی است کہ درجای خواب باشد اہل ہند آنرا اودس خوانند۔ زفان گویا میں ہے: کرمی است کہ در خواب گاہ باشد یعنی اودس۔ شرفنامہ میں یہی متبادل لفظ آیا ہے خیال ہوتا ہے کہ یہ اوڑس ہے جو کھٹل کی جگہ بعض علاقوں میں رانج ہے۔

غلج و غلج: چوں سرانگشت بزیر بغل کسی زنی تا بخندد، اہل ہند آنرا گدگی خوانند۔ شرفنامہ میں یہی موجود ہے۔ موید میں یہی دونوں ادات اور شرفنامے کے حوالے سے ہیں۔ مگر زفان گویا میں غلج بمعنی گدگی درج ہے اور مزید یہ بھی ہے کہ بعضی غین دوم رانجیم بدل کنند و در بعضی فرہنگنامہ ہاست جیم فارسی است۔

غنگ: چوب بزرگ عصاران، و غن نیز گویند و اہل ہند آنرا لاتہ نیز خوانند۔ زفان میں لاتہ (لٹھ) شرفنامہ اور موید میں لاٹھ ہے۔

فاثر: آنکہ دھن از ہم باز شود از کاهلی یا از آمدن خواب و آنرا فاثرہ نیز گویند و عرب آنرا ثوبا و اہل ہند جلیہائی خوانند۔ موید میں اس کا املا جماہی ہے جو زیادہ جدید شکل ہے۔

فرغند: گیا ہی است و عرب آنرا عشقہ و بلابل و اہل ہند اکاس نیل خوانند۔

فرموک: چیزی است کہ کودکان در ورسن و بگردانند از بہر بازی کردن، و اہل ہند آنرا لٹو خوانند۔ زفان اور موید میں یہ ہندوستانی لفظ موجود ہے۔

فرفرہ: چرمی مدور بریدہ ورشتہ دو تا کردہ در ودر کشیدہ و ہر دوسرے آن رشتہ گرفتہ ہی کشند تا بگردد، اہل ہند آنرا پھرکی خوانند۔ زفان اور موید میں متبادل لفظ پھرکی ہی درج ہے۔

فلاخن: چیز است کہ از موی و پشم بافند و از چرم نیز سازند و آن را کلا سنگ نیز گویند، اہل ہند آنرا گوپھن خوانند، و اس آلت حرب شباناست۔ زفان اور موید میں گوپھن مندرج ہے۔

قلہ: شیر بہیمہ نوزاد کہ چو گرمی آتش رسد زود بندد و اہل ہند آن را پیوسی خوانند، شرفنامہ اور موید میں یہی ہندوستانی لفظ آیا ہے۔ آجکل یہ لفظ متداول ہے۔

قچ: گوپندی کہ کوکان برو سواری آموزند و اہل ہند آنرا اد کہ خوانند۔ موید میں 'ایر طباعت کی غلطی ہے، دیکھئے غم'۔ قراخان: بادشاہ ہند کہ معاصر ذوالقرنین بود۔ موید میں سکندر کا معاصر بتایا گیا ہے، ظاہر ہے کہ یہ غلط روایت ہے، اس لئے کہ یہ ہندوستانی آریائی نام نہیں ہے۔

قوچ: گوپندی کہ کوکان برو سواری آموزند و اہل ہند اد کہ خوانند۔ موید میں بھی قوچ اور قچ ہم معنی قرار دئے گئے ہیں۔ کاغ: آوازی کہ از جنبا نیدن کلہ کاؤ خیزد، اہل ہند آنرا جگال خوانند۔ زفان اور شرفنامہ میں جگال اور موید میں جگالی ہے۔

کاکل: آں کلک میان تہی کہ در آب روید و اہل ہند آنرا کانس گویند۔ زفان شرفنامہ اور موید میں کانس مندرج ہے، لیکن زفان میں کلک کے بجائے گلہا ہے جو صحیح نہیں ہے۔

گاؤم: چیز است کہ بردر بادشاہان دو وقت ہر روز در وقت جنگ بنوازند و عرب آنرا بوق و اہل ہند بھیر خوانند۔ موید میں زفان کے حوالے سے بوق بمعنی بھیر آیا ہے۔

کارتنہ: شنبلید کہ اہل ہند آنرا میتھی گویند۔ زفان اور موید میں کارتنہ بمعنی شنبلید ہے۔

کاثریرہ: دانہ معصر کہ اہل ہند آنرا کر خوانند۔ شرفنامہ میں یہ ہندوستانی لفظ آیا ہے مگر اس لفظ کی حقیقت واضح

نہ ہو سکی۔

کاسکینہ: مرغی است سبز با سرخی آمیختہ مانند ہد ہتا جدار، اہل ہند سبزک گویند و عرب آنرا خطب خوانند۔ زفان اور موید الفصلا سے معلوم ہوتا ہے کہ 'سبزک' ہندی لفظ نہیں ہے مزید خود اس لفظ کی ہیئت ہندی ہونے پر دلالت نہیں کرتی۔ علاوہ بریں موید میں خود سبزک (فارسی) بمعنی پرندہ درج ہے۔ زفان میں شین قرشت سے آیا ہے۔

کبست: خرپڑہ تلخک کہ عرب آنرا حنظل و اہل ہند آنرا اندراین گویند۔ زفان گویا میں حرف دوم 'ی' ہے۔ موید میں کیست چھاپے کی غلطی ہے، آخر الذکر لغت میں ادات کے حوالے سے ہندوستانی 'اندراین' کا پھل ہے نہ محض اندراین، مگر ادات کے دونوں پیش نظر نسخوں میں 'اندراین' ہے۔

گبر: گویند میوہ ایست کہ اچار کردہ از حدود ملتان می آرند۔ اس لحاظ سے یہ لفظ ہندوستانی ہوا۔

کبوک: پرندہ ایست سرخ وام، گروہی آنرا خرچال و گروہی چکوک و گروہی سرخاب گویند۔ و اہل ہند آنرا چکوا خوانند۔ کت: تخت ہندوان میان بافتہ: یہ لفظ کھٹ کامفرس ہے اور فارسی میں صدیوں پہلے استعمال ہو چکا تھا، اس کے معنی تخت شاہی کے ہیں۔ کھاٹ کے مترادف سمجھنا بڑی غلطی ہے۔

گردک: چیز یست از اغلو طہ پرسیدنی کہ عرب آنرا الغر و اہل ہند پہیلی گویند و افسانہ۔ زفان میں بکاف فارسی ہے اسی معنی میں آیا ہے مگر اس میں ہندوستانی لفظ درج نہیں۔

کرتہ: درختی است خرد خاردار، گروہی آنرا اشتر خار گویند، و اہل ہند جو اسہ خوانند و آن گیاه دراز کہ ازاں جاروب سازند و اہل ہند آنرا بیلن گویند۔ زفان میں ہے کرتہ: اشتر خار یعنی جانوا اسہ و گیاه جاروب۔

کرنامی: عرب آنرا بوق و اہل ہند بھیر خوانند۔ زفان گویا میں بھی کرنامی کے متبادل بوق اور بھیر درج ہوئے ہیں۔ گردنامی: چیز یست از باز یہا کہ کودکان آن را بر یسمان چچند و گردانند اہل ہند آنرا لٹو خوانند۔ موید میں یہی معنی مع ہندوستانی متبادل کے آیا ہے۔

گٹوار: چینہ دان مرغ کہ عرب حوصلہ و اہل ہند پوتہ خوانند۔ زفان میں کاف عربی سے ہے مگر ہندوستانی لفظ درج نہیں۔

کسیلا: دار و یست کہ اہل ہند آنرا کیلا گویند۔ زفان، شرفنامہ اور موید میں یہ ہندوستانی متبادل لفظ موجود ہے۔ موید میں کفیلا چھاپے کی غلطی ہے۔ "پنجاب میں اردو" میں کیلا کی بجائے کہیلا بھی چھاپے کی غلطی ہے۔

کفکر: نوعی از آلات حلوائیان کہ بدان شکر و رغن صاف کنند، سوراخها بسیار دارد، و اهل ہند آنرا پونہ خوانند۔
 کفچلیزک: خزنندہ ایست کہ دست و پای و دم سرخ دارد کہ عرب آنرا غموص و اهل ہند بھنی خوانند۔ موید میں ادات کے حوالے سے مزید اتنا اور ہے بعض گویند خزنندہ ایست کہ پائے دارد پہن و بالائے سر از تارک تا پیشانی۔ مگر ہمارے نسخے میں اضافہ نہیں۔ موید کے علاوہ زفان میں ہندی لفظ بھنی مندرج ہے۔

کلوخ کو ب: چیزی است از چوب کہ سرگران دارد و اهل ہند آنرا دھول گویند۔ یہ ہندوستانی متبادل لفظ کہیں نظر نہیں پڑا۔
 کلنبہ، کلینہ: غلولہ، حلوہ کہ اهل ہند پندی ولدو گویند۔ فرہنگ قواس اور زفان گویا میں کلنبہ کا مترادف لڈو درج ہے۔
 گلو تہ: داک ای سرپوش دختران نارسیدہ کہ اهل ہند کوچی گویند، شرفنامہ میں کوچی آیا ہے، موید میں ہے: حلقہ داک و داک دخترگاں کہ ہندش کوچی گویند۔ زفان میں کاف تازی سے ہے مگر اشارہ ہے کہ بعض فرہنگوں میں کاف فارسی ہے۔
 کلاوہ: چیزی است کہ اهل ہند آنرا 'اتی' خوانند۔ شرفنامہ میں یہی ہندوستانی متبادل ہے، موید میں کلاوہ بمعنی کلابہ ریسمان درج ہے۔ 'اتی' کی حقیقت واضح نہ ہو سکی۔

کما: راف ای ترشی است و جابتری، زفان میں بعینہ یہی معنی مع جابتری کے آیا ہے۔ موید میں لسان الشعراء کے حوالے سے یہی ہے مگر ادات کا حوالہ صحیح نہیں ہے مزید جابتری کے بجائے جای ترداشتن چھاپے کی غلطی ہے موید ہی میں راف بمعنی جابتری موجود ہے۔

کنہ: جانور یست خرد کہ در چہار پای افتد و اهل ہند آنرا پجری و کئی نیز گویند۔ موید میں کئی ہے مگر پہلا لفظ نہیں ہے۔
 کوچ: جانور یست کہ شب بیرون آید و روز کور باشد و خلق آنرا شوم دارند، و آنرا چغند نیز گویند۔ و اهل ہند آنرا آلو خوانند۔

گولانج حلوائیست کہ اهل ہند آنرا لابر خوانند۔ شرفنامہ اور موید میں لابر کو ہندی بتایا گیا ہے مگر زفان گویا میں لابر کی ہندی کی تخصیص نہیں ہے۔

گوز: جوز کہ اهل ہند اکھروٹ گویند۔ موید میں ہندی مترادف ہے۔

کوف: پرندہ ایست کہ جز در شب بیرون نیاید و اهل ہند آنرا آلو خوانند

گوش خزک: خزنندہ ایست دراز بسیار پای کہ عرب آنرا حریس و اهل ہند کنسلای خوانند۔ موید میں گوش خارک ہے

مگر عربی و ہندی مترادف درج نہیں۔

گول: پرندہ ایست کہ جز در شب بیرون نیاید اہل ہند آنرا الو نامند۔ موید میں یہ ہندوستانی مترادف درج ہے۔
گول: پشیمینہ ایست باموہیہای آویختہ۔ عرب آنرا دلق و اہل ہند کھنڈری گویند۔ یہ ہندوستانی لفظ کسی فرہنگ میں نظر سے نہیں گزرا۔

کوم و کوام: گیاہست مثل کہبل و خوشبوی۔ یہ ہندی لفظ فرہنگ قواس، دستور الافاضل، زفان گویا اور موید الفصلا میں منقول ہے مگر اس کی قرأت میں اختلاف ہے۔ اکثر کھیل ہے اور موید میں شرفنامہ کے حوالے سے کیلہ ہے، جو واضح طور پر چھاپے کی غلطی معلوم ہوتی ہے۔

گوش خرزہ: خزندہ ایست بسیار پای دارد و اہل ہند آنرا کنسلائی خوانند۔ موید میں ادات کے حوالے سے یہی لفظ موجود ہے۔

کورہ: آتشدان آہنگر کہ اہل ہند بھتی گویند۔

کنج: پیچال چشم کہ اہل ہند آنرا چپرہ خوانند۔

کیک: جانور یست خرد گزندہ..... و اہل ہند پیہو گویند۔ زفان اور موید میں یہ آیا ہے۔

کیستہ: ریسمان خام کہ بردوک رسیدہ و مثل بیضہ کردہ باشند و آن را ماشورہ و اہل ہند آنرا کمری خوانند۔ موید میں بھی یہی ہندوستانی لفظ آیا ہے۔

لج: گیاہی است کہ جز در آب نہ رود و عرب آنرا حیسر و اہل ہند بتیرہ خوانند۔ زفان گویا میں بتیرہ و گوند ہے۔ موید میں بتیرا ہے۔

لولانج: باجیم فارسی حلوائی کہ آن را لابر خوانند۔ موید میں ہے کہ ہندش لابر خوانند۔ واضح ہے کہ یہ لولانج گولانج کا مصحف ہے۔

لوش: خلائی کہ پای از و بد شواری توان کشید و اہل ہند چہلہ خوانند۔ موید میں لوس اور لوش دونوں اس معنی میں شریک ہیں مگر ہندوستانی لفظ چھلکہ یقیناً چھاپے کی غلطی ہے۔ کیچڑ کی جگہ آج بھی عام لوگوں میں چھلہ مروج ہے۔ خصوصاً یوپی کے بعض مشرقی اضلاع میں۔

لہفت ولیفت: لعبت وجز آن، واهل ہند آ نرا گڈی گویند۔ شرفنامہ میں گڈی ہے مگر موید میں گڑیا ہے۔ گڈی بھی متداول لفظ ہے گو عامیانہ ہے۔

لشمش: آن ریسمان کہ زیر کھت رابدان استوار کنند واهل ہند آ نرا ادوا این خوانند۔ یہ لغت اور ہندوستانی لفظ کہیں نظر نہیں آیا۔

مانوک: پرندہ ایست کہ عرب آ نرا قنبرہ واهل ہند منندہ خوانند۔

مالہ: سمہ جولاہہ کہ تار جامہ رابدان اھارد ہند، اھل ہند آ نرا کوچی خوانند۔ موید میں ہندوستانی لفظ کو نچہ ہے، آ جکل کوچی متداول ہے۔

ماسورہ: دستہ ریسمان خام کہ بردوک رسیدہ و مثل بیضہ کردہ باشند، اھل ہند آ نرا لکری گویند، موید میں یہ لفظ آیا ہے۔ (دیکھئے کبستہ)۔

مثر: چیز یست کہ رنگ ہوارا تار یک گرداند واهل ہند آ نرا دھونور خوانند۔ یہ ہندوستانی لفظ کسی فرہنگ میں نظر سے نہیں گزرا۔

مست: بیخ گیا بیست خوشبوی کہ آ نرا مشکک نیز گویند واهل ہند آ نرا موتہ خوانند، قیل باشین معجمہ: زفان اور موید میں یہی ہے۔ زفان میں مزید کچور بھی درج ہے۔

مشت: بیخ گیا ہست اھل ہند آ نرا موتہ گویند۔

مشنگ: نوعی از غلہ کہ اھل ہند آ نرا تیورہ گویند۔ زفان میں اس کے بجائے کلاو ہے اور موید میں بھی زفان کے حوالے سے کلاو (گا..... چھاپے کی غلطی ہے) (نیز دیکھئے شنگل) ایشیا ٹک سوسائٹی کے نسخے میں اضافہ ہے: در زمین گجرات بعضی این غلہ رالانک و بعض مٹرو بعض تیور گویند۔

مشکک: بیخ گیا ہی است..... اھل ہند آ نرا موتہ خوانند (دیکھئے مست و مشت)

مغیلان: درختی است خاردار گل زرد دارد۔ عرب آ نرا ام غیلان واهل ہند کیکر خوانند۔ دستور میں ام غیلان کے لئے لکھا ہے، بحر الفھائل میں بھی لکھا ہے مگر اس میں اضافہ ہے کہ بعضی جلوانہ را گویند۔ یہ غلط ہے، دراصل زفان میں ام غیلان کا ہندی مترادف جانواسہ ہے۔

مغندہ: نوعی از علجہا کہ مثل گوی، بر اندام مردم بر آید و با ہستگی بزرگ شود و در دنگند و بعضی آ نرا بشکافند و بیرون اندازند و اہل ہند آن زر رسولی گویند، موید میں بتوڑی ہے، رسولی اور بتوڑی دونوں متداول ہیں۔

منگ: فاژہ اندام شکستن کہ اہل ہند آنرا انگڑائی خوانند۔

مندل: خط مدور کہ اصحاب عزیمت کشند و اہل ہند آن را مند گویند۔ شرفامہ اور موید میں ہندی لفظ مندل آیا ہے۔
مولو: آن شاخ آ ہو کہ جو گیان نوازند کہ اہل ہند آنرا سیگی گویند۔ شرفامہ اور موید میں یہ ہندوستانی مترادف موجود ہے۔ بحر الفصائل میں سنکہ مشتبہ ہے۔

مینک: گیاہی است کہ ازان جاروب سازند، اہل ہند آنرا بیان گویند، یہ ہندوستانی متبادل لفظ زفان اور ادات میں نہیں ہے۔

م پتین: آلتی است دراز آہنی کہ سنگ شکنان بدان خاک از زمین کشند و اہل ہند آنرا سابل گویند و آنچہ بدان چاہ بکند و گروہی آن کلند نیز گویند، موید میں ہندوستانی لفظ سابل ہے لیکن زفان میں ہے کلند و آن تبرست کہ بدان چاہا وزمین کنند و کلند خوانند و سبل را نیز مپتین گویند۔ زفان میں کلند کے ذیل میں بھی سبل ہے۔ ممکن ہے سبال سے سبل ہو۔
نال: پرندہ ایست خرد کہ اہل ہند آنرا توئی خوانند۔ زفان میں توئی (بغیر ہندی کی تخصیص) اور موید میں نولی (غالباً چھاپے کی غلطی) ہے۔

نال کشکین: نانی کہ از باقلی و نخود و گندم و جواز ہرگون بہم آمیختہ پزند و اہل ہند آنرا نان مسی خوانند و بعضی ہندیان نان بری خوانند یہ دونوں ہندوستانی نام کسی فرہنگ میں نظر نہ آئے۔ ادات کے نسخہ علی گڑھ میں بھی یہ حصہ شامل نہیں۔
نانخواہ: تجنی است کہ پچاک شکم رادفع کنند..... و گرسنگی آرد و غن خوالان نیز گویند و اہل ہند آنرا اجوائن گویند۔ زفان اور موید میں اجوائن آیا ہے۔

نخلکہ: جوز سخت کہ اہل ہند آنرا اکھروٹ خوانند۔ موید میں یہ متبادل لفظ آیا ہے۔

نژم: چیز یست مثل دود کہ ہوارا تار یک گرداند و اہل ہند آنرا د ہر نور گویند۔ (دیکھئے مرث)

نسک: غلہ ایست کہ عرب آنرا عدس و اہل ہند مسور خوانند۔ زفان میں یہ معنی بخذف کلمہ ہندی آیا ہے۔

نستک: مخلوج باریک پیچیدہ کہ ہندوی اور اپونی گویند۔ یہ ہندوستانی لفظ کہیں نظر سے نہیں گزرا۔

نشکنت: واهل ہند آزا جیونی گویند، چیزی عجب عجائب، یہ لفظ کہیں اور نظر نہ آیا، اس لئے اس کی تصحیح و تصدیق نہ ہو سکی۔ یہاں تک کہ ادات کے نسخہ علی گڑھ میں بھی موجود نہیں۔

نغن خوالان: تنخی است کہ پیچاک شکم را بر د..... واهل ہند آزا جواں خوانند (دیکھئے ناخواہ)
نقرہ: سیم کہ اہل ہند آزا روپا نامند۔

نوتج: گیا ہی است کہ برد رخت پیچد و خشک گرداند، عرب آزا بلاب و عشقہ خوانند، اہل ہند اکاس نیل نامند۔
زفان اور موید میں ہندی متبادل لفظ درج نہیں۔

نہروالہ: شہر یست در گجرات و آن در سرحد گجرات و ماروار است۔

نیستان: بیشہ کہ عرب آزا غاب و اہل ہند جنگل خوانند۔

نہنن: سرپوش کہ اہل ہند آزا چین خوانند۔ یہ ہندوستانی لفظ واضح نہ ہو سکا، کوئی الگ لفظ ہے کہ چین ہے۔ خود لغت کی قرأت میں اختلاف ہے۔ برہان میں نہبان ہے، موید میں نہنن مگر زفان میں نہنن ہے جو ادات سے بہت قریب ہے۔ ادات کا حرف دوم 'ی'۔

وردوک: چھپر یہ ہندوستانی متبادل فرہنگ تو اس و دستور الا فاضل و زفان گویا وغیرہ میں بھی آیا ہے۔

وسنی: چون دوزن در حبالہ یک شوہر باشند، ہر یک از ان دوزن دیگری را و سنی باشد و اہل ہند آن را سوکن گویند۔

وشم: بخار کہ از آب گرم خیزد، اہل ہند آن را بھاپہ گویند شرفنامہ میں بھاپہ اور موید میں بھاپ ہے۔

ونگ: آن رسن کہ یک سرا و بجائی سردوم بجائی بندند تا خوشبہای انگور برو خشک کنند و اہل ہند آزا بلگنی گویند۔

ہسک: غلہ افشان و ہند آزا چھاج گویند۔ موید میں بھی چھاج مذکور ہے۔

یاسمن و یاسمین: گلست سفید در ملک بالا، و یاسمین ہند گل چنپہ است۔

یرخشیج: گرانی کہ مردم را در خواب فرو گیرد، بعضی آن را دیوسنبہ نیز گوید و اہل ہند آزا چھالیہ خوانند۔ موید میں اچھابلہ ہے،

مگر زفان گویا میں سناس کے ذیل میں دیوسنبہ و اتھارا و اچھارہ درج ہوا ہے۔

یغنج: آں مار زرد کہ ز ہندارد و بیشتر در باغہا باشد و اہل ہند آن را گھر سینہ خوانند۔

یوغ: چوبی باشد کہ برگردن گاؤ گردوں دگاؤ جفت نہند و اہل ہند آزا جوتر گویند۔ زفان گویا میں جوترہ ہے۔

فرہنگ دستور الاخوان:

دستور الاخوان ایک عربی لغت ہے جس میں عربی الفاظ کے معانی فارسی میں دئے گئے ہیں۔ اس کے مؤلف قاضی خاں بدر محمد (محمود) ^۱ دھاروال ہیں۔ دستور الاخوان کی تاریخ تالیف کا کوئی قطعی ثبوت نہیں ملتا قرین قیاس ہے کہ یہ فرہنگ ۸۲۲ھ سے ۸۲۷ھ کے درمیان لکھی گئی۔ علی اکبر دھند کے ذاتی کتب خانہ میں دستور الاخوان کا ایک قلمی نسخہ موجود تھا جس پر ۲۹ ربیع الاول ۸۲۷ھ درج ہے اس سے اس کی تاریخ تالیف ۸۲۷ھ تسلیم کی جاسکتی ہے یہ فرہنگ بنیاد فرہنگ تہران کی کوشش سے ۱۳۳۹ھ ش (۱۹۷۱ء) میں شائع ہو چکی ہے جس کے مصحح ڈاکٹر سعید نجفی اسد اللہی ہیں۔ یہ فرہنگ دو جلدوں پر مشتمل ہے۔ پہلی جلد متن پر حاوی ہے جبکہ دوسری جلد میں فارسی کے الفاظ و فقرات حروف تہجی کی ترتیب سے جمع کئے گئے ہیں۔ اس طرح دیکھا جائے تو دستور الاخوان کی دوسری جلد خود مؤلف کی ایک الگ تالیف قرار پاسکتی ہے۔ مرتب فرہنگ نے خود جلد دوم کی ترتیب کا یہ مقصد بیان کیا ہے،

”ہمان طور کہ در مقدمہ جلد اول اشارہ رفت ہدف مہم از تصحیح و چاپ متونی نظیر دستور الاخوان دست یافتن بر لغات فارسی و معادلہای عربی آنہاست کہ دریں گونہ لغت نامہا بکار رفتہ است، لہذا در تدوین کتاب حاضر کہ شامل فہرست لغات فارسی دستور الاخوان و معادل عربی آنہاست نہایت دقت شدہ کہ حتی الامکان لغتی یا معانی ترکیبی از قلم نیفتد و برای آسان کار مراجع کنندگان بطور جداگانہ صحافی وجلا شدہ“

دستور الاخوان کئی اعتبار سے اہمیت کی حامل ہے

(الف) اس سے اوائل نویں صدی ہجری میں فارسی میں متداول الفاظ کی نوعیت اور ان کی تعداد کا پتہ چلتا ہے۔

(ب) ان متداول الفاظ سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ کون الفاظ زیادہ متداول ہیں اور کون سے کم۔

(ج) اس سے بعض الفاظ کی صحیح نوعیت کا بھی علم ہوتا ہے۔

دستور الاخوان حروف تہجی کی ترتیب سے ۲۸ ابواب پر منقسم ہے۔ ہر باب کو حرف دوم کے لحاظ سے بخش، اور ہر بخش کو حرف سوم کے اعتبار سے جز میں تقسیم کیا گیا ہے۔ دستور الاخوان کی سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے کہ فارسی کتابوں میں جو عربی الفاظ استعمال ہوئے ہیں انہیں مؤلف نے اس فرہنگ میں جمع کیا ہے۔ پروفیسر نذیر احمد

صاحب نے دستور الاخوان میں مستعمل لفظ ”بانگ“ پر ایک مفصل بحث کی ہے۔ جس کا ذکر کرنا یہاں دلچسپی سے خالی نہ ہوگا۔

جہاں تک لفظ ”بانگ“ (آواز) کا تعلق ہے تقریباً ہر زبان، عربی، اردو، فارسی، ہندی، سنسکرت، اور انگلش میں مختلف طرح کی آوازوں کے لئے مختلف الفاظ استعمال ہوئے ہیں مثلاً اردو کو ہی لے لیجئے۔ اس زبان میں اشیاء، اشخاص اور جانوروں کی آوازوں کے لئے الگ الگ الفاظ استعمال کئے گئے ہیں۔

مثلاً گھوڑے کی آواز، ہنہناہٹ، ہنہنا۔ سانپ کی آواز، پھنکارنا۔ گدھے کی آواز، رینکنا۔ کتے کی آواز، بھونکنا۔ ہاتھی کی آواز، چھنگاڑنا۔ بلی کی آواز، میاؤں میاؤں کرنا۔ شیر کی آواز، دھاڑنا/گر جنا۔ اونٹ کی آواز، سائیں، سائیں کرنا۔ گائے بھینس کی آواز، بھین، بھین کرنا۔ کول کی آواز، کوکنا۔ کوئے کی آواز، کائیں کائیں کرنا۔ تلوار چلنے کی آواز، جھنکارنا۔ لکڑی کے پھٹنے/پھاڑنے کی آواز۔ چرچرانا۔ پتے دار چیزوں کے درمیان آہستہ چلنے کی آواز، کھرکھرانا۔ برتن کی آواز، کھٹکھٹانا۔ بادل کی آواز، گر جنا۔ سینے کی آواز، گھر گھرانا۔ زور سے ہنسنے کی آواز، کھلانا۔ آہستہ آہستہ گانے کی آواز، گنگنا۔ پینے کی آواز، غٹ، غٹ، پیٹ بولنے کی آواز، غرغراہٹ۔ ناچنے کی آواز، چھماچھم۔ چڑیوں کے پھڑکنے کی آواز، پھر پھرانا۔ بے مقصد بولنے کی آواز، ٹین ٹین کرنا۔ سونے والے کی آواز، خراٹا مارنا۔ دروازے پر ہلکے سے ہاتھ مارنے کی آواز، کھٹکھٹانا۔ دروازے پر زور سے ہاتھ مارنے کی آواز، دھردھڑانا۔ تیز بارش کی آواز، جھماجھم۔ بجلی کی آواز، کڑک۔ ہوا کے چلنے کی آواز، سنسناہٹ۔ تیز ہوا چلنے کی آواز، سائیں سائیں وغیرہ اسی طرح عربی اور فارسی میں بھی مختلف آوازوں کے لئے مختلف طرح کے الفاظ استعمال ہوتے ہیں۔ دستور الاخوان میں ان آوازوں کے لئے جو علیحدہ علیحدہ الفاظ آئے ہیں وہ بطور ثبوت یہاں پیش کئے جاتے ہیں۔

بانگ آسیا: الحجمہ : جوی بانگ آور: الحجاج

کمان بانگ آور: المرنان بانگ آہو: البغام

بانگ اسپ: الشیہ، الصہیل بانگ سپ چون علف بیند: الحجمہ (وہی جو چکی کی آواز ہے)

بانگ افتادون دیوار: الہدید بانگ برزدن: النہر

بانگ برستورزدن تا برد: الزجر بانگ برستورزدن تا سبقت گیر: الاجلاب

با نك برستور زدن تا از پيش بشود: الجلب	با نك برگوسپند زدن: النعيق
با نك بلند: الهتاف، الهتف	با نك جامه نو: النخشه
آخر با نك خر: الشهيق	با نك درخت: الحفيف
با نك در: الصرير	با نك قلم: الصرير
با نك درخت: الصرير	با نك تحت: الصرير
با نك ملخ و آنچه ماند: الصرير	با نك رود و بر ربط: الطنطنه
با نك زانغ: النعيب، النعيق	با نك سگ: النباح
با نك سگ در حالت ترس: الوقوة	با نك شتر و جز آن: الضجيج
با نك شگال: الوقوة	با نك شير: الزار
با نك طنبور: الطنين	با نك كوس: الطنين
با نك مگس: الطنين	با نك پشه: الطنين
با نك فاخته: صفيير الصلصل	با نك قفل و كليد: القلقلة
با نك قمرى: السج	با نك كاغذ: الشخشه
با نك كبوتر: الهديل	با نك كپي: الضحك
با نك كركس: الصفيير	با نك كمان: الرنين
با نك زن مصيبت زده: الرنين	با نك گاو: الخوار
با نك گربه: المواء	با نك گنجشك: الشقشقه
با نك گوسفند: الشغاء	با نك ماكيان: القوقاة
با نك نفس اسب آمدن وقت دويدن، الضج	با نك نماز: الاذان، الاذنين
آنجا كه با نك نماز گويند، المنار	آنك با نك نماز گويند، الموزن
با نك نماز گفتن: التاذنين	با نك هلاك كننده: الصاعقة

بانگ کردن: الجفحه، الصديد، الصراخ، الصرح، الصوت، الصحية، الضوضاء، القلقلة، الهتف

بانگ کردن آتش در سوختن فی و غیر آن: المعمة بانگ مرد کارزار در جنگ: المعمة

بانگ کردن آهن و جز آن: اتصلصل بانگ کردن ابر: الرعد

بانگ کردن از دلب چوں آواز سرنای: المكاء بانگ کردن از میاں دلب چوں بانگ سرنای: المکو

بانگ کردن اسپ: الصهیل بانگ کردن اسپ در وقت علف خواستن: الحمة

بانگ کردن اشتر گشن: الهدر بانگ کردن باد در جستن: الخفقان

بانگ کردن باز چرخ و غیر آن: الصرصرة بانگ کردن بلبل: العندلة

بانگ کردن به انبوهی و سختی آواز: الملققة اول بانگ کردن خر: الزفیر

بانگ کردن رعد: الزمرمه بانگ کردن سگ: النباح

بانگ کردن از شتر مست: البخبخه بانگ کردن شکم: القرقره، القبقبة

بانگ کردن شیر: الزار، القبقبة بانگ کردن فخل گجشک: الشقشقة

بانگ کردن قلم: الصریر بانگ کردن محمل: الصریر

بانگ کردن در: الصریر بانگ کردن قمری و آنچه ماند: الهدیل: السجع

بانگ کردن کمان در کشیدن، الترغم بانگ کردن کودک: الاستهلال

بانگ کردن باران وقت آمدن: الاستهلال بانگ کردن کوزه چوں آب درو آید: البقبققة

بانگ کردن گاؤ: الحوار بانگ کردن گشن از بهر گشتی: الهب

بانگ کردن ماکیان: القوقاة، الانقاس بانگ کردن عقاب: الانقاس

بانگ کردن شیر بچه: الانقاس بانگ کردن مبارزان در جنگ: الغممة

بانگ کردن گاوان در ترسیدن: الغممة بانگ کردن مرغ که طوق دارد: الهدده

بسیار بانگ کردن مگس: الجحون بانگ کننده: العجاج

به شب بانگ کننده: صرار اللیل شیر بانگ کننده: الزائر

فرہنگ مفتاح الفصلا:

مفتاح الفصلا محمد بن داؤد بن محمد علوی شادی آبادی کی تصنیف ہے۔ محمد بن داؤد مالوہ کے خلجی عہد کے علماء فضلا میں سے تھے۔

محمد بن داؤد شادی آبادی کہاں پیدا ہوئے، تعلیم و تربیت کہاں پائی، ان کی بقیہ زندگی کس طرح بسر ہوئی یہ تمام باتیں پردہ خفا میں ہے۔ جو کچھ ان کے حالات زندگی دستیاب ہوئے ہیں وہ Rieu کی فراہم کردہ معلومات پر مبنی ہے۔ محمد بن داؤد علوی مالوہ کے خلجی سلاطین بالخصوص سلطان ناصر الدین خلجی کے عہد (۹۰۶ھ-۹۱۶ء) میں مانند شادی آباد میں مقیم تھے۔ اور اسی سلطان کے دربار سے وابستہ تھے۔

محمد بن داؤد علوی کی تصانیف دستیاب معلومات کے مطابق درج ذیل ہیں۔

(الف) شرح قصائد خاقانی۔ (ب) شرح قصائد انوری (ج) فرہنگ مفتاح الفصلا

مذکورہ شرحوں پر بحث آئندہ صفحات میں کی جائیگی، یہاں ان کی تصنیف فرہنگ مفتاح الفصلا زیر بحث ہے۔

مفتاح الفصلا ۸۷۳ھ میں لکھی گئی، جس میں فارسی الفاظ کے معانی فارسی میں دئے گئے ہیں۔ یہ فرہنگ ۲۲ ابواب پر مشتمل ہے۔ ابواب کی ترتیب حروف تہجی کے اعتبار سے ہے، حرف اول کو باب اور آخری حرف کو فصل قرار دیا گیا ہے۔ جیسے باب الف فصل الف: آ، سا، آ، وا، آ، را، وغیرہ۔ فرہنگ مفتاح الفصلا کی سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے کہ مؤلف نے اپنے عہد (پندرہویں صدی عیسوی) میں مستعمل ہندوی (اردو قدیم) الفاظ کو بھی شامل کیا ہے۔ جس سے اس عہد کے سماجی حالات اور مروج ہندوی الفاظ کا بھی پتہ چلتا ہے۔ مثلاً گرگٹ، لٹو، گڑیا، وغیرہ۔ اس فرہنگ کا قلمی نسخہ برٹش میوزیم لائبریری لندن (Or ۳۲۹۹) میں ہے۔ Rieu کے مطابق یہ فرہنگ ۳۰۶ اوراق پر مشتمل ہے۔ فرہنگ کی ابتدا ”حمد متوافر و ثنا متاثر حضرت مصوری قدیم را..... اما بعد چنین می گوید بندہ درگاہ کردگار امیدوار برحمت پروردگار محمد بن داؤد بن محمد بن محمود شادی آبادی سے ہوتی ہے“۔

مؤلف مفتاح الفصلا نے فرہنگ نامہ فخر قواس، رسالہ النصیریہ، اسدی طوسی، مفاہج الفہائل، سلالۃ الفہائل، دستورالافاضل اور لسان الشعراء وغیرہ سے استفادہ کیا ہے۔

شعبہ تاریخ علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کے سمینار کتب خانہ میں مفتاح الفصلا کے مانکرو فلم کی ایک کاپی موجود ہے راقم نے اسی مانکرو فلم سے استفادہ کیا ہے۔

مفتاح الفصلا میں مستعمل اردو قدیم/ہندوی الفاظ ذیل میں پیش کئے جاتے ہیں۔

پاک:- پاکیزہ و تمام و نمازی

پنیرک:- گیا ہی است کہ ہمیشہ در آب روید و ہر سوی کہ آفتاب بگردد، آں گیاہ روی آرد۔ و نیلو فر نیز گویند۔

پُل:- بو او پارسی۔ پُل را گویند

پَر پَہن:- بباء فارسی سبزہ ایست ترش کہ بار او سیاہ است و مغز سپید دارد کہ عرب آنرا خضر ج و اہل ہند آنرا لونگ خوانند

پنگان:- بکاف پارسی طاسی کہ از روی سازند و اہل ہند آنرا تھال خوانند۔

پالوانہ:- پایہ و مرتبہ و درجہ و چوب نردبان کہ برو پای نہند و بالا روند و قوا یم تخت و سریر۔

پَر وَا نہ:- کرمی کہ خود را در شمع و چراغ میزند و میانجی۔

پستہ:- نام میوہ است کہ دہن معشوق را بد و نسبت دہند۔

پہننا نہ:- بوزنہ، و قیل بغیر حرف پارسی پہنہ گوی بازی کردن۔ و اہل ہند آنرا لٹو خوانند و آن چوب کہ مانند کفچہ بود و بدان

گوی بازی کنند و عرب آنرا طباطب خوانند و بعضی بباء عربی گفته اند۔

ترید:- نام دار و نیست کہ برای اسہال شکم خورد و ہندوی آنرا نسوت خوانند۔

تختہ شیار تختہ، شنیار: بباء پارسی چوبیست کہ در جفت زراعت بود و آنرا ہندوی بروتہ خوانند۔

ترندک:- پرندہ ایست خرد مقدار گنجشک سبز و سپید دم دراز۔ و دراز نوک کہ عرب آنرا صعوہ گویند و فارسیان سریچہ و اہل

ہند ممولہ گویند۔

تِلک:- غلہ ایست کہ آنرا لوبیاں خوانند و عرب چلبان گویند۔

جواز:- آنچہ در ان غلہ کو بند و آن از سنگ و چوب بود و ہندوی آنرا اوکھلی گویند۔

مُخ:- آن چوب کہ برگردن گاؤ جفتی دگاؤ گرد و نکش نہند۔

چیپال:- بباء پارسی نام پادشاہ ہند و چین

چندر:- شلغم که هندوی آنرا کوکل خوانند و بجاء حرف غین معجمه کاف وقاف نیز آمده است -

چاپلوس:- باو واؤ هر دو پارسی آنکه مردم رابه شیرین زبانی بفریبند -

چربک:- لاغ و لغز که اهل هند آنرا پسیلی گویند -

چٹوک:- بواو فارسی پرند که عرب آنرا قمره گویند و اهل هند متره خوانند -

چک:- قباله و بیج نامه

چکا چک روچکا چاک:- هر دو لغت نجیم پارسی آواز زخم تیغ و تیر که بر تن مردم پیانی رسد -

چوبلین:- بواو پارسی آنچه که بنه و پنبه دانه را جدا کنند -

خوج:- تاج خروس و گو سپند که کودکان بروی سواری آموزند -

خریواز/خزبواز:- بیاء پارسی پرند که ایست بی پر که اهل هند آنرا کادل خوانند و قیل شهرک -

خزچلک:- نجیم پارسی و خردک گیا بیست که اهل هند آنرا گو بھی گویند

خون سیاوشان:- چوبیست که بدان جامه سرخ رنگ کنند و آنرا دار پرریان نیز گویند و عرب آنرا قلم گویند و اهل هند منجیه خوانند -

خرزهره:- درختی است که هندوی آنرا کنیر گویند -

خرفه:- سبزه است ترش که آنرا پرپهن گویند و عرب آنرا خفرج و اهل هند لوگ خوانند -

دوخ:- گیا بیست نرم که از بوبوریا با فند و عرب آنرا حیر گویند - و دوخ بزبادتی و او نیز آمده است -

دژبند:- نام شهر بیست و قلعه که در سرحد ولایت نصب کنند و هندوی آنرا تھانه گویند -

دسمر:- نوعی از غله که آنرا شاغل نیز گویند و اهل هند آنرا ار هر گویند -

دژوک:- هیزم باریک و بعضی بواو پارسی خوانند

دژک:- بزاء پارسی گره که در رشته از بسیاری تاب افتد و هندوی آنرا گرهی گویند -

دلنگ:- بتین سنگ شکنان که هندوی آنرا سبل گویند و بند آب و آن شاخ که خرما برو باشد -

داؤ:- دیوار گلین و نوبت با ختن حریف در قمار بازی که در آن چیزی که برگرد زیادت کند و فری و دشنام

دوزه:- گیا هی است که بجامه آویزد و آنرا سلک نیز گویند - و قیل آنچه مانند موی از سرگاه برآید - و هندوی آنرا سر واله خوانند

دُخمه :- جایگاه‌های بود چهار گوشه کاویده و مدفن گبران / ز بر او پوشش کرده بر او و دری و نردبانی دروی درون نهاده هر آدمی که بمیرد در تابوت کنند در آن جای بنهند -

سُبنه :- زنبور سیاه که چوب را سوراخ کند و پرنده ایست زیبا که ابل هند آنرا (کته) کت پھوڑا گویند -
 دُهره :- تیغ و خنجر دوشنه دغدغه - ^{غلغل} کج که هندوی آنرا کدلی گویند و جانور درنده چون شیر و پلنگ و بغیر بآ آ خر نیز آمده است -
 دُهن بد اثره :- بز آ پاری گوشت آویزانی که در کام است و هندوی آنرا کلا گویند -

دوستگانی :- واؤ و کاف هر دو پاری پیاله که از دور خود دوست را دهنند -

رُوین :- بو آ پاری گیاهی است سرخ که بدان جامه و ابریشم سرخ رنگ کنند و هندوی آنرا منجیته گویند -

راؤو :- نام خزنده است که دشمن را راست و هندوی آنرا نول خوانند

رُوی :- بو آ پاری مس با قلعی آمیخته که آزان طاسک و امثال آن بسازند و عرب آنرا صُفر خوانند و هندوی بھنکار گویند -

زاج :- زاک - که هندوی آنرا پھتکری گویند -

زُرباد :- نام دار و نیست خوشبوی که هندوی کچور گویند -

زنجیر :- تخته سپار که بدان زمین زراعت راست کنند و ابل هند آن را بروسته گویند و بفتح زانیز خوانند -

زنجیلور :- باجیم و واؤ پاری زاک سپید که هندوی پھتکری خوانند -

زاک :- کیس - که هندوی آنرا پھتکری خوانند -

زاخل :- درخت آک

زُوپین :- بابا و واؤ پاری سلاحی با سان مثل سنبل هندوی -

زاولانه :- تخت هندوان یکپاره آهنی است که بر کردن و پای زندانیان کنند و آن را هندوی بیری گویند -

سُرغوج :- نجیم پاری سرپوش دختران که هندوی آنرا کوچی گویند و بعضی بو آ پاری خوانند -

سُرند :- گیاهی است دراز در میان آب که در پای آشا و آویزد و آنرا هندوی سوال گویند و سمانی که در باز و بیاه بپاء

اندازند و بفتح را مہملہ نیز گویند و بعضی سر بر بجای نون بپاء خوانند -

سُنجید :- نام میوه است مثل کنار و آنرا سنجید جیلان و سنجید میلان هم گویند - و بتازی عناب خوانند و آن غایت سرد است -

سپار:- بضم و کسر سین و بباء پاری چرخ انگور مال و کاو آهَن که بدان زمین زراعت پاره کنند و قیل بضم سین چرخ انگور مال و بکسر سین کاو آهَن -

سُپُرز:- باباء پاری عضو است نزدیک جگر که هندوی تلی گویند -

سَمَارُوغ:- بو او پاری راستی است که تخم ندارد و درص جایگا عفن و نمناک و سایه روید مانند چتر و آرا چتر مار نیز گویند - و بزاء اول ز مار و غ نیز گویند -

سُرک:- بضم سین جدری که بتازی حصه گویند و هندوی سیل

سَکَلک:- ناودان که هندوی موری گویند -

سَنَلک:- مشنک و نام غله است که هندوی کلا خوانند و بعضی بکسر سین خوانند - و در نسخه سنکل با جزم لام کرده است -

سُنبل:- گیاه است مانند موی خوش بوی که به هندوی چتر گویند -

سَپستان:- بباء پاری و سگپستان بکاف و با پاری و سنگ پستان نیز میوه است که از درون او لزج است و به هندوی لسوره گویند -

سیون:- لب آب گنگ - و قیل نام جوی بزرگ است -

سَمَن:- گلی است سپید غایت خوشبوی یعنی چنبیلی و بعضی گویند چنپه -

سَنَبه:- لجوج و سهند و دیو که در خواب مردم را فرو گیرد و آرا کا بوس نیز گویند و هندوی اتهاره گویند -

سَاَره:- چادر که هندوان پوشند و رشوت -

سَریچه:- با جیم پاری پرند است که هندوی موله گویند -

سَد پَایه:- باباء پاری هزار پایه که هندوی آرا کان گجوره گویند

سَنَخ:- علتی است که آرا هندوی بده گویند

شوخ:- بو او پاری ریم اندام و ریم جامه و جز آل، و مردم بی شرم و دیده باز و بی باک و آن پوست که بردست و پای از

کثرت کارستبر و سخت شود و آرا هندوی کر گویند -

شاکار:- بکاف پاری با مالت شین اجرت از اندازۀ کار کم دادن و نادادن اجرت کار نیز که هندوی آرا بیکار گویند

شیراز:- شیر که بردوغ دوشند و آنرا کششیر خوانند، و هندوی کوجها گویند و نام شهری معروف
 شملک:- گلی سیاه و ام که پای از و نتوان کشید و خلاب تیره که عرب و حلّ گویند و هندوی دلدل
 شولک:- و شلکوک: کرده دوک یعنی بادریسه دوک که هندوی پهرکی گویند.
 شرک:- آبله که در اندام کودکان پدید آید و آنرا بزبان تازی حصه خوانند و هندوی بوردی گویند. و آبله که دردست و پا
 افتد و بفتح شین نیز گویند.

شاخل:- نوعی از غله است که آنرا هندوی ارهر گویند و بعضی به ضم خا گفته اند
 شوشو:- نام آواز است
 شکر بوره:- بوره نبات و حلوائی است و گویند بباء پارسی شیرینی است مانند سنبله و خرده و حلوای پر کرده که غایت لذیذ بود.
 شیرزنه:- آنچه بدان جغرات را چک زنند و ابل هند آنرا روی گویند.

غساک:- گیاه عشقه که هندوی آنرا آکاس نیل گویند
 غنک:- باکاف پارسی چوب بزرگ عصاران که هندوی لاته (لاشه) گویند
 غرم:- میش دشتی و گویند کوهی و قیل گویند سواری کودکان که هندوی ایر که گویند.
 غن:- چوب بزرگ عصاران که هندوی لاته گویند. و این بیشتر باکاف پارسی آخراست چنانکه غنک:
 غنده:- عنکبوت بزرگ و باغنده که هندوی کاله گویند.

غرواشه:- گیاهی است که کفش کران و جایگان ازان مکنسه - سازند و رلیف مانند و هندوی آنرا کوچی خوانند. در بعضی
 نسخه غرواشه به تقدیم الف نبشته است.

غرغره- آواز حلق

غوته:- بواد پارسی سرب آب فردود بردن که عرب غوطه و غوصه گویند
 فرغنده:- گیاه عشقیه و آن گیاهی است کندیده که بوی ناخوش دهد و آنرا فغند خوانند و هندوی آکاس نیل گویند.
 فراشک:- پرندۀ ایست که آنرا هندوی جحرک گویند و عرب خطاف خوانند.
 فرموک:- گروکان که بچکان بروی رشته پیچند و بگردانند و آنرا به هندوی لئو گویند.

فر فرک :- پرندہ باریک پر کہ ہندوی آرا بھیری گویند۔

فسان :- سگی کہ بدان تیغ و کار و دوز آن تیز کنند و جرخ سباده کہ ہندوی کھرسان گویند۔

فلہ :- بضم فاء شیر ہیمنہ نوزاد کہ بجز دآتش رسیدن بند و جغرافی کہ زود بند و داروی کہ ہندوی پھلی گویند و فتح فانیز گویند۔

فر فر :- چرمی گرد کہ کودکان در ورشتہ اندازند و بگردانند۔

کز با :- باباء پارسی گیا ہی است کہ آرا بلند وز گویند۔

کد :- ا حجام و بعضی گویند بکاف عربی حجام و بکاف پارسی غلام، ہندوی یعنی کستہ۔

کسیلا :- دار و نسیت کہ ہندوی کھسیلا گویند و کسیلا و کیلا نیز گویند۔

کلوخ کوب :- باہر دو واد پارسی، آلتی است از چوب بادستہ گران سر کہ بدان گچ و خشت کو ہند و ہندوی آرا ہونسا گویند۔

کٹ :- یعنی تاج و تخت ہندوان میان بافتہ۔

گورشت :- بو و پارسی دیمین چوب کہ بدان کودکان بازی کنند و آرا ہندوی دندا مو ہی خوانند و قیل قاف با پارسی نیز خوانند۔

کولانج :- بو و پارسی حلوائیت کہ اہل ہند آرا لا پرولا پرولا بزَن نیز گویند و در بعضی نسخہ کولانج بہ ہر سہ حرف پارسی آورده است۔

کخ :- بضم کاف آنچہ کودکان را بدان ترسانند از صورت زشت نگاشته و جز آن کہ ہندوی آرا کچھو کچھو گویند۔ و کخ رزندہ دیوار را نیز گویند۔

کلوخ :- بہ واد پارسی پارہ خشت و پارہ گل خشک و غلولہ گلین۔

گفلیرد :- باجیم و یا ہر دو پارسی خزندہ است بادم سرخ کہ ہندوی بھنہنی گویند و قیل بجاء دال کاف است۔

گفتار :- دودہ است کہ اہل ہند آرا جر کہ گویند۔

گاس :- کا ہی است باریک کہ در زمین نمناک باشد و اہل ہند آرا کانس گویند و آرا از غایت باریکی بہ مژگان تشبیہ کردہ اند

کاغ :- آوازی کہ جنبا نیدن گلہ گاؤ خیز دو ہندوی آرا جگال گویند۔

کا کل :- آن کلک خالی کہ در میان آب روید و آرا کاس خوانند و موی بچہ۔

کر گردن :- بکاف پارسی دوم نام جانور یست کہ طرف شیب بادی شود و میان پیشانی یک شاخ دارد۔ و بزبان ہندی اورا گیندا گویند۔

کتبتو :- دغدغه کردن که ہندوی کدکلی گویند۔

کلاوہ :- ریسمانی کہ بر ریسمان گردانک پیچند و آنرا ہندوی آئی گویند و ریسمان بردوک پیچیدہ کہ مثل بیضہ ساختہ باشند۔

کلالہ :- پیچہ زلف کہ ہندوی آنرا میھری گویند و موی پیشانی و بکسر کاف نیز گویند۔

کرتہ :- پیراہن کہ عرب آنرا قرطہ خوانند۔

کلابہ :- آلت چوبین کہ بران ریسمان و ابریشم پیچند و آنرا ہندوی پر پتی گویند۔

کرزتہ :- بفتح کاف گیاه جاروب کہ ہندوی نیلو گویند و درختی است خرد و خاردار کہ بہ ہندوی جواسہ گویند۔

کلو تہ :- سر پوش دختران کہ بہ ہندوی کونجی گویند و سراسری دامنہ و حلقہ دام۔

کثرہ :- بزا فارسی ملازہ و آن کوئی آویزان است در دہند کہ آنرا لہات خوانند۔ و ہندوی کا کلا گویند۔ و چوبی کہ

بکلیدن فرو افتد تا در نتواند کشادن۔

کندہ :- جای برآمدن کل و بنیاد غنچہ کہ بر شاخ می باشد و آلتی است از چوب بزرگ کہ پای مجرم در وقید کردہ ہدارند

و بزبان ہندوی اورا کھورہ گویند۔

کتر :- غلام ہندی یعنی کتہ

گندنا :- آن سبزہ کہ در پیاز کارند۔

کز ولاج :- بواو و جیم پارسی حلوائی است کہ اہل ہند آنرا لا برو لا برن گویند۔ و بعضی بہ جیم پارسی و عربی ہم خوانند۔

کثرار :- بازاء پارسی حوصلہ مرغ کہ ہندوی پوتہ گویند۔

گا ورس :- ارزن کہ ہندوی چینہ گویند

گوش خوک :- کر میست با بسیار بای کہ ہندوی کان گجورہ گویند۔

لہفت :- بکسر و فتح فاصورتی کہ خردکان از جامہ راست کنند و بدان بازی کنند و ہندوی آنرا گڑی خوانند۔

لابہ :- عجز نمودن در کاری و فریفتن و چاپلوسی کردن کہ آنرا ہندوی ہاہرہ خوانند۔

مُتہ :- بزا پارسی چیز یست مانند ابر کہ ہوارا بگیرد و ہندوی دُہنور گویند و آنچہ از پلوک بچکد آنرا نیز مثر گویند۔

مبک :- آن گیاه کہ از جاروب سازند و اہل ہند آنرا بیلن خوانند۔

منگ :- فازه اندام شکشن که به هندوی انگرایی خوانند و قمار

ناشتا : ناهار

ناجج :- باجیم پارسی سلاجی است ز دنی مانند تیر بزرگ که اهل هند آنرا پهری گویند و نیزه خورد با سنان پهن و نیم نیزه -

نوم :- بزاء پارسی مثل دود که در شگال در هوا پیدای شود - و هندوی آنرا دوهو نور خوانند -

نخله :- جوز پارسی که هندوی آنرا اکهر و ط گویند -

نیشه :- نی میان خالی که شبانان در دشت نوازند و از آن آواز خوش برآید و اهل هند آنرا بانسلی گویند و بعضی گویند شبانان پاره

برگ در دهان گیرند و آن برگ در دوسفال درارند و بدمنند و از موزون خیزد و در بعضی نسخه بجای نون باء پارسی کرده است -

نایره :- نام آلت جولاه است -

نشکرده :- بفتح و کسرون آلتی آهنی است جرم دوزان را که هندوی آنرا رانی گویند -

وز تاج :- گیاهی است که همان در آب روید و آنرا نیلوفر گویند -

واز نیچ :- رسی که یک سراو بجای بندد و دوم سراو جای دیگر بندد و دختران و کودکان بران به نشینند - و بجنبانند و بازی کنند

واهل هند آنرا پینگه خوانند -

و ر و غ :- بو او پارسی آروغ و بزبان هندی یچی است -

و شم :- بخار که از آب گرم و ریگ و طعام گرم و از زمین گرم خیزد آنرا هندوی بهاپه گویند -

یا سمین :- نام گلی است زیبا در ملک بالا و قیل گل چنپه -



فرہنگ شہاب حکیم:

علی بن محمود الکرمانی معروف بہ امیر شہاب حکیم کا شمار مالوہ کے خلجی عہد (۱۳۳۹ء-۱۵۶۲ء) کے مشہور علماء و فضلاء میں ہوتا ہے۔ شہاب حکیم، محمود خلجی اول (۱۳۳۹-۱۳۶۹ء) کے دربار سے وابستہ تھے اور بڑی قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے وہ بیک وقت شاعر، نثر نگار اور فرہنگ نویس تھے۔ شاعری میں مثنوی ”عروۃ الوثقی“ نثر میں تاریخ مآثر محمود شاہی اور ایک فرہنگ بنام فرہنگ امیر شہاب حکیم ان کی تصانیف کا ذکر ملتا ہے۔ مآثر محمود شاہی اور مثنوی عروۃ الوثقی پر بحث پچھلے صفحات میں آچکی ہے۔ یہاں ان کی فرہنگ زیر بحث ہے۔ شہاب حکیم کی فرہنگ کے کسی نسخہ کا وجود کسی کتب خانہ میں نہیں مل سکا مگر مؤلف شرف نامہ منیری اور کشف اللغات^۲ نے اپنی فرہنگ میں شہاب حکیم کی فرہنگ کا ذکر کیا ہے اور اس سے استفادہ بھی کیا ہے۔ مؤلف شرف نامہ منیری شیخ ابراہیم قوام نے الفاظ کی تحقیق اور تلفظ میں فرہنگ شہاب حکیم کو بطور ماخذ استعمال کیا ہے۔ جب کہ صاحب کشف اللغات نے الفاظ کی تحقیق کے لئے معتبر فرہنگوں کو بطور سند پیش کرتے ہوئے فرہنگ شہاب حکیم کا بھی ذکر کیا ہے۔

”کسی کہ این کتاب را تصحیح کند باصلاح اعراب و کوشد و چون کسی را شبہ در لغت عربی پیدا شود بعدہ در صرح و تاجین و صحاح از امام جوہری و کنز اللغات و مجمل دقایق از امام زختری کہ مصنف تفسیر کشاف است و شرح انصاب نظر فرماید۔ و چون کسی را شبہ در لغت پارسی روی دہد بعدہ در فرہنگ شیخ ابراہیم بن قوام ایہا شرف نام منیری و فرہنگ حضرت بندگی استاد شیخ محمد بن شیخ لاد و دستور و فرہنگ قاضی نصیر الدین گنبدی ایضاً قنیۃ الطالبین و فرہنگ فخر قواس و فرہنگ علی بیگی و فرہنگ امیر شہاب حکیم و قافیہ کیش و لسان الشعراء، و اصطلاح الشعراء و جامع الصنائع و ادات الفصلا و فرہنگ شیخ محمد چغری نظر بکند“

جیسا کہ مذکور ہوا کہ مؤلف شرف نامہ منیری نے الفاظ کی تحقیق و تلفظ کے لئے فرہنگ شہاب حکیم کو بطور سند پیش کیا ہے۔

چند الفاظ یہاں بطور نمونہ پیش کئے جاتے ہیں۔ ۳۷

فصل فی الفرق بین الدال والذال فی الکلام الفرس

یکی از فوائد محافل و نوادی خدمت صدر الحکماء امیر شہاب الدین حکیم کرمانی۔ این قطعہ است کہ روزی این ریزہ چین

معانی و فضایل را بر خوان افاده بصلای مستفید گردانید۔

قطعه: در کلام فارسی فرقی میان دال و ذال بشنو اسپ فصاحت را بدین منوال ران

هر کجا ماقبل اوساکن بحرف علتی است بهجوباذ و بوز و بید و دید، آنرا ذال خوان

اردی بهشت: از شیخ واحدی بضم یکم بروزن گردی فرست یعنی پهلوانی فرست و از امیر شهاب الدین حکیم کرمانی بفتح آن بابای فارسی صحیح و محقق است بروزن مردی فرست و در لسان الشعراء نیز بفتح مرقوم است، مدت ماند آفتاب۔ در برج ثور که آنرا یکماه دانند و فارسیان اردی بهشت نامند۔

اُفتاد: بالضم، ضد برخاست و نیز بمعنی دور شد آید۔ و او فتاد بزیادت و او جتی تمام است و برضم یکم و از بندگی شیخ واحدی و امیر شهاب هم بالضم محقق است۔

کثری از زلف دلبران برخاست: فتنه از چشم نیکوان اُفتاد

استر: بچه مادیان که از خرزاده شود۔ و این وضع فرعون است که آن خرخر را بر مادیان جهانیده و برهان بطلان خویش ساخته و این سماع است از امیر شهاب الدین حکیم کرمانی۔

اُرس: بفتحین نام رودی کناره تفلیس بگذرد و این سماعت است از امیر شهاب الدین کرمانی

اقلیدس: بضم همزه و کسر دال، نام کتابی در علم حکمت که بنام مصنفش می خوانند و این سماع است از امیر شهاب الدین حکیم کرمان و از شیخ واحدی بکسر همزه و فتح دال مروی است۔

ابراهیم: نام پیغمبر علیه السلام که از ربت تراش پدرش بود و او تاریخ نیز نام داشت و نام پسر حضرت رسالت پناه ﷺ و کوهی است در کرمان زمین که آنرا کوه ابراهیم نامند، و نیز زرتشت که صاحب مذهب اباحت است و کتاب ژند در احکام دین آتش پرستی از مصنفات اوست و او از بلخ بود و این از امیر شهاب الدین حکیم کرمانی محقق است۔

تا که دیدست دران زلف و رخت ابراهیم

دل او هست چو زلفین تو از غم بدو نیم

ابنویه: بالضم نایره آفتابه و مطهره و امثال آن و این سماع است از امیر شهاب الدین حکیم کرمانی۔

ابنوه با و او فارسی و انبه از بسیاری مردم بهم پیوسته و آنرا کش و کش نیز گویند۔

اُردوی: بالضم باء و فارسی لشکر گه و این سماع است از خدمت شهاب الدین حکیم کرمانی۔

باد آور: از خدمت افتخار الحکما امیر شهاب الدین کرمانی سماع است چون پرویز از بهرام چوبین منہزم شدہ در روم رفتہ قصر روم در شرایط تجلیل و تقجیم و مراعات و رعایت اوفوق الحد و الغایت اہتمام ہر چہ تمام تر نمود و دختر خویش کہ مریم نام داشت بحالہ پرویز نامزد فرمودہ و فرستادہ۔ چون بہرام چوبین کہ قابض ملک ایران شدہ بود طاقت مقاومت نداشت روی در فرار آورد۔ و بہ چین رفت با خاقان پناہید۔ ولایت و مملکت باز در تحت تصرف پرویز آمد تا آنکہ مریم زندہ بود پرویز حق ماعلیہ قیصر بجای آورد و بعد مہمات مریم پرویز در ولایت روم سواری کردہ قیصر رومی و چند کشتی پر از زر و جواہر از یم پرویز بر باد شاہی از حدود ولایت خویش بودیعت روان داشتہ۔ باد آن کشتیہارا بسرحد لشکر پرویز رسانیدہ پرویز آنرا بہ غنیمت گرفتہ و لشکر ایثار کردہ و گنج باد آور نام نہادہ۔

کفایت از قلم تست مرغک دانا عبارت از سخن تست گنج باد آور (کمال سپاہانی)

بخرد:- از خدمت امیر شهاب الدین حکیم کرمانی بالکسر محقق است و در لسان الشعر بالفتح مندرج است، عاقل و ہوشیار و خردمند۔ با حور: با حاء حطی بخاریست کہ از زیر زمین خیزد و این محقق است از خدمت امیر شهاب الدین حکیم کرمانی۔ و فی الصحاح با حور و با حورا مثل عاشور و عاشورا۔

بیرنگ: بالفتح طرحی کی نقاشان بقلم موی افکنند بعدہ رنگ آمیزند و این سماع است از امیر شهاب الدین حکیم کرمانی۔

دادہ رنگ ترا قضا ترکیب زدہ نقش ترا قدر بیرنگ

بارو: باراء قرشت، دیوار حصار و آنرا بارہ نیز گویند و این سماع است از خدمت امیر شهاب الدین حکیم کرمانی۔

بود نخست قدم پاسبان قدر ترا فراز نگہ این ہفت حصن نہ بارو

باد ہراہ:- از خدمت امیر شهاب الدین حکیم کرمانی محقق است کہ در ہر یوم مواز نہفت یا ہشت ماہ بتواتر باد شمال می وزد، بغایت لطیف و موافق مزاج خلایق است۔

تاجیک: غیر عرب و ترک را تاجیک نامند و این محقق است از خدمت امیر شهاب الدین کرمانی و تاثر یک نیز درین لغت است۔

تبرزین: باراء مجزوم تبریت فراخ سر کہ بر زمینش بندند و بدان کارزار کنند و این تسماع است از خدمت امیر شهاب الدین حکیم کرمانی۔

زده پوش را بر تیر زین زدی گذر کردی از مرد بر زین زدی

تسمه: بافتح چرم خام بی چرم بماند سپرم و نیز موی شانه کرده بر افراز پیشانی هندی پاتی نامند. و معنی اخیر تسماع است از امیر شهاب الدین حکیم کرمانی.

تکه: بوزن مکه بزکوهی که آنرا رنگ نیز گویند و این تسماع است از خدمت امیر شهاب الدین حکیم کرمانی.

جان من و جان شما: یعنی سوگند بجان من و بجان شما و نیز جان من فدای جان شما باد و این سماع است از امیر شهاب الدین حکیم کرمانی و نیز جائیکه سخت اتحاد و محبت باشد گویند جان من و جان شما یعنی جان من و جان شما یک است.

دل خرابی می کند دلدار را آگه کنید ز نهارای دوستان جان من و جان شما

جوز هر: بافتح یکم و سیوم و کسر چارم که پنجم است. راس و ذنب را گویند و این دو نقطه است که از تقاطع منطقه حامل و مایل حادث شود و این تسماع است از خدمت امیر شهاب الدین حکیم کرمانی.

چون کشد قوس جوز هر بنی که ز جوزاء از هر اندازد

جان شما و جان من: یعنی سوگند بجان شما و بجان من و یا جان من فدای جان شما باد و این سماع است از خدمت امیر شهاب الدین حکیم کرمانی.

جان شیرین منست این شعرو من پیش شما

می سپارم جان خود جان شما و جان من

جهان: باکسر چنده و از خدمت امیر شهاب الدین حکیم کرمانی و از بندگی شیخ واحدی بمعنی روزگار، نیز باکسر صحیح است

وازمین بیت شاهنامه نیز. فهم من فهم

ستاند ز تو دیگری را دهد جهان خوانیش بی گمان بر جهد (فردوسی)

چرخ: بافتح جنسی از جامه ابریشمی است و نیز جنسی از اطلس است که آنرا اطلس چرخ نامند و این سماع است از خدمت

امیر شهاب الدین حکم کرمانی

خمش و خموش: با واد فارسی همان خامش که گذشته.

خموش حافظ و این نکته ای چون ز سرخ نگاها که قلاب شهر صراف است (حافظ)

سید عضد صراف با حافظ درختن سری داشت و این بیت تعریضی باسید است و این تسامع است۔ از خدمت امیر شہاب الدین حکیم کرمانی۔

خناق :- بالضم۔ مرضی است کہ از غلبہ خون حادث شود و این تسامع است از خدمت امیر شہاب الدین حکیم کرمانی۔

۔ خون کا نہا بر بخت کف سخاش کوہ زان یافت ایمنی ز خناق (انوری)

خرگاہ و خرگہ: کلاہا بالکسر با کاف فارسی جنسی از خیام مراتب پادشاہان و ملوک و این تسامع است از خدمت امیر شہاب الدین حکیم کرمانی و از امیر زین الدین ہروی ملک الشعراء فرودست کہ فتح خان خطاب دارد، معلوم است کہ مقامی خوشی را گویند چہ بہ پہلوی زبان خر بالکسر خوشی را گویند و قیل کلاہا بالفتح۔

دوزخ: از خدمت امیر شہاب الدین حکیم و بندگی شیخ واحدی بوافارسی فقط مصحح است و بعضی زاء نیز فارسی گویند۔ جای عذاب کا فرمان نعوذ باللہ منہا۔

دنبوقہ :- بالضم موی از بس آویختہ و نیز شملہ دستار را گویند و این تسامع است از خدمت امیر شہاب الدین حکیم کرمانی دوستگانی: باواو و کاف فارسی بفصل سین و تاء موقوف در فرہنگ نامہا مرقوم است کہ پیالہ دور خویش کہ دیگری را دہند۔ فاما در آنچه جامع این کتاب شرفنامہ بیکدالہ در مجلس بزم از امیر زین الدین ہروی کہ ملک الشعراء است و مخاطب بخطاب حسن خان از دوستگانی و چگوگی آن پرسیدہ یکی از حضار مجلس کہ امیر شہاب نام داشت اورا فرمودہ و اشارت بسوی جامع کردہ کہ شیخ ابراہیم می خواہد کہ پیالہ دوستگانی را معاینہ و مشاہدہ کند امیر شہاب با یک پیالہ پر از مقام خویش برخاست و پیش امیر زین الدین بہ تعظیم ہر چہ تمام تر نشستہ ملک الشعراء مشت دست راست بستہ و خضر کشادہ را میان جام می نہادہ امیر شہاب الدین آن پیالہ را بر ہامہ افتخار گذرانیدہ بر روی ملک الشعراء نوشیدہ باز ہمہراہ نمودار و نمط پیالہ دیگر آوردہ حسن خان آن جام از دستش دستادہ و چون خون دشمنان در کشیدہ و این جامع را گفتہ کہ پیالہ دوستگانی این است۔

ذوذوابہ: نام ستارہ نحس کہ مانند کیسودراز بر آید و آن بقول منجمان فارس دوازده نوع است۔ خواص بعضی و با است۔ و خواص بعضی ملالہ تمام است و خواص بعضی تقتل و تقانی خلایق است و خواص بعضی مرگ اراذل مردمان است و خواص بعضی قحط است و بقول منجمان ہند ہشتاد نوع است۔ و این تسامع است از خدمت امیر شہاب الدین حکیم کرمانی عمرہ اللہ بعمر لقمان۔

رعنا: بالفتح نام گلی وزنی و از بندگی شیخ واحدی و خدمت امیر شهاب الدین محقق است که فارسیان بمعنی درس از استعمال کنند.

روان: بالفتح، جان و معروف و جاری

دل ز سرو روان اورزنده است هر کسی زنده از روان باشد (کمال بخندی)

از بندگی شیخ واحدی و خدمت امیر شهاب الدین بمعنی نخست بالفتح صحیح است و محقق و از بیت اخیر از کمال بخندی نیز بالفتح متعین فاما در بعضی فرهنگ بالضم نیز مرقوم است.

ریشه: بالکسر، بنخ درخت و این محقق است از خدمت امیر شهاب الدین حکیم و بایاء فارسی معروف

از ریشه قصچه در ری کلک اوست این کسوت سیاه که آمد شعار چشم

ز راتشت: وز رادشت وز رتشت وز ردشت و زردشت کلمه بالفتح با وقف سیوم و اخیر که چارم است نام حکیمی و وضع دین آتش پرستی که متنبی بود علیه اللغة و او از بلخ بود و ابراهیم نام داشت و این تسماع است از خدمت امیر شهاب الدین حکیم کرمانی.

اگر شاه باشیم و گر زرد هشت نهالی ز خاکست و بالین زخشت (شاهنامه)

زُرور: بضم زین: داروی است که روشنائی چشم بفرزاید. و این تسماع است از خدمت امیر شهاب الدین حکیم کرمانی.

زُر خلاص: بکسر خا یعنی زُر خالص که از بوتہ بیرون آرندش. و این تسماع است از خدمت امیر شهاب الدین حکیم کرمانی و فی التاج الخلاص ما اخلصه النار من الذهب.

شرح قصاید خاقانی:

مالوہ کے خلجی سلاطین کے عہد میں فارسی ادبیات کو جہاں مختلف میدانوں مثلاً تاریخ نویسی، فرہنگ نویسی اور شاعری میں عروج حاصل ہوا وہیں ترجمے مثلاً ترجمہ سالی ہوترہ اور شرحیں شرح قصاید خاقانی، قصاید انوری، (شارح محمد بن داؤد بن محمد علوی شادی آبادی) وجود میں آئی۔

محمد بن داؤد علوی عہد سلاطین خلجیان مالوہ کے علماء و فضلاء میں سے تھے اور سلطان ناصر الدین خلجی کے دربار سے وابستہ تھے۔ افضل الدین بدیل خاقانی (متوفی ۵۹۵ھ / ۱۱۹۸ء) سلجوقی عہد کا مشہور قصیدہ گو شاعر ہے۔ خاقانی آذربائیجان کے حاکم خاقان بن منوچہر کے دربار سے وابستہ تھا اور اسی بادشاہ کے نام کی مناسبت سے اس نے اپنا تخلص خاقانی اختیار کیا۔

خاقانی سبک عراقی کا پیرو میں ہے۔ سبک عراقی کی خصوصیت یہ ہے کہ شاعر اس میں لفظی صنعت گری سے اور دروازہ فہم الفاظ کو بروئے کار لاتا ہے۔ یہی وہ سبک ہے جس میں عارفانہ عقائد کی بھرپور نمائندگی کی گئی ہے۔ خاقانی اسلامی تاریخ، مختلف علوم عقلی خصوصاً نجوم و ہیئت کی گہری معلومات رکھتا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ اس کے کلام میں ان علوم کی اصطلاحیں اور تلمیحات کثرت سے پائی جاتی ہیں مثلاً مفت گروہ (سات سنگار) مفت مردان (اصحاب کہف یا عارفوں کے سات طبقے) مطران (لقب حضرت عیسیٰ علیہ السلام) وغیرہ ان باتوں کو ایک عام قاری نہیں سمجھ سکتا ہے۔ جب تک کوئی شخص ان علوم سے آشنا نہ ہوگا اس وقت تک وہ خاقانی کے کلام کو سمجھنے سے قاصر رہے گا۔ جب تک کوئی شخص ان علوم سے اور ان کی اصطلاحات سے بخوبی آشنا نہ ہوگا اس وقت تک وہ خاقانی کے کلام کو سمجھنے سے قاصر رہے گا۔ (سات سنگار) مفت مردان (اصحاب کہف یا عارفوں کے سات طبقے) مطران (لقب حضرت عیسیٰ علیہ السلام) وغیرہ ان باتوں کو ایک عام قاری نہیں سمجھ سکتا ہے۔ اس لئے مختلف علماء نے خاقانی کے کلام کی شرح لکھنے کی طرف توجہ کی ہے اور اس کے دیوان کی مختلف شرحیں لکھی گئیں ہیں۔

محمد بن داؤد علوی پندرہویں صدی عیسوی کے علماء و فضلاء میں سے ہیں جنہوں نے خاقانی کے قصائد کی شرح لکھی۔ شارح کے انداز تشریح سے پتہ چلتا ہے کہ وہ صوفیانہ خیالات کا حامل ہے اس لئے شرح کا زیادہ تر حصہ صوفیانہ رنگ

میں رنگا ہوا ملتا ہے۔

شرح قصاید خاقانی: یہ شرح ابھی تک زیور طبع سے آراستہ نہیں ہوئی اس کے قلمی نسخے بھی کامیاب ہے مولانا آزاد لائبریری علی گڑھ کے یونیورسٹی کے انکیشن میں اس کا قلمی نسخہ موجود ہے جس کی تفصیل مندرجہ ذیل ہے نسخہ خطی علی گڑھ ذخیرہ یونیورسٹی نمبر (۵) اوراق پر مشتمل ہے۔ پیش نظر نسخہ میں قصائد کی ترتیب حروف تہجی کے اعتبار سے نہیں ہے۔ اور پہلا قصیدہ جس کا مطلع ہے۔

دل من پیر تعلیم است و من طفل زبانش
دم تسلیم سرعشر و سرزانو دبستانش

نیز پیش نظر نسخہ میں قصائد کے علاوہ چند قطعات اور ترجعات بھی تشریح پیش کی گئی ہے جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ یا تو شارح کے سامنے بغیر کسی ترتیب کے قصائد کا نسخہ موجود تھا یا پھر کاتب کے سامنے شرح کا غیر مرتب نسخہ رہا ہوگا جس کو اس نے اسی طرح بلا ترتیب قلم بند کر دیا۔ یہاں پر بطور نمونہ مذکورہ نسخہ کے قصیدے میں سے ایک ایک شعر کی تشریح پیش کی جاتی ہے۔

مطلع قصیدہ:

دل من پیر تعلیم است و من طفل زبانش

دم تسلیم سرعشر و سرزانو دبستانش

تشریح:- بدانکہ دل مرفس ناطقہ را گویند کہ روح انسانی است و آن لطیفہ زبان است کہ تعلق کردہ اند باروح حیوانی و روح حیوانی را تعلق کردہ اند با پارہ گوشت کہ شکل صنوبری دارد و در پہلوی چپ آدمی است و اہل عرب آنرا قلب خوانند۔ و پیر تعلیم استاد را گویند زبان دان طفل نو آموز و دم تسلیم عبارت از خاموشی است پیش استاد تا ہرچہ استاد تعلیم کند، شاگرد بشنود و قبول کند، و در ضبط آرد و خاموش ماند و بران اعتراض نکند۔ سرعشر دو معنی دارد۔ اول آنکہ دہ آیت کلام اللہ را گویند کہ تبرکاً استاد نخست مر طفل را بیا موزد دوم خلیفہ مکتب را گویند کہ در مکتب بردہ طفل یک خلیفہ معین می باشد در پردہ بیت ہر دو اعتبار را است می آید و سرزانو عبارت از مراقبہ است ”والمراقبۃ حضور القلب والغیۃ بماسوی اللہ“ دبستان مکتب را گویند و از ہر دو لفظ من شخص مولف دیوان یاد دل مراد است زیرا کہ فیض حق بر دل وارد می شود نہ بر شخص مردم۔ و ضمیر ہر دو شین بر پیر تعلیم راجع اند۔

معنی بیت آنست که امام خاقانی رحمه الله علیه می گوید که مرادلی است معلم علم دینی و آموزنده رموز یقینی و من شاگرد نو آموزا ویم که هر چه او تعلیم می کند من تحصیل می کنم و در ضبط خودی آرام و دم تسلیم ای خاموش بودن شاگرد سرعشر آن استاد است یعنی دم تسلیم خلیفه آن استاد است و آن خلیفه خاموشی مرا می آموزد تا جز برضای استاد دم نه زخم و یا جانی که استاد شاگرد را اول ده آیه کلام الله باید آموخت مرا استاد نخست تسلیم آموخت ای خاموشی آموخت تا بر قول استاد اعتراض نکم و سوال نگویم و سرز انوی مراقبه مکتب آن تعلیم است و من در مکتب پیش استاد می نشینم و تحصیل علم می کنم و در ضبط می آرام و معنی بیت آن است که دل من استاد من شاگرد نو آموزا ویم و خاموشی بمنزله سرعشر است و سرز انود بستان است یعنی در مراقبه تحصیل علم می کنم.

مطلع قصیده:

شب روان هر صبح صادق کعبه جان دیده اند

صبح را چون محرمان کعبه عریان دیده اند

تشریح:- شب روان سالکان پندار و مسافران که به شب روند، کعبه جان عبارت از مشاهده و مکاشفه حق و وصال محبوب حقیقی است محرمان حاجیان که برای حج احرام بسته باشند- عریان، برهنه- و بدانکه بر تنگی صبح به حاجیان محرم از ان نسبت کرده است که درحاله احرام بستر جامه نادوخته پوشند و آن فوطه و رداست بدان اعتبار گوئی برهنه اند- و معنی بیت آنست که حاج که سالکان طریقت اند از نور و صفا صبح صادق کعبه جان دیده اند یعنی بوقت صبح صادق مشاهده مکاشفه حق بدیشان روی نمود و صبح را بهیچو حاجیان که احرام بسته اند و برهنه دیده اند یعنی اسرار صبح را بی حجاب نگرینستند و نعیم صبحگاهی را بی واسطه دریافتند-

مطلع قصیده:

هر زمان زین سیرگلشن رخت بیرون می برم

عالمی از عالم وحده بکف می آورم

تشریح:- سیرگلشن مستعار است و کنایه از آسمان و رخت بیرون بردن عبارت از سفر کردن و از عالم وحدت، عالم توحید و عالم تجرید مراد است یعنی امام (خاقانی) می گوید که من هر زمان بالا آسمان سیری کنم و عالم تجرید حاصل می کنم-

سیرگلشن، دید عالم، یعنی هر زمان ازین عالم اعیان و مظاہر اسماء و صفات -
مطلع قصیده:-

ہیں کز جہاں علامت انصاف شد نہان

ای دل کرانہ کن زمین خانہ جہاں

تشریح:- ہین کلمہ تنبیہ است یعنی بدان و آگاہ باش و ہوش، و شتاب شو و زنیار وہان نیز گویند۔ و کرانہ کردن عبارت از یکسو شدن و احتر از کردن از چیزی و میان خانہ آن خانہ را گویند کہ درون خانہا با قحط باشد و از میان خانہ جہاں مراد است۔

و معنی بیت آنست کہ ای دل بدان و ہوشدار کہ علامات انصاف از جہاں پنہاں شد ای انصاف در جہاں نمازند تو از میان جہاں یکسو شود و ترک جہاں گیر تا ایمن باشی از ظلم اہل جہاں۔
مطلع قصیده:

ہر صبح پای صبر بہ دامن در آورم

پر کار عجز گرد دل و تن بر آورم

تشریح:- پای صبر استعارہ است و پای دامن در آوردن استعارہ از گوشہ گیر شدن است و لفظ پرکار مستعار است از پرکار دایرہ مراد است از چہتہ کثیرہ استعمال معنی و آن را بر پرکار غلبہ کردہ است از آنکہ پرکار آلہ دایرہ است و معزمان برای احضار جن و دیوشیند و گرداگرد خود دایرہ کشند تا دیو و جن مضرت نرسانند۔

معنی بیت آنکہ من ہر وقت صبح بصر جای خود را در دایرہ آورم و در گوشہ عزلت نشینم و دایرہ عجز بگرد دل و تن خود بکشم تا شیطان و سوسہ دادن نتواند و حاصل بیت آنست کہ ہر صبح عاجز و ساکن در گوشہ جس نشینم و در مراقبہ شوم و در ذکر و فکر عبادت مشغول شوم۔

مطلع قصیده:

قلم بخت من شکستہ سر است

موی در سر بطالع ہنر است

تشریح:- یعنی بخت من کاتبی است که قلم او شکسته سراسر است۔ و بطالع هنر ای وقت کتابت موی در سردارد و بیکار و فاسد و اعمل شده و ازین موی پرزه صوف داد است که در وقت کتابت تار صوف که بر قلم آید کتابت درست نتوان کرد۔ حاصل بیت آنکه قلم بخت من که آله هنر است شکسته سراسر است ای بیکار است و داری آن بوقت کتابت موی در سری بر آرد و بیکار تری شود یعنی بخت من وقت طامع هنر بیکار است۔
مطلع قصیده:

قحط و فاست در بنه آخر زمان هان ای حکیم پرده عزلت بساز هان
در دم سفید مهره وحدت بگوش دل خیز از سیاهای خانه وحشت پپای جان

تشریح:- قحط خشک سال، بنه درخت، هان کلمه تنبیه است یعنی بدان آگاه باش و هوش دار و زود باش عزلت، گوشه گرفتن برای عبادت حق تعالی سفید مهره نای ترکی و مهره دریائی که در وقت جنگ اورابد برمند و از آواز مهیب و بلند خیزد و ابل هند آزار سنگه گویند، وحده، یکاگی و مجر شدن از علایق دنیاوی و ترک ماسوی اللہ۔ سیاه خانه وحشت، کنایه از دنیا است و سفید مهره وحدت، استعاره است و اضافه بیانیه است۔

و معنی بیت آنکه درینگاه آخر الزمان و فانمانده است پس ای حکیم هوشدار و زود باش و پرده عزلت ساخته کن و درو بنشین که "السلامة فی الوحلة والآفات بین الاثنين" و سفید مهره وحدت در گوش دل کن ای دل را از وحدت خبر برسان و آگاه کن و از دنیا که بندیخانه وحشت ست پپای جان برخیز یعنی بجان و دل ترک دنیا گیر و سوی حق تعالی متوجه شو۔ بدانکه سفید مهره و گوش و سیاه خانه و پپای استعاره تخیلی است۔

مطلع قصیده:

عروس عافیت آنکه قبول کرد مرا
که عمر بیش بها دادمش به شیر بها

تشریح:- عافیت، تندرستی و سلامتی، شیر بها، دست بپان که از طرف داماد مادر و پدر عروس را وقت کار خیر نقد دهند و عروس عافیت، اضافه بیانیه۔

معنی بیت آنکه عافیت عروسی است که مراد دامادی آنگاه قبول کرد که اول عمر گران بها بر سبیل دست بپان بدو دادم یعنی

وجود خود بر حکم "موتوا قبل ان تموتوا" در با ختم ای کلی ترک دنیا دادم بر مقتضای "السلامة فی الوحدة" تنهایی تجرید و تفرید اختیار کردم آنگاه از تعرض آفات سلامت ماندم و زنده ابد شدم و از نکبات و حادثات زمانه فارغ شدم:

مطلع قصیده:

سریر فقر ترا سرکشد بتاج رضا
توسر بجیب هوس در کشیده ، اینت خطا

تشریح:- سریر تحت، رضا خوشنودی و نزدیک صوفیه رضا، اختیار مراد حق بر مراد نفس است و اینجا همی معنی مراد است - جیب، گریبان - اینت بمعنی زهی و عجب و لفظ سریر استعاره است و سریر فقر اضافت بیانیه است و فاعل است و ترا سر کشد بمعنی سر ترا کشیده است با اضافت از آنکه از جمله ضرورت شعر، لفظ ترا بر لفظ سر مقدم داشته است و خطاب عام است، -

معنی بیت آنکه تحت فقر حقیقی آنچنان است که سر ترا بتاج رضا کشیده است - اگر فقر را بجیب خود سازی و در استقامت گیری تاج رضای حق تعالی بر سر تو نهند و ترا با دشاه ملک درویشی گردانند و این عجب غلطی و خطای است که تو سر خود را در گریبان هوا و هوس دنیاوی کشیده ای در هوا و نفسانی و هوس این جهان مستغرق شده و تاج رضای حق تعالی بر سر خود نمی نهی و بر تخت فقر نمی نشینی -

مطلع قصیده:

ضماندار سلامت شد دل من
چو در الملک عزلت ساخت مسکن

تشریح:- ضماندار میانه می، در الملک شهری که تحت گاه سلاطین باشد عزلت گوشه گیری، معنی بیت آنکه چون دل در شهر عزلت مسکن یافت ضماندار سلامتی من شد - یعنی چون بر مقتضای "السلامة فی الوحدة" از علایق دنیا مجرد شدم و در کنج عبادت بنشستم و در عزلت استقامت گرفتم، دل من ضمان سلامت من شد از آنکه سلامت در عزلت است -

مطلع قصیده:-

زد نفس سر بهر صبح ملمع نقاب
خیمه روحانیان کرد معنبر طناب

تشریح:- نفس، دم- سر بهر گشت پوشیده و پنهان، صبح ملمع نقاب، صبح کاذب، خیمه روحانیان کنایه از آسمان است باعتبار آنکه ملائکه و ارواح در وساکن اند- معنبر طناب، از اندکی تاریکی است که در وقت صبح در آفاق می باشد یعنی صبح کاذب که نقاب زراندوده بر روی دارد و می پوشد-

معنی بیت آنست که دم از صبح صادق از صبح کاذب پیدا شده و آسمان که خیمه روحانیان است معنبر طناب ساخته یعنی اندکی از شب مانده طناب های عنبر سیاه در افقهای آسمان ماند- بدانکه لازمه خیمه است و مقصود اینست که صبح صادق از صبح کاذب بر آمد
مطلع قصیده:

جوشن صورت برون کن در صف مردان در
دل طلب کز دار ملک دل توان شد پادشا

تشریح:- جوشن سلامتی است پوشیدنی و جوشن صورت اضافه بیانیه است- و عبارت از نفسانیت و خودی و انانیت است و دار ملک تنخواه سلطان را گویند و دار ملک نیز اضافه بیانیه است مراد از و دست و لفظ جوشن و دار ملک استعارت کرده است-

معنی بیت آنست که ای فلان کسوت صورت ای نفسانیت و خودی و انانیت از وجود خود جدا کن و نفس اماره را بکش و مجاهده و ریاضت بر صفت روح شو و در صف مردان دین و سالکان راه یقین در ای و طالب دل باش زیرا که اگر دار الملک در دست تو آید از وی بادشاه سالکان طریقت شوی یعنی اگر ترک نفسانیت کنی و خودی را از خود دور کنی و در صف سالکان طریقت و در آئی و در طلب دل شوی، سرآمده سالکان طریقت شوی و بمقصود رسی و معنی را دریابی که گفته اند جهان صورت است و معنی دوست-

مطلع قصیده:

صبحدم چون کله بند آه دود آسای من
چون شفق در خون نشیند چشم شب پیمای من

تشریح: کله بکسر کاف قبه را گویند که وقت قدم سلطان و درایم تزوتج شاهزادگان و امثال آن از چو بهاء بزرگ دربار از شهر و پیشین درگاه بلند سلطان بر آرند و به جامهای سرخ گیرند از جهت زیب و زینت شهر، و سایه باز را نیز گویند آسانند - شفق سرخی که وقت صبح بر افق شرق پیدای آید و وقت شام بر افق غرب نموداری شود و شب پیمای عبارت از شب بیدار است - درین شعر امام خاقانی در خاکه جس نبشته است و حالت خود در و بیان کرده است -

معنی بیت آنست که چون وقت صبح دمیدند از آه دودناک من در هوا کله بسته شود - هر دو چشم شب بیداری من از کثرت پیداوین بهنجو شفق صبح گاهی و سرخ شوند و خون گریند و بدانکه از شب بیداری چشمهای مردم سرخ شوند و از اشک خون نیز -

مطلع قصیده:

فلک کثر و تراست از خط ترسا مرادارد مسلسل راهب آسا

تشریح: خط ترسا خطی است ترسایان را که چون نویسند از طرف چپا، بجانب راستا روند بر مثال هندوان و آن خط باژگونه بود - مسلسل، درز نجیر بسته و بیجان، راهب، زاهد ترسایان که خود را همیشه درز نجیر بسته دارد و مجاهده کند - آسانند - معنی بیت آنست که فلک از خط ترسا کثر و تراست و دوری راست روی نیست و مرا هم چون راهب درز نجیر بسته میدارد یعنی مرادرقید و بندمی دارد -

مطلع قصیده:-

نیست اقلیم سخن را بهتر از من بادشا

در جهان ملک سخن راندنی مسلم شد مرا

تشریح:- امام می گوید که بر مقتضای "الشعراء امیر الکلام" در اقلیم سخن درین وقت من بادشا هم و در جهان سخن ملک سخن، رانی بمن مسلم شد یعنی در شاعری کسی بهتر از من درین عصر نیست بدانکه اختسان شاه امام را سلطان الشعراء خطاب داده بود -

مطلع قصیده:

الصبح الصبح کاد کار

النار النار کاد یار

تشریح:- صبح شراب خوردن پیش از صبح - نثار ریختگی کردن - و رسم معاشران است که چون خواهند که شراب صبح می خوردند لصبح الساقی لصبح گویند تا اهل مجلس برخیزند و شراب صبحی خوردند و چون خواهند که شراب شبانگاہی نوشند العتب العتب گویند -

معنی بیت آنکه امام خاقانی می گوید بزبان ساقی معاشران را که برخیزد تا شراب صبحی بنوشیم زیرا که شادی و عشرت پیش آمده است و برای رستخیزی در اہم و دنا نیر و انواع میوه بیار که یاری عزیز در آمده و سزاوار نثار است -
مطلع قصیده:-

پیش که صبح بر درد شقه چتر عنبری
خیز مگر برق می پرده صبح بردری

تشریح:- شقه پارچه و نیم چادر، چتر عنبری کنایه از ظلمت شب است و پرده دریدن عبارت از سرفاش کردن و از برق می، روشنی شراب سرخ مراد است و معنی بیت آنکه ای ساقی پیش از آنکه صبح پرده ظلمت را بردارد و از افق شرق بیرون آید، برخیز و شراب در پیاله کن - مگر بشعاع او صبح را فاش کنی یعنی از شعاع می روشن آفاق چنان روشن گردد که گوی صبح صادق دمیده است و بدانکه در همه اشعار از ساقی شاهد صاحب جمال مراد است که معشوق مجلس بود و اهل مجلس را شراب خوراند -
مطلع قصیده:-

مرغ شد اندر سماع رقص کنان صمد م
بلبله را مرغ وار وقت سماع است ہم
تشریح:- بلبله کوز بان بانول دراز که چون شراب از و به پیاله کنند از آواز بر آید چنانکه خواجه نظامی می گوید -
شده بلبله بلبل انجمن چو کبک دری قہقہہ در دہن سماع

سرود گفتن و شنیدن و معنی بیت آنست که ای ساقی صبح دمید و خروس در رقص و سماع شد یعنی از خوشی پر کوفتن گرفت و بانگ می کند، تو برخیز و از بلبله شراب در پیاله بریز تا بلبله آواز کند زیرا که وقت است که بلبله نیز ہم چون خروس در سماع آید و آواز کند و مقصود آنست که صبح دمید شراب بده تا بنخورد:

در پرده دل آمد دامن کشان خیالش

جان شد خیال بازی در پرده وصالش

تشریح: - دامن کشان عبارت از خرامیدنست باز، خیال تصویر چیزی که در چشم آید و یاد خاطر و یاد دل آید و فی نفس الامر هیچ نباشد، و جای خیال در دماغ است - و خیال باز، باز گیر را گویند که از پرده صورتها نماید، وصال، پیوستن بادوست - ضمیر هر دو شین بر معشوق نمایند و اگر او در بیت نیفتاده است و از پرده دل درو نه دل مراد است که آنرا همه القلب گویند و آن محل سکونت عشق و محبت محبوب است -

معنی بیت آنست که خیال بیکر معشوق نیاز و تکبر خرامان در پرده دل من در آمد بدان سبب جان من در پرده وصال او خیال باز یعنی باز میگردد، یعنی جان من در پرده دل با خیال بیکر معشوق وصال پیوست و همچو باز گیران بار و بازی مشغول ماند:

مطلع قصیده:

صبح خیزان کاستین بر آسمان افشاندند
پای کوبان دست همت بر جهان افشاندند

تشریح: - آستین افشاندن عبارت از رقص کردن است و دست افشاندن عبارت از ترک چیزی کردن و معنی بیت آنست که معاشران صبح خیز که از بلندی درجه بر آسمان رقص کرده اند از غایت علو همت رقص کنان ترک جهان گرفته اند و تجرید و تفرید اختیار کرده و متاع دنیاوی در باخته اند -

مطلع قصیده:

صبح ز مشرق چو کرد بیرق نور آشکار

ز ره زد اندر هوا بیرق او برق وار

تشریح: - بیرق نور کنایت از روشنائی صبح صادق است و لفظ بیرق را استعارت کرده است -

معنی بیت آنست که چون صبح صادق روشنائی را از مشرق ظاهر گردانید، بیرق او یعنی صبح روشن مانند برق در هوا خنده زد و ای درخشید و تمام عالم را روشن گردانید -

دوشن چو سلطان چرخ تافت به مغرب عنان
گشت ز تیر شهاب روی هوا برسان
داد بگیتی ظلام سایه خاک سیاه
یافت زانجم فروغ انجمن کهکشان

تشریح:- شام مشعبد نمود هفت ماه را بلعب مهره زرین مهر کردنهای درد بان دوش، شب گذشته، سلطان چرخ، آفتاب، عنان تافت ای روان شد و اسب راند، شهاب ستاره، روشن، است، که بشب در هوا مثل تیری جهد و دیو را فرو میزند- گیتی، دنیا، ظلام، تاریک، سایه خاک سیاه، عبارت از ظلمت شب است، انجم، ستارگان، فروغ، روشنی، انجمن، اجتماع مردمان و مجلس، کهکشان را بپست سپید که بشب بر آسمان ظاهری شود و عرب آنرا مجره خوانند و از انجمن کهکشان آن ستارگان مراد، داند که در آن کهکشان داخل اند، مشعبد، باز گیر لعب بازی، مهر، آفتاب، و شام مشعبد و حقه ماه و مهر زرین و دبان استعارت تخیلی است-

معنی مذکور ابیات آنست که چون بشب گذشته آفتاب سوی مغرب روان و غروب گشت روی هوا از پیر شهاب برسان شد- ای شهاب در هوا همچو سنان نیزه چنده و در فشفده شد و سایه زمین ای ظلمت شب دنیا را تاریک و مظلّم گردانید و راه کهکشان از ستارگان بزرگ روشنائی یافت و شام که باز گیری است، حقه ماه نور ابرافق مغرب نمودار کرد و بازی گری آفتاب را که به مهره زرین می ماند در دبان خود نهان کرد یعنی چون شام شد ماه نو بر آمد و آفتاب غروب شد و بدانکه در بیت آن خیال حقه بازی آورده است که باز گیران بجهت و مهره بازند-

مطلع قصیده:

عید است و پیش از صبحدم مزده به بخار آمده

بر چرخ دوش از جام جم یک نیمه دیدار آمده

تشریح:- مزده، خبر خوش، دوش، شب گذشته، جام جم بیاله که جمشید شاه ساخته بود و بجوهر مرصع کرده بود و بیاله و شراب وضع کرده جمشید شاه است پیش از آن نبود و آنجا از جام جم ماه نو مراد است و معنی بیت آنست که امروز روز عید است و پس

از آنکه صبح دمید خبر خوش عید نهمار رسید و شب گذشته وقت شام بر آسمان نیمه از جام جمشید نمودار شده ای ماه نو بر آمد بود -
مطلع قصیده:

مر از هاتف همت رسد بگوش خطاب کنزین رواق طیننی که می رود دریاب

تشریح: - هاتف، فرشته غیبی که آواز دهد، همت قصد و هاتف همت اضافت بیانیه است و همت مراد است خطاب سخن کرده با کسی بحضور رواق کوشک و قصر بلند و اینجا کنایت از فلک - طنین آواز بار یک وزم که از پریدن گیس و پشه می خیزد و در گوش مردم می رسد و همیشه از غایت سرعت حرکت از فلک آواز نرم و لطیف می خرد و آنرا واصلان و کاملان حق بشنوند و معنی بیت آنست که مرا از همت بلند من که بمنزله هاتف غیبی است هر روز خطابی بگوش می رسد که ای خاقانی ازین رواق فلک آوازی می خیزد در باب ای بشنود فهم کن که چیست:

مطلع قصیده: -

صجدم آب خضر نوش از لب جام گوهری از ظلمات بحر جست آئینه سکندری

تشریح: - چشمه خضر، آب حیات جام گوهری، پیاله که از گوهر ساخته باشند، و یا جواهر درو چسپانیده باشند - ظلمات، تاریکی است جانب شمال که چشمه آب حیات دروست و آنجا سکندر ذوالقرنین به طلب آب حیات رفته - آئینه سکندری، آن آئینه بزرگ که حکماء بفرمان سکندر برکناره دریا بر سر کوهی نزدیک سکندریه نصب کرده بودند تا چون کشتی رهنمان و دزدان فرنگ، برای غارت کردن و تاختن کشتیهایی تا جبران و تخت سکندر، که در اسکندریه از جزیره های آمدند در آن آئینه نموداری شدند، از سکندریه فوج گران بر کشتیهانشته می دیدند، و رهنمان را می زدند، چون رهنمان در دریا بسبب آئینه عاجز شدند شمی آمدند و آن آئینه را برکنند، و دران دریا انداختند چون سکندر را از ان حال خبر شد حکماء را طلبید و در تهه کشتی سنگ مقناطیس چسپانیدند و بجای که دزدان آئینه را غرق کرده بودند، کشتی برانند - آئینه از تهه دریا بر جست و با سنگ مقناطیس در پیوست، با آهستگی در کرانه دریا آوردند و باز هم در آنجا نصب کردند و درین محل از آئینه سکندری، آفتاب مراد است -

معنی بیت آنست که ای ساقی شرابی که با آب زلال حیات می مانند در پیاله گوهرین بریز و بنوش و لب خود را بدان شراب چشمه آب حیات بساز زیرا که از ظلمات آئینه سکندری بر جست یعنی قریب است که از تاریکی دریا آفتاب بیرون

آید و بر افق مشرق نمودار گردد و حاصل بیت آنست که ای معشوق، صبح دمید، بر خیز و شرابی که با آب حیا بماند در پیاله
گوهری بریز و بنوش تا لب تو از آن شراب مانند چشمه آفتاب گردد و چون من برب تو بوسه زخم بهجو خضر، حیات ابدی بام
و همیشه زنده مانم

مطلع قصیده:

رخسار صبح را نگر از برق زرش

کز دست شاه جامه عیدی است در برش

تشریح: - برق زر، عبارت از آغاز روشنی صبح است، و رخسار و برق زر و جامه عیدی در برش استعارست و بر اندام
را گویند و ضمیر درش برای صبح آمده است یعنی ای دوست رخسار عروس صبح صادق را از درای برق زر زین او بین که غایت
زیبایی نماید از آنکه او از دست بادشاه جامه عیدی تشریف یافته است و آن را در اندام خود پیوسته و این زیب پوشیده
صبح از آن جامه است و از جامه عیدی سرخی شفق مراد است و روز عید عروساں جامهای سرخ پوشند هم ازین روی شفق را
جامه عیدی گفته است -

مطلع قصیده:

دور فلک ده جام را از نور عذرا داشته

چون عده داران چارمه در طاری واداشته

بدانکه فلک راسه دور است، حمایتی و روحی و دولابی، در محلی که خط استوا است دور دولابی است و در میان خط استوا
و قطب شمالی دور حمایتی است و زیر قطب شمالی که نقطه شمالی است دور روحی است یعنی فلک بشکل آسیای گرد و عذرا زنی
بگرد و آفتاب را گویند و روشن و آشکارا نیز خوانند و نام زنی است که معشوقه و اتم بود دست و بی بی مریم را نیز گفتندی از
آن جهت که بکر بود و آنجا از نور عذرا شراب انگوری روشن مراد است نور عذرا اسعد است و می انگوری را بزین عده دار
تشبیه کرده است از آن جهت که عدت زنی که بیوه شده باشد چارمه و ده روز است، می انگوری را عدت چهار ماه در خمر مهر
کرده بداند تا تمام گردد و لایق نوشیدن شود و طارم بام چوبین را گویند، و وای بمعنی باز است -

معنی بیت آنست که ساقی پیاله کبود را که برنگ آسمان است به شراب انگوری که نوری روشن است و هم چو زن عدت

دار، به مدت چهار ماه در طارم مانده است پُر کن و دور فلک ده یعنی پیاله را بجای روشن تر کن و در مجلس، شتاب دور روان کن و هر یکی را سه گان پیاله ده تا بنوشند.
مطلع قصیده:-

خنده سر بهر زد دم صبح لصبوح ای حریف محرم صبح

تشریح:- سر بهر، پوشیده حریف یا شراب یعنی دمیدن صبح خنده پوشیده زد- ای یار محرم صبح شراب صراحی صبحی به نوش و ما را نیز بنوشان- و در معاشران رسم است که چون پیش از صبح طلب شراب از ساقی کنند گویند لصبوح لصبوح و چون طلب شراب بشام کنند ساقی را گویند العنوق- و صبح شراب خوردن بود پیش از دمیدن صبح و وقت صبح، و عنوق شراب خوردن بود وقت شام و بعد شام-
مطلع قصیده:

صبح است کمان کش اختران را آتش زده آب پیکران را

تشریح:- کمان کش تیر انداز و تیر بنده- پیکران، کنایت از ستارگانست، و آتش زدن، عبارت از سوختن چیزی با آتش است- و معنی بیت آنست که صبح صادق بزخم تیر گریزاننده است ستارگان را و با آتش شعاع او بماندند و محو شدند-
مطلع قصیده:

می و مشکست که با صبح بر آمیخته اند

یا بهم زلف و لب یار در آمیخته اند

تشریح:- امام خاقانی سرخی و روشنی صبح را به می سرخ و لب یار نسبت کرده است و تار یکی شب را که اندکی در وقت صبح مانده است بمشک و زلف یار منسوب گردانیده- بطریق تجاهل می گوید که سرخی و سیاهی که بر افق مشرق پیدا آمده است می سرخ و مشک سیاه است که مدبران قضا و قدر با صبح آمیخته اند، یا زلف و لب یار است که با هم آمیخته اند و بدانکه معاشران مشک خالص در می انگوری آمیزند تا خوشبوی گردد-
قصیده مطلع اول:-

صبح خیزان بین قیامت در جهان ایغخته

نغمه باشان نفخ صور از هر دهان ایغخته

تشریح:- یعنی بہ بین کہ معاشران صبح خیز، ہجوم و شور و غا قیامت وارد در جہان ایگختہ اند و نعرہای زنند کہ گوئی آواز صور اسرافیل از دہان ایشان برآمدہ و بدانکہ نفخ صور با قیامت نسبتی تمام است۔
مطلع ثانی:

ماہ نو دیدی جمایل ز آسمان ایگختہ اختران تعویذ سمین بی کران ایگختہ
تشریح:- یعنی ای دوست تو ماہ نور دیدی کہ مانند جمایل تعویذ ہای طفلان از آسمان وقت شام بر افق مغرب نمودار شدہ
بود و ستارگان بی کران یعنی بے شمار بر آسمان دیدی کہ مانند تعویذ ہای سمین گردا گرد ماہ نو آمدہ بودند و شکل ماہ نو با ستارگان
بہم چنان می نمود کہ گوئی جمایلی با تعویذ ہای سمین بر آسمان برآمدہ است۔
مطلع قصیدہ:

چون صبحدم عید کند نافہ گشائی
بکشای رگ خم را کہ کند صبح نمائی

تشریح:- ساقی را بفضا تشبیہ کردہ و مہر و بند خم را بہ رگ، و کشادن اورا بہ فصد و شراب انگوری را بخونی مشبہ ساختہ یعنی
چون صبح عید بدو بوی جرس در جہاں مبشر گرداند ای ساقی در آن وقت تو رگ خم بکشای تا خم صبح نمائی کند یعنی شراب
سرخ و روشن از خم بکشد تا آن شراب صبح وار اطراف عالم را روشن کند و خلق گمان برد کہ از میان خم شراب صبحی دیگر دمید۔
مطلع قصیدہ:

ہر صبح کہ نو جہاں بہ بینم از منزل جان نشان بہ بینم
از منزل جان، عالم ارواح مراد است یعنی من ہر وقت صبح کہ بہ خیزم و جہاں نو بہ بینم یعنی روشنای صبح و ستارگان سحری
و نجوم در روی مشاہدہ می کنم، عالم غیب معاینہ می کنم و از منزل جان یعنی عالم ارواح نشان می بینم۔
مطلع قصیدہ:

ای عندلیب جان ہا طاوس بستہ زیور
بکشای غنچہ لب، بسرای غنہ تر

تشریح:- عندلیب، ہزار داستان، غنچہ، گل ناشگفتہ و از غنچہ لب، دہن مراد است بسرای یعنی سرودکن و بنواز، غنہ،
سرودی کہ آواز آن از بنی خیزد، و معنی بیت آنکہ ای محبوب عندلیب جانہا عشاق وای طاوس زیور بستہ غنچہ دہن خود
بکش و سرودی تر و لطیف بنواز تا ہمہ مست شوند و غنچہ لب استعارہ است و غنچہ و غنہ تجنیس مطرف

مطلع قصیده:

جام طرب کش که صبح کام برآمد

خنده صبح از دہان جام برآمد

تشریح: - جام طرب کش، یعنی پیالہ شراب بخوشی بنوش کہ صبح کام برآمد یعنی صبح مراد۔

و معنی بیت آنست کہ ای ساقی پیالہ شراب بخوشی بنوش زیرا کہ صبح مراد مید و پیالہ روشن مانند صبح صادق بخندید یعنی چنانکہ از روشنی صبح، جهان روشن می شود همچنان از روشنی شراب سرخ کہ در پیالہ بلور است نیز جهان روشن شد۔ یعنی معاشرات شراب خوردن شروع کردند تو نیز بکن۔ مہرہ شادی نشست و ششدرہ برخواست، نقش سہ شش بر سہ زخم کام برآمد۔ ششدرہ در بساط نرد بازی خانہ را گویند کہ چون مہرہ دران خانہ باشد حریف بمہرہای خودش خانہ رگذر او را بہ بندد تا آن مہرہ روان شدن نتواند و حریف بازی ببرد۔ نقش سہ شش، سیزدہ نفس سہ کعبتین را گویند کہ اعلیٰ رقم است و سہ زخم عبارت از سہ کعبتین در طاسک غلطانیدن است، در نرد بازی و کام مراد را گویند و معنی بیت آنکہ مہرہ شادی نشست یعنی مہرہ شادی در خانہ خود سلامت رسید۔ و قرار گرفت و شش درہ برخواست ای غم و عجز و دشواری و گرفتاری رفت و بر سہ کعبتین مراد نفس سیزدہ برآمد کہ اعلیٰ عدد کعبتین است حاصل بیت آنست کہ در مجلس شادی قرار گرفت و اہل مجلس شاد شدند و غم و گرفتاری و عجز برفت و مراد تمام و کمال حاصل شد۔

مطلع قصیده:

طفلی و طفیل تست آدم خردی و زبون تست عالم

تشریح: - طفیلی مہمان ناخواندہ کہ دنبال مہمان خوانندہ در خانہ میزبان رود زبون عاجز و گرفتار ای محبوب تو طفل ہستی و طفیل تست آفریدہ شدہ، آدم و تو خورد سال ہستی و عالم از دست تو گرفتار و عاجز است یعنی عاشقان گرفتار عشق تواند۔

مطلع قصیده:

ہین کہ بمیدان حسن رخس در افگند یار

بیش بہا تر ز جان نعل بہائی بیار

تشریح: ہین کلمہ تنبیہ است بمعنی ہوش دار، شتاب باش، نیز آمدہ است، حسن و خوبی و رخس اسب تیز رو و جلد نعل

بها خدمتی که ضعیف قوی را از عجز بدهد.

و معنی بیت آنست که ای خاقانی محبوب در میدان حسن اسب افکنده است جولان می کناند، تو شتاب باش، و بیش بهاتر از جان پیش او خدمتی بنه یعنی امام خاقانی بادل خودی گوید که محبوب شاه خوبان است در میدان حسن سواری فرموده و قصد عاشق کرده که منم پس آنچه از جان عزیز تر و بیش قیمتی تر باشد بر سبیل خدمتی پیش او بنه زیرا که چون باد شاه باد بدبه و کوبه شود، هر که ضعیف و مغلوب باشد چون قصد او کرده باشد، آنکس با پیش کش حاضر آید.

مطلع قصیده:

هان ای دل عبرت بین از دیده نظر کن هان

ایوان مدائن را آئینه عبرت دان

تشریح: هان کلمه تنبیه است و بمعنی بدان و آگاه باش و شتاب شو نیز آمده است عبرت، پند گرفتن، و ایوان کوشک بلند، مداین نام شهر است که دارالملک نوشیروان بود.

و معنی بیت آنست که ای دل پند و پذیر و هوش دار و از دیده بطن نظر کن و کوشک مداین را که بغیر نوشیروان خالی و خراب افتاده است - آئینه عبرت کرده، بدان یعنی کوش را بنشین و از پند و انباده بگیر که پیش ازین در وی همچو نوشیروان بادشاهی عادل بود و بوجود او رواج و رونق و زیب و زینت آن کوشک بود، امروز بغیر حساب خراب و ویران مانده است و حال همه آفرینش، برین قیاس باشد "فاعتبر و یا ولی الابصار".

مطلع قصیده:

صدری که قدرکان شکند جوهر سخاش

بحری که نزل جان فکند پیکر سخاش

تشریح: صدر، پیشگاه و مردی بزرگ و صاحب صدر - قدر، مرتبه بلند، جواهر، اهل ذات و گوهر، بحر، دریا و نزل، وظیفه و علوفه و توشه و روزینه که بکسی هر روز بدهند، پیکر صورت، سخا، بخشش.

و معنی بیت آنست که شمس الدین علی را که ممدوح است بزرگی صاحب صدری است که جوهر سخای او مرتبه کان جوهر را بکشد یعنی پیش جوهر سخای او جواهرکان را قدر و قیمت ننماید، آن ممدوح دریای است که پیکر سخای او نزل جان

افکنند یعنی جانهای خلق را بر درش کند و بقا دهد۔

مطلع قصیده:

ز عدل شاه که زد پنج نوبه در آفاق

چهار طبع مخالف شدند جفت وفاق

تشریح:- پنج نوبت زد یعنی بادشاهی کرد، آفاق، کران هائی عالم وفاق، موافقت۔

و معنی بیت آنست که بنو چهر که پنج نوبت سلطنت در همه عالم زده است از عدل او چهار طبایع یعنی اربع عناصر که

با یکدیگر مخالف بودند چون جفت وفاق شدند یعنی با هم موافق شدند چنانچه میان ایشان تضاد و تخالف کلی بر خاست۔

مطلع قصیده:

رطل کشان صبح را نزل و نوای تازه بین

زخمه زنان بزم را ساز و نوای تازه بین

تشریح:- رطل، پیانه شراب، رطل کشان، شراب خواران، نزل علوفه که برای هر روز فرستند، نوای، ساز، و آواز و توشه

و روزی، زخمه زنان، مطربان، بزم مجلس و جشن، نوای سرود و آواز۔

و معنی بیت آنست که ای دوست صبح گاهی را بنگر که علوفه و توشه و روزی نو و انواع نعمتهای تازه می رسد و شراب نقل و طرب

نو بنوی پیوند و مطربان مجلس ایشان را ببین که ساز و سرود نو و نوای از ند و طرب افزایند و نوای و آوازی تجنیس تام است۔

مطلع قصیده:-

ای نایب عیسی از دو مرجان

وی کرده ز آتش آب حیوان

تشریح:- دو مرجان کنایت از دو لب معشوق مراد است و از آتش تر لب مراد است و به سبب سرنخی و روشنی لب ربا آتش

تشبیه کرده و آب حیوان آب حیات را گویند درین بیت اسم منادی محذوف است یعنی ای معشوق از دو لب پب عیسی

هستی یعنی چنان که حضرت عیسی مرده را زنده کردی هم چنین تو از لب خود به سوسه جان بخش، عاشق مرده را جان می دهی۔

عید آمد من مصحف عید این نقد سینه ام بمیزان

تشریح: مصحف لفظی که لفظهای او برگردانند تا لفظ دیگر شود و چون لفظ عید را تصحیف کند عید شود بمعنی بنده و تخن وزن کردن است یعنی ای ممدوح عید آمد و مصحف عید یعنی من بنده نقد را بمیزان خاطر پیچیده یعنی شعر را که نقد غریب است برای ممدوح بترازی خاطر وزن کرده ام و پیش او آورده ام.

مطلع قصیده:

ره روم مقصد امکان بخراسان یابم

تشنه ام مشرب احسان بخراسان یالم

تشریح: ره رو، مسافر و سالک، مقصد، جای قصد، امکان توانائی است و مکنه و مرتبه، مشرب، جای آب خوردن، احسان، نیکوی، یعنی من مسافر و سالک ام بقصد امکان ای جای امکان و مرتبه خود را بخراسان یابم بدانکه امام خاقانی در شروان بود و شروان در بلاد عراق است و آن اقلیم دیگر است و خراسان اقلیم دیگر و شهرهای آن اقلیم هرات وری و نیشاپور و مرو و غیر آن، در خراسان در عهد سلطان سنجر رواج و رونق شعر بسیار بود و امیر معزی از زمره، شعرای آن عهد بود.

مطلع قصیده:-

آن پیر ما که صبح لقائیمست خضر نام هر صبح بوی چشمه خضر آیدش ز کام

تشریح: لقا، دیدار، کام، دهن است یعنی ابونصر که پیر ماست لقای صبح دارد ای منور الوجه است و نام او خضر است و هر صبح از دهن او بوی چشمه آب حیات می آید یعنی دهن او چشمه آب حیات است و از سخن زندگانی بخش خلق است.

مطلع قصیده:-

صبح چون زلف شب براندازد مرغ صبح از طرب براندازد

تشریح: زلف شب، عبارت از تاریکی شب است و مرغ صبح، خروس و معنی بیت آنست که چون صبح صادق و مید و روشنی صبح تاریکی شب را از جهان بیرون می برد مرغ صبح ای خروس از غایت انشراح و خوشی بانگ کند و برانداختن بمعنی خود را فدا ساختن هم آمده است.

مطلع قصیده:

دل ز سودات سر، در اندازد سر ز عشقت کله بر اندازد

تشریح: - سودا، عشق و دیوانگی یعنی ای معشوق دل من از سودای تو سر فدا کند و سر من از عشق تو کله اندازد و کله انداختن عبارت اظهار شوق شود آرزو است چنانچه رسم ساکنان است که چون یکی از یکی نکته توحید بشنود از شوق کله بیندازد -
مطلع قصیده:

صبح خیزان کزدو عالم خلوتی بر ساختند

مجلسی بریاد عید از عید خوشتر ساختند

تشریح: - یعنی معاشران صبح خیز که از هر دو عالم، خلوت نهان ساختند و ای از چشم اعتبار خلوتی پنهان ساختند که خبر مثل دیده سزای نبود - مجلس خوشتر از عید بشوق عید بیاراستند چنانکه هنگام عید شادی عام است و فرحت و شوق در آن روز تمام، از و هم مجلسی خوشتر -

مطلع قصیده:

رخسار صبح پرده بعمدا بر افکند

راز دل زمانه بصحرا بر افکند

تشریح: - رخسار صبح، استعاره است و مراد از آن صفای صبح است، عمداً، قصداً، و راز دل زمانه، واقعات و حادثات زمانه که روز بروز در عالم ظاهری شوند و در شب مستوری مانند آفتاب رانیز گویند و راز در صحرا افکندن عبارتست از ظاهراً گردانیدن و فاش کردن اسرار نهانی - یعنی صبح صادق عروسی است که از رخسار خود پرده ظلمت شب بعمداً یعنی قصداً دور می کند و بر افق مشرق جلوه می کند و اسرار نهانی که در دل زمانه مستوری باشد فاش و ظاهری گرداند و آفتاب را ظاهری کند حاصل بیت آنست که چون صبح صادق طالع می شود واقعات و حادثات زمانه که در عالم غیب پنهان می باشد و در آن روز ظهور آورده اند ظاهری شوند و آنچه در شب پوشیده می باشد ظاهری گردد -

مطلع قصیده:

نطح بگسترد عشق پای فرو کوب بان
خانه فروشی بزن آستینی برفشان

تشریح:- نطح، بساط چرمین، خانه فروشی، عبارت از تجرد و تفرداست و ترک دنیا، و آستین افشاندن عبارت از ترک دنیا کردن است و ترک چیزی، یعنی ای دل عشق بساط گسترده است و مجلس آراسته تو شتاب باش و قص کن و بانگ خانه فروشی بزن ای خلق را صلادرده- هم اسباب و املاک را بغارت ده تا خلق بردارد و ترک دنیا کن و از خلق جهان مجرد و منفرد باش تا بمقصودرسی-

مطلع قصیده:

از سر زلف تو بوی سر بهر آمد بما
جان باستقبال شد کای مهد جانها تا کجا

تشریح: سر به مهر، عبارت از پوشیدگی و پنهانی است و از مهد کجاوه مراد است- و معنی بیت آنست که ای معشوق از سر زلف تو بوی پوشیده بمن رسید جان من باستقبال او پیش رفت و گفت ای مهد جانها تا کجا خواهی رفت یعنی بوی سر زلف تو پوشیده (بباد بمارسید) سری من برابر باد روان شد، و جانهای عشاق در آن بوی متعلق بودند چنانکه آن بوی مهربان جان شده بود و چون جان من باستقبال آن بوی رفت که جانهای عشاق دردی بود پس گفت که ای مهد جانها تا کجا عزیمت حرکت داری یعنی قصد رفتن تو کجاست و کجا فرو خواهی آمد-

مطلع قصیده:

هر صبح سر زگلشن سودا بر آورم
و ز صور آه بر فلک آوا بر آورم

تشریح:- سودا خلط سرد و خشک و خیال فاسد و عشق و دیوانگی و از گلشن سودا عالم عشق مراد است و آوا مختصر آواز- یعنی من هر صبح از گلستان عشق سر بر آورم و از صور آه بر فلک آوا ز رسانم-

مطلع قصیده:

شب روان چون رخ صبح آئینه سیما بیند

کعبه را چهره دران آئینه پیدا بیند

تشریح: شب روان ساکنان شب بیدار، سیما علامت بشره و روی یعنی چون ساکنان طریقت همه شب بیداری باشند و عبادت می کنند روی صبح صادق را که صفای آئینه دارد می بیند یعنی دران صفای صبح، روی کعبه را می نگرند وین کرامت ایشان است -

مطلع قصیده:

کوی عشق آمد شد ما بر نتابد بیش ازین

دامن تر بردن آنجا بر نتابد بیش ازین

تشریح: آمد شد، آمد و رفتن ای تاب کشیدن و تحمل کردن نتواند و دامن تر عیب دار و ملوث -
و معنی بیت آنست که کوچه و محلت عشق تاب آمدن و رفتن ما زیاده ازین ندارد یعنی آمد و شد ما در کوی عشق بسیار شد زیاده ازین تحمل ندارد که تنگ آمده است و من دامن تر دارم یعنی آلوده و عیب دار هستم و بدین صفت در کوی عشق نباید رفت از آنکه عشق این را نیز تحمل نمی کند -

مطلع قصیده:

خوش خوش بروی ساقیان لب گشته خندان صبح را

گوئی بعد سوخته شستند دندان صبح را

تشریح: خوش خنده زد بروی ساقیان و خنده صبح عبارت از روشنی دمیدن صبح است و از عود سوخته اندک تاریکی مراد است که بر اطراف فلک باقی می ماند و به خاصیت عود سوخته چون بردندان بمالند دندان به غایت پدید و روشن شوند -
یعنی صبح بر روی ساقیان خنده زن گشت و دران وقت سبب روشنی و صفا چنان نمود که گوئی به عود سوخته مالیده است -

ترجیع:

جام ز می دو قله کن خاص برای صبحدم

فرق مکن دو قله دان جام و صفای صبحدم

تشریح:- قله خم بزرگ و دو قله عبارت از پر کردن و لبالب کردنست و بر حکم حدیث نبوی علیه السلام که امام شافعی تمسک کرده است چون مقدار دو قله آب یکجا جمع شود نصاب باشد برای جواز طهارت را و با استعمال پلید نشود و اگر در نجاست افتد هم پلید نگردد و غسل جنابت هم پلید نشود و کمال نصاب در مذہب آورد قله است کما قال علیہ السلام "اذ بلغ الماء قلتین لم یحتمل نجسا"
و معنی بیت آنست که ای ساقی برخیز و پیاله پر و مالامال کن خاصه برای صبوحی معاشران و صفای ساقی و جام او و صفای صبح صادق را و دو قله دان و میان هر دو فرق مکن یعنی قله جام شراب و قله صفای صبحدم پندار و در بعضی نسخه بجای دو قله دو مصرع مسطور است -

در مدح قزل ارسلان و مطلع آن ترجیع این است

لاف از دم عاشقان زند صبح بیدل دم سرد از ان زند صبح

یعنی صبح دعوی عاشقی می کند و در آن لاف می زند از ان جهت که مانند عاشقان آه سرد می زند و آه سرد عبارت از یاد سحر گبی است -

تخت گهر آسمان بر انداخت زرین صدف از نهان بر انداخت

تخت گهر، در اصل آن تخت کبود را گویند که در دکان بازار جوهریان جواهر و مروارید بر آن نهند و اینجا کنایت از شب با ستارگان است، و زرین صدف کنایت از آفتاب، و تخت گهر مفعول و آسمان فاعل است -

معنی بیت آنست که وقت صبح آسمان ظلمت شب را و ستارگان را محو گردانید و آفتاب را از افق مشرق بر آورد یعنی روز شد -

آنگه ز تنوره لشکر جن بر لشکر دیوجان بر انداخت

تنوره آتشدان، لشکر جن، کنایت از آتش افروخته و لشکر دیو کنایت از انگشت های سیاه است - یعنی که هوا سرد است، و آنکه در مجلس معاشران آتشدان نهاده اند و لشکر جن یعنی اخگر پاره ها افروخته و لشکر دیو یعنی بر انگشت های سیاه جان انداخته و زنده کرده و رمز آنست که پریان و دیوان از آتش آفریده اند -

مرغ چو باز حل بر آ میخت پروین سهیل سان بر انداخت

مرغ، کبکی آتشی و سرخ است و اینجا کنایت از مرغ، آتش افروخته مراد است و از زحل انگشت سیاه، پروین ثریا و پروین، کنایه از شرر های آتش است و سهیل نام ستاره جنوبی مشهور است یعنی چون در آتشدان آتش انگشت های سیاه

یکجا آ میخته شدند آتش شرارهای بزرگ مانند سهیل از تنوره بیرون انداخت -

طاوس غراب خوار هر دم کا درس ز چینه دان بر انداخت

از طاوس، آتش افروخته مراد است و از غراب انکشتهای سیاه، کا درس، ارزن، اینجا کنایه از شرارهای آتش چینه دان، حوصله مرغ را گویند و این لفظ اینجا استعاره تخیلی است -

معنی بیت آنست که آتش انکشتهای سیاه را سرخ و افروخته می گرداند و آن شرارها که بیرون می انداخت چنان می زد که گوئی طاوس زاغ را می خورد و دانهها ارزن از حوصله خود بر انداخت -

قطعه:

زحل آزا کشد که زخم زند پر مرغ گوهر تیغش

گوئی اندر کف زحل موشی است یا پلنگی است در سر تیغش

تشریح:- بدان که چون کسی را پلنگ جراحت دهد و موش بران جراحت بول کند صاحب جراحت بمیرد -

چنانکه حکیم انوری درین معنی گوید:-

دشمنان را مایه دادن نزدمن دانی که چیست

جمع کردن و موش دشتی با پلنگ بربری

امام می گوید که زحل که نخس اکبر است کسی را می کشد که اول تیغ ممدوح که گوهر او مانند مرغ است آنکس را زخم کند چنانچه

بول موش کسی را هلاک کند که آنکس را پلنگ بناخن جراحت زند پس گوئی که در تیغ ممدوح پلنگی است که دشمن را زخم می

کند و در کف دست زحل موشی است که بران زخم بول می کند تا آن دشمن هلاک گردد -

☆☆

شرح قصاید انوری:

اوحدا الدین محمد متخلص بہ انوری (متوفی ۵۸۳ھ / ۱۱۸۷ء) سلجوقی بادشاہ سلطان سنجر کے عہد کا ممتاز شاعر ہے مثنوی گوئی میں جو مقام فردوسی و نظامی گنجوی کو اور وادی غزل میں سعدی و حافظ کو حاصل ہے وہی عظمت و مقام قصیدہ نگاری میں انوری کو حاصل ہے۔ انوری نے اپنے قصاید میں مختلف علوم مثلاً فلسفہ، حکمت، ریاضی اور علم ہیئت کی اصطلاحات نیز بلاغت میں مختلف صنایع و بدائع کا بکثرت اور استادانہ استعمال کیا ہے جس نے اس کے کلام کو نہ صرف عوام بلکہ خواص اور اہل علم کے لئے بھی کسی قدر دشوار بنادیا ہے یہی وجہ ہے کہ علماء کو اس کے قصاید کی شرحیں لکھنے کی ضرورت پڑی تاکہ نہ صرف اہل علم بلکہ عام قاری بھی ان نکات کو آسانی سے سمجھ سکے۔

جن فضلاء نے شرحیں لکھی ہیں ان میں مندرجہ اہل علم و فضل شامل ہیں۔

محمد عبدالرزاق دہلی، ابوالحسن فراہانی اور محمد بن داؤد بن محمد بن محمود علوی شادی آبادی قابل ذکر ہیں۔

محمد بن داؤد علوی پہلے شخص ہیں جنہوں نے اب تک کی دستیاب اطلاعات کے مطابق سب سے پہلے اس موضوع پر قلم اٹھایا اور انوری اور خاقانی دونوں کے قصاید کی شرحیں لکھی۔ محمود بن داؤد علوی دسویں صدی ہجری کے علماء اور فضلاء میں سے ایک ہیں جن کا ذکر آگے آ رہا ہے۔ ان کے بعد جن علماء نے انوری کے کلام کی شروح و حواشی تحریر کیں وہ مندرجہ ذیل ہیں۔

(۱) ابوالحسن فراہانی: ابوالحسن، حسینی سادات میں سے ہیں اور فراہان میں پیدا ہوئے مگر ان کی صحیح تاریخ پیدائش معلوم نہیں، وہ گیارہویں صدی ہجری کے علماء، فضلاء اور ادباء میں شمار ہوتے ہیں اور شاہ قلی خان و صاحب تذکرہ نصر آبادی کے معاصرین میں سے ہیں ابوالحسن فراہانی نے یہ ”شرح مشکلات انوری“ ۱۰۱۵ھ میں تالیف کی۔

(۲) محمد بن عبدالرزاق دہلی: عبدالرزاق دہلی ۱۱۷۶ھ میں شہر خوی میں پیدا ہوئے۔ ان کے والد عبدالرزاق بیگ فرزند نجف قلی خاں دہلی تبریز میں بیگلربیگی (رئیس، امیر) کے عہدہ پر مامور تھے۔

محمد بن عبدالرزاق دہلی کا شمار تیرہویں صدی ہجری کے علماء و فضلاء میں ہوتا ہے انہوں نے انوری کے کلام کی جو شرح تحریر کی ہے وہ صرف انوری کے قصاید پر مشتمل ہے۔ انہوں نے بغیر لغات کے معنی اور ترکیبات کی وضاحت کے قصاید کی توضیح و تفسیر بیان کر دی ہے۔

(۳) محمد بن داؤد علوی: محمد بن داؤد بن محمد بن محمود علوی شادی آبادی، دسویں صدی ہجری کے مشہور ہندوستانی علماء میں شمار ہوتے ہیں۔ انہوں نے انوری اور خاقانی دونوں اہم و مشہور شعراء کے قصاید کی شرحیں لکھی ہیں۔ شارح

سلطان ناصر الدین خلجی، سلطان مالوہ (۹۰۶-۹۱۶ھ) کے دربار سے وابستہ تھا اور سلطان کی فرمائش پر یہ شرح تحریر کی۔ معلوم ہوتا ہے شرح کرتے وقت دیوان انوری کا جو نسخہ شارح کے پیش نظر تھا وہ بغیر کسی باقاعدہ حروف تہجی کی ترتیب کے لکھا گیا تھا۔ اس لئے شرح قصاید بھی بلا ترتیب حروف تہجی ہے۔

دوسرے یہ کہ شارح بعض بعض قصاید کے صرف ایک دو شعر ہی کی شرح کی ہے جبکہ دوسرے قصاید کے تمام اشعار کی شرح کی ہے۔ شرح کا اندازہ یہ ہے کہ شارح نے شعر میں مستعمل لغات کے لغوی معانی لکھے ہیں پھر اشعار کی توضیح و تفسیر کی ہے۔ یہ شرح قصاید انوری ابھی تک طبع ہو کر منظر عام پر نہیں آئی ہے اس کے مخطوطات کیاب ہیں۔، راقم کی معلومات کے مطابق اس شرح کے دو نسخے خدابخش اور نیشنل لائبریری پٹنہ میں موجود ہیں۔

پیش نظر نسخہ جس کے مطالعہ کی بنیاد پر یہ اطلاعات سپرد قلم کی جا رہی ہے وہ اے اوراق پر مشتمل ہے اور خط شکستہ میں ہے۔

قصاید انوری:-

قصیدہ -۱

مقدری نہ بآلت بقدرت مطلق کند بہ شکل بخاری چو گنبد ازرق

تشریح:- مقدر = اندازہ ہر چیز کنندہ۔ آلت = دست افزار کار۔ قدرت = توانائی۔ مطلق = خلاص۔ بخار = معروف دوداز زمین نمناک برسیدن تابش آفتاب می خیزد و از آب سر بر آید۔ ازرق = گنبد ازرق = آسمان معنی بیت آنست کہ حق تعالیٰ مقدری است نہ بآلت بلکہ بقدرت مطلق خویش ”امر کن“، ہچو گنبد ازرق رالعینی آسمان را بہ شکل بخاری لطیف ساخته است۔ درین بیت حکم قول فلاسفہ را رد کردہ است کہ ایشان خلقت آسمان و زمین را بہ آلت قایل اند۔ و قول ایشان مردود است زیرا کہ اگر خلقت بآلت محتاج باشد پس آلت نیز بہ آلتی دیگر محتاج باشد و بدین صورت دور لازم می شود۔ این روانیست۔ و تحقیق آنست کہ خلقت عالم از فیض حق تعالیٰ است بغیر واسطہ چنانکہ خواجہ نظامی راست در خسرو شیرین۔

نکواز کان پدید آیند مردم چنانک از کان پدید آیند انجم
کہ قدرت را حوالہ کردہ باشی حوالہ را بہ آلت کردہ باشی،
اگر تکوین بہ آلت شد حوالہ چہ حالت بود در تکوین آلت

قصیدہ -۲

سپہر رفعت و کوہ وقار و بحر سخا علاء دین کہ سپہر یست از سنا و علا

تشریح:- رفعت = بلندی و درجہ۔ وقار = گران باری۔ و برد باری سنا و سنی و علا = برتری۔

معنی بیت آنست که ملک علاءالدین محمد آسمان رفعت و کوه وقار و دریای سخاوت است چون آسمان است از روشنی و بلندی۔

قصیده-۳

ای قاعدہ تازہ زد دست تو کرم را وی مرتبہ نوز بنان تو قلم را
تشریح:- قاعدہ = بنیاد و بناء۔ مرتبہ = وضع۔ کرم = بخشش۔ بنان = سرانگشت آن، منادی مخد و فست۔
یعنی ای ممدوح بناء بخشش از تو از سر تازہ شدہ و اگر بہ پیش ازین رواج و رونق کرم نماندہ بود و برات بخشش و عطارا قلم ہیج یکی نمی نوشت اکنون این رسم کہ بقطع رسیدہ بود تازہ گشتہ و از سر نو رواج یافت است۔
قصیدہ-۴

باز این چہ جوانی و جمالت جهان را وین حال کہ نوگشت زمین را وزمان را
تشریح:- یعنی باز این چہ جوانی و چہ خوبی است کہ بسبب قدم فصل بہار جهان را حاصل شدہ است۔ و این چہ جمالت کہ از آمدن شگوفہ و گلہا و ریاحین و سبزہ زمین را وزمان را نوگشت۔ و این بر سبیل تعجب گفتہ است از غایت شوق بہار۔
قصیدہ-۵

نصرت پایندہ باد ناصر دین را صدر جهان خولجہ زمان را وزمین را
تشریح:- یعنی ناصرالدین کہ صدر جهانست و صاحب زمان وزمین نصرت و ظفر از حق تعالی افزون پایندہ باد
قصیدہ-۶

صبا بہ سبزہ بیار است باغ دنیا را نمونہ گشت زمین مرغزار عقبی را
تشریح:- یعنی بہار شروع شد، باد صبا باغ دنیا را بہ سبزہ بیار است و زمین مانند باغ سبز شد۔
قصیدہ-۷

این کہ می ینم بیدار یست یارب یا بخواب خویشتن را در چنین نعمت پس از چندین عذاب
تشریح:- بدانکہ وزیر سلطان در محلی مخوف نامزد بود بعضی کسان بدخبر اور در شہر رسانید تا ہمہ شہر در غم و اندوہ شدند بعد از ان بصحت و سلامت در شہر خود بیاید در آنوقت حکیم انوری این شعر نوشتہ و از غایت شوق و تحیر و تعجب میگوید کہ یارب این من ہستم کہ خود را بعد از چندین عذاب غم و اندوہ در چنین نعمت و مدارا از وزیری ینم و این بہ بیداری می ینم یا بخواب چنانست کہ می ینم و این بر طریق تجاہل عارفانہ است۔
قصیدہ-۸

ای جهان عدل را انصاف تو مالک رقاب دین حق را مجد و گردون شرف را آفتاب

تشریح:- جهان عدل اضافت بیانیه است و عدل مرادست و رقاب گردنها و بندگان- مالک رقاب= خداوندگار بندگان
مجد= بزرگی- گردون= آسمان- یعنی آسمان شرف را آفتابست روشن و منور-

حاصل بیت آنست که ای ممدوح انصاف تو جهان عدل و دین و اسلام را بزرگی و سرافرازی داده-

قصیده-۹

آخرای خاک خراسان دادیز دانت نجات از بلای غیرت خاک ره گرگانج وکات

تشریح:- گرگانج وکات= هر دو نام قصبه آبادان و معمور است که آب و هوای خوش دارند و آنجا..... ساخته بود چنانکه
خراسان برین هر دو رشک می برد- حکیم انوری می گویند که ای زمین خراسان حق تعالی ترا از بلای رشک بردن بر خاک
گرگانج وکات نجات داد- از آنکه چون لشکر وزیر از مهم آن هر دو قصبه و شهر و ولایت و شهر در آمد رونق و رواج آب و هوا
بتوزیاده ازان یا بند که آن هر دو قصبه را بود-

قصیده-۱۰

ای ترک می بیار که عیدست و بهمن است هنگام باد خورده و شادی بر زن است

تشریح:- از ترک= معشوق مراد است- بهمن= نام ماه پارسیان است و آن مدت بودن آفتاب در دلو و آن وقت عین
زمستان و سرماست و بر زن= کوچ و محلت-

یعنی ای ساقی مهوش شراب بیار که عید است و هوای زمستان که آن آتش گرم در هوای سرما مطلوب است و هنگام
شادی کردن و باد خورده است- و از محل و خانه- و مصرع ثانی چنین هم نوشته اند- ع- غائب مشو که نوبت شادی
بر زن است- مخاطب همان ساقی است و تغییر ندارد-

قصیده-۱۱

اگر چه محول حال جهانیان نه قضا است چرا مجاری احوال برخلاف رضا است

تشریح:- محول= گرداینده- قضا= حکم سابق که حق تعالی در باب مخلوق در ازل رانده است- مجاری= روانیها، رضا= به
آرزوی نفس- بدانکه حکیم انوری این قصیده در وقتی انشا کرده است که در پای دی نار و برآمده بود درین شعر ذکر نار و
و شکایت زمانه کرده است-

معنی بیت آنست که اگر گرداینده حالت خلق قضای حق تعالی نیست- پس روانیها احوال ایشان مخالف خواست نفس
ایشان چراست یعنی معلوم شده است که گرداینده حال خلق قضاء حق تعالی است- بدان سبب گردش احوال خلق مخالف

خواست نفس انسان است و هر چه بر مردم واقع می شود مخالف هوای نفس او واقع می شود. آورده اند که مردی در امیرالمومنین علیه السلام سوال کرد که "بما عرفنا الله" بچه شناختی خدای عز و جل را، قال عن فتح العزائم یعنی حضرت علی رضی الله عنه گفت که به بتاه شدن عزیمت و فتح شدن کارهای خود خدای عز و جل را شناخته ام یعنی هر چه خواست من بود کار بخلاف آن می شدند. و عزیمت های من مسخ می شد تا دانستم که فاعل مختار حق تعالی است و محول احوال حال صنعت استعارت است.

قصیده ۱۲-

ملک یوسف ای حاتم طی غلامت ملوک جهان جمله در اهتمامت
تشریح:- یعنی ای جمال الدین یوسف حاتم طی غلام تو سرزد و بادشاهان همه در اهتمامت تواند. الا اهتمام = کوشش و تاکید کردن، یعنی حاتم بآن عطا و سخا و بخشش تو غلام تو شاید و همه بادشاهان در پناه تو اند یعنی متابع و مطیع فرمان تواند.

قصیده ۱۳-

تیرستم فلک خدنگ است شهیدش ره جهان شرنکست
تشریح:- شره = حرص - شرنک = زهر قاتل - تیرستم و شهیدش ره استعارت است.
معنی بیت آنست که تیری که فلک بظلم مردمان را می زند از چوب خدنگ است، و حرص دنیا که همچون شهید و شکر است چون نیکو بنگری آن حرص شهید نیست بلکه زهریست قاتل. یعنی فلک ظالم است و حرص دنیا مهلک و تخصیص بخدنگ ازان کرده است که سخت ترین و تنگ ترین تیر با خدنگ است.

قصیده ۱۴-

روزی خوردن و شادی و نشاط و طرب است ناف هفته است اگر غره ماه رجب است
تشریح:- نشاط = خوشی - و طرب = مثله - ناف هفته = روز سه شنبه.
معنی بیت آنست که امروز اگر غره ماه رجب است که ماه عبادت و صلاح است ترک شراب باید کرد، ولیکن چون آغاز خزانست و روز سه شنبه است جشن کنیم و شراب خوریم و شادی کنیم. بدانکه در خراسان در آغاز فصل خزان جشن می کنند.

قصیده ۱۵-

منصب از منصب رفیع تر است هر زمانیت منصب دگر است
تشریح:- منصب = اسم موضع - چنانکه مقام وزارت و نیابت و مجموعه داری و مستوفی ممالک و امثال آن.
معنی بیت آنست که ممدوح منصب از عمل داری تو بلندتر شده است و درجه برتر یافته است و هر زمانی ترا منصبی دگر است

یعنی عمل و عهده جدید و علوم مرتبه دیگر بتوارسانی می شود و منصب را از عملکردی تو مرتبه زیاده شده است نه ترا از منصب، از آنکه تو مزید است خود علوم مرتبه داری.

قصیده-۱۶

ملک مصونست و حصن ملک و حصین ست منت وافر خدای را که چمیت

تشریح:- مصون = نگاه داشته شده - حصن = حصار - حصین = استوار - منت = شکر و سپاس وافر تمام و بسیار.

یعنی ملک خراسان در حفظ خدای عز و جل است و حصار شهر بلخ استوار است - شکر و سپاس مر خدای راست عز و جل که باری چنین است -

قصیده-۱۷

نوش لب لعل تو قیمت شکر شکست چین سر زلف تو رونق عنبر شکست

تشریح:- نوش = شیرینی و باز بر و شهد - چین = شکنج - رونق = رواج.

یعنی ای ممدوح شیرینی شهد لب لعل تو قیمت شکر شکست یعنی پیش شهد لب تو شکر را قیمت و رواج و خریداری نماند و شکنج زلف تو رونق و رواج عنبر شکست یعنی پیش خوشبوی زلف تو عنبر را رواج خریداری نماند.

قصیده-۱۸

آفرین بر حضرت دستور و بر دستور باد جاودان چشم بد از جان و جالش دور باد

تشریح:- آفرین = ستایش - دستور = وزیر - جاویدان = همیشه - جاه = دولت و مرتبه و بزرگی - چشم بد = چشم زخم، معنی بیت آن ست که بر حضرت دستوری بر ذات وزیر آفرین و ستایش باد و از جاه و جالش همیشه چشم بد یعنی چشم زخم دور باد.

قصیده-۱۹

گردل و دست بحر و کان باشد دل و دست خدا یگان باشد

تشریح:- یعنی اگر دل دریا باشد و دست کان او در بخشش ز ر و نقره و جواهر و مروارید همچون دریا و کان باشد و به از آن دیگر.

قصیده-۲۰

هر کرد در دور گردون ذکر مقصدی رود باخن در شرح این صرح مردی رود

تشریح:- مقصد = جای قصد - شرح = بیان - صرح = کوشک بلند - مرد = عماد محکم و استوار، اینجا کنایه از آسمان است یعنی کسی که در دور گردون ذکر مقصدی کند و یاد در شرح آسمانی سخن می گوید اگر کسی دور فلک را گوید که مقصد اعلیٰ توی.

از آن که بحکم حق تعالی تأثیرات عجیب و غریب که در عالم سفلی که بر خلق دارد واقع می شود، از دور فلک و سیاره و کواکب ظاهری شود و یا گویند که اسرار فلک بر حکم سیر نجوم اند و آن اندرو پنهان اند همه بر هر یکی واقع خواهد شد.

قصیده-۲۱

ای نمودار سپهر لا جور د گشته ایمن چون سپهر از گرم و سرد

تشریح:- منادی محذوف ست و خطاب بر قصر ممدوح است.

یعنی ای قصر آسمان لا جور دگون نموداری هستی و از گرم و سرد حادثات آسمان ایمن هستی از حادثات فلک بیم نیست چنان که فلک را نیست.

قصیده-۲۲

خدای جل جلاله زمن چنان داند که هر که نام خداوند بر زبان راند

چو از در پیچه گوش اندر آیدم بدماغ دلم بدست نیاز از دماغ بستاند

تشریح:- یعنی خداوند جهان جل جلاله و عم نواله از من چنان می داند که نام ممدوح من که خداوند ملک خراسان ست هر که بر زبان راند و نام او از در پیچه گوش من بدماغ من در آمد دل من او را بدست نیاز مندی از دست دماغ بستاند و خودی دارد.

قصیده-۲۳

جل المتین ملک دوتا کرد روزگار اقبال را بوعده وفا کرد روزگار

تشریح:- جل المتین = رن استوار - اقبال = پیش آمدن دولت و قوت - جل متین لفظ مستعار است.

معنی بیت آنست که روزگار جل متین ملک را دوتا کرد یعنی چون ممدوح را سلطان منصب وزارت داد و قوت ملک دوچندان شد روزگار اقبال را وعده داده بود وفا کرد و با تمام رسانید باقبال سر قوت و عظمت گرفت تا ملک دوچندان شد.

قصیده-۲۴

ای زرای تو ملک دین معمور وزیر رسوم تو ملکر مت مشهور

تشریح:- منادی محذوف ست و این شعر در مدح وزیر است

معنی بیت آنست که ای ممدوح از زرای زرین تو ملک و دین آبادان اند که "الملک والدین تو امان" از رسمهای نیک تو ملکر مت، یعنی عطا و کرم در جهان مشهور شد، و دیگران خوشه چین اند از تو رسمهای سخا وجود آموخته اند، و جاری کرده تا مشهور و رشد.

خوشا! نوای بغداد، جای فضل و هنر که کس نشان ندهد در جهان چنان کشور
 نوای جمع ناحیت است - یعنی زمین و ولایت مراد است یعنی خوش و لایمتهای شهر بغداد که جای فضل و هنر است که
 در جهان آنچنان شهر و ولایت کسی نشان ندهد، یعنی مظهر ست و قرینه ندارد -

دی چو بشکست شهنشاه فلک نوبت بار و ز سر پرده شب گرد جهان کرد حصار
 روی نمود مد عید بشکلی که کند قوسی از زر طلا بر طبعی از زنگار
 تشریح: یعنی چون دی آفتاب که بادشاه فلک ست نوبت خود را بشکست یعنی غروب شد و از سر پرده شب گرد جهان
 حصار بر آورد و هلال عید در فلک بشکلی روی نمود که گوی قوسی از زر خالص بر طبعی که از زنگار است کشیده اند -

زهی! ز بارگاه ملک تو سفیر سفیر زمان زمان سوی این بنده غریب و اسیر
 تشریح: زهی کلمه تعجب است - سفیر = پیک و رسول - اسیر = گرفتار آمده و مقید گشته در بندگی -
 یعنی زهی عجب که از بارگاه ملک تو سوی من که بنده غریب و اسیر احسان هستم زمان، زمان پیک و رسولی در بر پیش من آید -

اب بنسبت با تو هر چه آن در ضمیر آید حقیر پایه تست آنکه ناید از بلندی در ضمیر
 تشریح: منادی محذوفست - یعنی ای ممدوح آنچه در اندیشه دلهای مردم بگذرد به نسبت تو حقیر و اندک است و مرتبه
 بلندی تو ز غایت بلندی در ضمیر کس نیاید -

ای بخوبی و خرمی چو بهار گشته در دید با بهار نگار
 در دماغ فلک صدای خمت کرده تالیف لحن موسیقار
 تشریح: صدای = آوازی که مقابل آواز مردم از گنبد و کوشک بیرون آید - خم = طاق عمارت - تالیف = فراهم آوردن -
 موسیقار = نوعی از سرود و نام مطربان و این خطاب بر قصر ممدوح است، یعنی ای قصر بخوبی و خرمی همچون بهار خانه چین
 در دیده های خلق نگار شده ای یعنی آنچه در فصل بهار از اشجار و انهار و شکوفه و گلها و سبزه ها در باغات ظاهری شود، در تو نگاشته
 اند و آن در دیده های بندگان نقش شده است و از خم طاق و گنبد تو که بفلك رسیده ست و در دماغ فلک سرود موسیقار

فراهم آورد و تا که از فلک نیز صدا خواسته بسرد و موسیقار۔

قصیده-۲۹

هشت شبانه بودم، افتاده بی خبر دی در وثاق خویش که دلبر بکوفت در
تشریح:- در کوفتن = عبارت از طلب کردن است۔ هشت شبانه بی خبر افتاده بودم۔ دی = شب که دلبر مرا طلب کرد و حاضر
ساخت و بطریق ملامت و عتاب بامن آغاز کرد۔

قصیده-۳۰

موکب عالی دستور جهان آمد باز به سعادت بمقر شرف و عزت و ناز
تشریح:- موکب = لشکر۔ عالی = بلند۔ دستور = وزیر۔ سعادت = نیک بختی۔ مقرر = جای آرام و قرار۔ عزت = ارجمندی
بانمت و فراخی معیشت یعنی لشکر عالی مرتبه وزیر جهان به نیک بختی در قرارگاه بزرگی و ارجمندی و آسایش باز آمده است۔

قصیده-۳۱

چون مراد خویش را با ملک ری کردم قیاس در خراسان تازه نهادم اقامت را اساس
تشریح:- ری = شهر است مشهور در خراسان، و آن شهر است با عفونت هوا و حادث شدن و با و طاعون درین وقت هم
خرانست۔ و خاقانی در مذمت هوای شهر ری گفته است از آن دو بیت آورده شد۔
تمثیل۔

دیدم سحر گهی ملک الموت را که پائی بی کفش می گریخت ز دست و پائی۔
گفتم تو سرگفت خودی دست برگشاد تو بختی ضعیف چه باشد پائی بی پائی

تشریح:- اقامت = مقیم شدن جای۔ اساس۔ بنیاد،
یعنی حکیم انوری می گوید که من می خواستم که سفر میکنم لیکن راه خوف بود۔ همین اقامت شهر ری در خراسان اختیار کردم
بر سفر و حاصل آنست که چون مراد خود را با ملک ری قیاس کردم حالی بسبب خوف راه خراسان تجدید بنیاد اقامت
نهادم۔ همین اقامت را غنیمت شمردم و این مراد را که برابر ملک ای پیدا شده بودم ترک کردم۔

قصیده-۳۲

دوش سرمست آدم بو ثاق با حریفی همه وفا و وفاق
گفتم آیا کسی تواند کرد دو بسیط زمین علی الاطلاق
منع تقدیر او با استقلال کشف اسرار او با استحقاق

نه ازان طایفه که بشناسند معنی احتراق را از حراق

روز چون شد حدیث در دادیم قصه چرخ از ررق رزاق

تشریح: - آ یا = ای فلان - بسیط زمین - روی زمین - در اصل بسیط عنصر فرد غیر مرکب را گویند - علی الاطلاق = مطلق منع = بازداشتن - تقدیر = اندازه کردن = استقلال = توانا کردن، قوتی ذاتی - کشف اسرار = ظاهر کردن سرها - استحقاق سزاواری - اسرار = پنهان - سوختن و سوخته و لفظ اشارت است که درین محل مسطور نشده - معنی ابیات آن است که چون از ررق رزاق های ذکر آسمان شروع کردم و گفتم ای ماه پچکس علی الاطلاق در روی زمین تقدیر آسمان را بقوت ذاتی منع تواند کرد و اسرار آسمان را به سزاواری فاش کردن تواند بشرط آنکه آنکس ازان طایفه نباشد که معنی اسراق را از حراق بشناسد بلکه عالم و دانا و منجم و فاضل باشد -

قصیده - ۳۳

جرم خورشید چو از حوت در آید نحمل اشهب روز کند ادهم شب را ارجل

تشریح: - جرم = تن بی روح - حوت و حمل = نامهای بروج فلک - اشهب - اسپ سبز رنگ - چنانکه ادهم سیاه رنگ - ارجل = اپی را گویند که یک پای اوسفید باشد و لفظ اشهب و ارجل و ادهم مستعار اند -

معنی بیت آن است که چون جرم آفتاب از برج حوت در برج حمل آید شب و روز برابر شوند یعنی بر طاس روز شمی طاس شب شود - بعد ازان روز در افزونی بود و هر شب که آید در نقصان باشد و ادهم شب ارجل شود یعنی شب و روز آمد و بیضه کرد - گوئی اشهب، اسپ سیاه است که پای وی اندک سفیده شده است و آن سیاه راه گوئی با اشهب روز ارجل کرده است یعنی روز در شب در آمدن گرفت و شب در نقصان افتاد و علت دارد -

قصیده - ۳۴

ای بهستی داد گیتی را کمال ملک را فرخنده هر روز از تو فال

تشریح: - هستی = گیتی - وجود - دنیا = کمال = بی نقصان - فرخنده = مبارک - و منادی محذوف است -

یعنی ای ممدوح تو وجود خود دنیا را کمال داده چنان که در هیچ جانبی و نقصانی نمانده است، یعنی بحد و احسان و عدل و انصاف خلق جهان را آسوده و بی غم گردانیدی و ملک را رویت دیدار تو هر روز فال مبارک است یعنی سعادت و مبارکی از ذات تست -

قصیده - ۳۵

ای کرده درد عشق تو اشکم بخون بدل وی ایزدم سرشته ز عشق تو در ازل

تشریح:- یعنی ای معشوق در عشق توانک چشم مرا بخون بدل کرد یعنی در غم عشق تو از غایت حیرت و اضطراب خون می گیریم- وای معشوق در ازل حق تعالی مایه وجود مرا از عشق تو سرشته است یعنی از ازل عشق تو می ورزم-

قصیده- ۳۶

سایه افکندمه روزه و روز تحویل روز مسعود و مبارک مه میمون و جلیل
تشریح:- تحویل گشتن = از جای به جای رفتن و نقل آفتاب از برجی به برجی- مسعود = سعد و مبارک میمون، مبارک- جلیل = بزرگی-

یعنی ماه مبارک رمضان در جهان سایه افکند یعنی ماه رمضان شروع شد و همدران روز آفتاب از برجی به برجی نقل کرد اما در برجی که ممدوح را سعادت دهد در آن ماه و آن روز بر ممدوح مبارک و سعد شده و لفظ سایه مستعار است-

قصیده- ۳۷

خدای خواست که گیرد ز مانه جاه و جلال جمال داد جهان را بنور خواجه کمال
تشریح:- یعنی حق تعالی خواست که ز مانه جاه و مرتبه یابد و صاحب حسن و جمال شود، پس بواسطه جوانمردی و دولت و رفعت ممدوح که کمال نام اوست جهانیان را جمال و نظام و زینت و حسن داد که سخاوت و جوانمردی اهل جهان را بزینت و جمال نگاهدارد-

قصیده- ۳۸

به نیک طالع و فرخنده روز و فرخ فال به سعد اختر و میمون زمان و خرم حال
ببارگاه وزارت بفرخی به نشست خدایگان دزیران و قبله آمال
تشریح:- فرخنده و فرخ و سعد و میمون بمعنی مبارک است- آمال- امیدها- و این هر دو بیت با یکدیگر منسلک اند، یعنی بطالع نیک مبارک است و وقت سعد و زمان و حال خوش و زیر که خدایگان عصر است و قبله امیدگاه خلق است- مبارکی در بارگاه بر مسند بنشست-

قصیده- ۳۹

مرحبا! نوشدن و آمدن ماه صیام حبذا! واسطه عقد شهرو و ایام
تشریح:- مرحبا = خوش باد مرترا- حبذا- خوشی و فرخی باد مرترا- واسطه عقد = گوهری بزرگ بیش قیمتی که در واسطه عقد مروارید برای زیب و زینت در آرند- یعنی خوشی نوشدن و آمدن ماه مبارک رمضان و فرانی باد ماه مذکور را که واسطه عقد ماهها و روزهاست- یعنی زینت شهرو و ایام است-

دوش سلطان چرخ آئینه فام آنکه دستور شاه راست غلام
از کنار نبردگاه افق چون بدست غروب داد زمام
دیدم اندر سواد طره شب گوشوار فلک ز گوشه بام
تشریح:- سلطان چرخ = آفتاب - فام = گونه - نبردگاه = جای جنگ - افق = کرانه - زمام = مهار - سواد = سیاهی -
طره شب = ظلمت شب - گوشوار = فلک ماه نو -

این هرسه بیت با یکدیگر منسلک اند، یعنی چون دوش سلطان چرخ که آینه کون است - و غلام وزیر بادشاهت از جنگ
خانه کرانه آسمان بدست غروب مهار خود داد یعنی غروب شد در تاریکی شب گوشوار فلک یعنی ماه نو از گوشه بام آسمان دیدم -
قصیده-۲۲

ای خنجر مظفر تو پشت ملک و عالم وی گوهر مطهر تو روی نسل آدم
تشریح:- مظفر = ظفر کننده و فیروزی - پشت = قوت و مددگوهر - اصل - مطهر = پاک = روی کنایه از شرف و بزرگیست -
نسل = اولاد -

یعنی ای ممدوح اصل تو که ذات تست حسن و زینت اولاد آدم علیه السلام است - حاصل بیت آنست که ای ممدوح
قوت و پشتی ملک عالم از تیغ تست و زیب زینت نسل آدم از ذات پاک توست -
قصیده-۲۳

بجکم دعوی ز تیغ و گواهی تقویم شب چهارم ذوالحجه و سنه ثانییم
تشریح:- گواه ز تیغ بالکسر = آن کتاب که از تقویم استخراج کنند - تقویم حسابی که منجمان هندی پوچی نامند و بحساب
ابجد حرف ث، پانصد عدد دارد و حرف میم چهل عدد دارد - یعنی بجکم گواهی کتاب ز تیغ و بجکم دعوی تقویم شب چهارم ماه
ذی الحجه سنه اربعین و خمس مایه از هجرت تاریخ عرب بود -
قصیده-۲۴

ای رایث رفیعت بنیاد نظم عالم وی گوهر شریف مقصود نسل آدم
تشریح:- رایث = علم و نیزه - رفیع = بلند - نظم = آرایش - وسلک = مروارید - گوهر = اصل و ذات = شریف = بزرگ،
و منادی محذوفست -

یعنی ای ممدوح نیزه بلند تو بنیاد نظم عالم است و ذات شریف تو مقصود نسل آدم یعنی آرایش و نظم عالم از ذات عالی تست

و مقصود اصل ذات فرزند آدم ذات شریف تست -

قصیده: ۴۵

آفرین باد بر چو تو مخدوم این نیکو سیرت و نجسته رسوم
تشریح: آفرین = تحسین و ستایش - سیرت = افعال و خصال - نجسته = مبارک = رسوم = رسمها -
یعنی ای ممدوح نیکو سیرت و رسوم مبارک داری - بر تو آفرین و ستایش باد
قصیده: ۴۶ -

کو آصف جم، گویا و بهین بر تخت سلیمان راستین
تشریح: آصف بن برخیا = نام وزیر مہتر سلیمان علیہ السلام است - و جم نام مہتر سلیمان علیہ السلام - راستین = صادق -
یعنی آصف سلیمان را بگو که بیا و سلیمان را استین را بر تخت بهین، یعنی سلیمان وقت است ممدوح -
قصیده: ۴۷ -

وعلیک السلام، فخر الدین افتخار زمان و فخر زمین
تشریح: یعنی ای فخر الدین علیک السلام که اهل زمان و زمین بتو فخر و ناز می کنند -
قصیده: ۴۸ -

چو شاه زنگ بر آرد لشکر از ممکن فرو کشید سرا پرده پادشاه ختن
تشریح: شاه زنگ = کنایت از شب است - ممکن = جای کین ساختن بقصد کسی - پادشاه ختن = کنایت از آفتاب است -
یعنی چون زندگی شب ظاهر شد - آفتاب از پرده زمین فرو رفت و لفظ لشکر و سرا پرده استعارت است، و زنگ نام
ولایتست که مردمان آنجا بخت فام اند -
قصیده: ۴۹ -

شاه! صبح فتح و ظفر کن، شراب خواه نردونندیم و مطرب و چنگ و رباب خواه
تشریح: صبحی = شرابی که پیش از بر آمدن آفتاب خورد -
یعنی ای ممدوح چون از خصم ملک افتی و ترافح و فیروزی روی نمود، اکنون جشن کن و شراب بامداد بخور، بخوشی نزدیکار و از
مطرب سرود و نغمه زود در گوش کن و ازندیمان اشعار و حکایات و اسامی فرح انگیز بشنود در عیش و عشرت و خوشدلی مشغول شو -
قصیده: ۵۰ -

ای یزدان تا ابد ملک سلیمان یافته هر چه جسته جز نظیر از فضل یزدان یافته

تشریح:- یزدان = حق تعالی - ابد = بهیشتی - نظیر = مانند و مثل -

ای ممدوح تا ابد از حق تعالی ملک سلیمان یافته و هر چه مثل خود طلبیدی از خدا عز و جل یافتی جز نظیر خود یعنی در جهان نظیر تو نیست و تو بی نظیر هستی -

قصیده - ۵۱

حبذا بخت مساعد که سوی حضرت شاه
مردمی کرد و اہم داد پس از چندین گاہ

تشریح:- حبذا = خوشی باد و فراخی - مساعد = دستگیر و شفیع - یعنی فراخی و خوشی باد بخت مساعد مرا کہ مردمی کرد مرا بعد از چند ماہ سوی حضرت بارگاہ سلطان راہبری کرد تا بدرگاہ سلطان رفتم و شرط خدمت بجا آوردم -

قصیده - ۵۲

ز ہی! ز عدل تو خلق خدای آسودہ
ز خسروان چو توی در زمانہ نابودہ

تشریح:- ز ہی = عجب - عدل = برابری - ای ممدوح از عدل تو خلق آسودہ است یعنی خلق در آسائش است و در زمانہ ہیج عہد نبود کہ چنین راحت و آسائش خلق را بود و در زمانہ مثل تو، ہیج بادشاہی در وجود نیامد -

قصیده - ۵۳

ای رایت دولت ز تو بر چرخ رسیدہ
وی چشم وزارت چو تو دستور ندیدہ

تشریح:- منادی محذوف است، یعنی ای ممدوح علم دولت از تو بر آسمان رسیدہ است و درجہ بلند یافتہ و ای وزیر چشم وزارت مانند تو وزیری کامل و فاضل و روشن رای و عالی ہمت و اہل ہنر و بخشندہ بی منت ندیدہ است -

قصیده - ۵۴

ای مسلمانان فغان از دور چرخ چنبیری
و ز نفاق تیر و قصد ماہ و سیر مشتری

کار آب ناف اندر مشرب من آتشیت
شان خاک ساکن اندر سکنہ من صرصری

تشریح:- فغان = فریاد و نالہ - دور = حلقہ و مدور - چرخ چنبیری = آسمان - نفاق = دوروی - تیر = عطار د - ناف = سودمند - مشرب = آبدانی و آوندی کہ در ان آب می خوردند، سکنہ = خانہ - صرصر - باد سخت -

معنی بیت آنست کہ ای مسلمانان از جور گردش فلک و از نفاق عطار د و قصد قمر و سیر مشتری فریاد و نالہ می کنم و فغان آمدہ ام کہ بواسطہ جور شان آبی کہ سودمند است در مشرب من کار آتش می کند و جای کہ ساکن است در سکنہ من عمل باد صرصری کند - یعنی کار آب آنست کہ از خوردن آن حرمت و ناپاکی و خشکی باطن از مردم برود - راحت برسد و بخلاف عادت بواسطہ جور دور فلک و شر کوکب، آب در شخص من آتش است کہ از خوردن آن حرارت و سوز و تپاک زیادہ می شود - و شغل

خاک آنست که ساکن ماند و بخلاف عادت عمل او در در خانه من اینست که مانند باد صرصر خانمان هر جانبین برده است۔
چنانچه پراگنده و پریشان شده است۔

قصیده-۵۵

ای چو عقل اول از آلائش نقصان بری چون سپهرت بر جهان از بد و فطرت برتری
تشریح:- اسم منادی محذوفست۔ و از عقل اول = عرش مراد داشته اند۔ و بقولی جبرئیل را گویند و بقولی اسرافیل علیه السلام
را، و بعضی نور محمدی علیه السلام را گویند که قال النبی ﷺ ”اول ما خلق اللہ تعالیٰ نوری، و عنہ ﷺ، اول ما خلق اللہ تعالیٰ
العقل پس از عقل اول عرش مراد داشته اند که عقل کل است۔ بری = بیزار۔ سپهر = آسمان۔ بد و فطرت، آغاز فطرت =
آفرینش۔ یعنی ای ممدوح ذات تو همچون عقل از آلودگی نقصان بیزار است و ترا همچون آسمان از هدایت آفرینش بر
جمله جهان برتری و قوت علوم مرتبه است۔

قصیده-۵۶

ای برادر بشنوی رمزی ز شعر و شاعری تا ز ماضی گداس را ب مردم شماری
تشریح:- ای برادر هوشدار که رمزی از شعر و شاعری بشنوی و هوشدار تا از جنس ما چندین کدام کس را مردم نه شماری
زیرا که از ما شعر کسی را حاجت نیست۔

قصیده-۵۶

ای بدرگاه تو بر قصه رسان صاحب ری ره نشین سرکوی کرمت حاتم طی
تشریح:- صاحب ری = وزیر ری۔ و او در سخاو کرم معروف بود۔ قصه رسان = عرض احوال رسانیدن و حاجت خواستن۔
ره نشین = منتظر، و منادی محذوف است۔

یعنی ای ممدوح صاحب ری بآن عظمت و جلال که دارد بدرگاه تو قصه رسان یعنی حاجت خواه شده است و بر سرکوی کرم
و بخشش تو حاتم طی بآن سخاوت و غنا منتظر عطا است۔ تا تو او را عطا دهی و لفظ کوی مستعار است۔

قصیده-۵۷

خرد را دوش می گفتم که ای اکسیر دانائی همت بی مغز هشیاری همت بی دیده بینائی
چه گوئی در وجود آن کیست کوشایی بگی دارد که تو با آب روی خویش خاک پای او سائی
تشریح:- یعنی شب با عقل گفتم که ای اکسیر دانائی ای مایه دانائی هم ترا بغیر مغز هشیاری و هم ترا بغیر دیده بینائی است
بگو که در وجود موجودات آن کیست که آن چنان شایستگی دارد که تو با آب روی خویش خاک پای آن سائی او چندین

صفات دارد که بعد ازین تقریر کرده می شود.

قصیده ۵۷

دو عید است مارا از روی دو معنی هم از روی دنیا و هم از روی عقبی

همایون یکی عید تشریف سلطان مبارک دگر عید قربان اضی

تشریح:- یعنی از روی دو معنی دو عید حاصل شد مرا یکی آنکه سلطان روز عید تشریف داد و آن عید دنیویست و دوم عید مبارک اضی است که روز قربانی است و این عید از روی دین است که ثواب آخرت حاصل می شود.

قصیده ۵۹

ای تیغ تو در سرافرازی ملک ترکی و ملت تازی

تشریح:- سرافرازی = سرگشتی - ملت = گروه - تازی = عربی، منادی محذوف است -

یعنی ای بادشاه ملک ترکی و ملت تازی بقوت تیغ تو در سرافرازیست یعنی بقوت تیغ تو اهل ترک و اهل عرب که دین اسلام دارند، در غایت ترقی و درجه افزون قوت اند.

قصیده ۶۰

ای ملک ترا عرصه عالم سرکوبی و ز ملک تو تا ملک سلیمان سرموی

تشریح:- منادی محذوفست، یعنی ای ممدوح کشادگی نواحی ملک تو چنانست که پیش او عرصه عالم مانند سرکوبیست و میان ملک تو و ملک سلیمان مقدار یکسر موی یعنی سخت اندک فرقت و گرنه "من کل الوجوه" ملک تو بملک سلیمان نماید.

قصیده ۶۱

و تیک! ای صورت منصوریه باغی و سرای یا بهشتی که بدنیات فرستاد خدائی

تشریح:- و تیک = ای نیک بخت - منصوریه باغیست که در ممدوح سرای ساخته بود و غایت حسن داشت یعنی صورت منصوریه نیک بخت است تو باغ نیستی و سرای نیستی بلکه بهشتی هستی که خدای عزوجل ترا در دنیا فرستاده است و این در صنعت تجاہل عارفانه ست -

لطائف غیبیہ

یہ سلسلہ شطاریہ کے اذکار و اشغال پر مشتمل کتاب ہے اس کے مؤلف شاہ عبداللہ شطاری ہیں۔ شاہ عبداللہ شطاری غیر منقسم ہندوستان (ہندوستان و پاکستان) میں سلسلہ شطاری کے بانی سمجھے جاتے ہیں جس کی بنیاد انہوں نے جوپور میں ابراہیم شاہ شرقی کے عہد (۱۴۰۱-۱۴۴۰ء) میں رکھی تھی۔ آپ کا (شاہ عبداللہ) سلسلہ چند واسطوں سے حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی تک پہنچتا ہے۔ یہ سلسلہ ایران میں عشقیہ یا طیفوریہ سلسلہ کہلاتا ہے کیونکہ ایران میں اس سلسلہ کے روح روان محمد عارف طیفوری تھے۔ محمد عارف طیفوری سے شاہ عبداللہ بیعت و خلافت حاصل تھی۔ اور آپ (محمد عارف) نے ہی شاہ عبداللہ کو شطاری کا لقب عطا کیا تھا۔ شطاریہ عربی لفظ شطر سے ماخوذ ہے۔ جس کے معنی ”تیز رو“ کے ہیں۔ اصطلاح میں ایسا شخص جو خدا تک بہت جلد رسائی چاہتا ہو۔

شاہ عبداللہ شطاری عظیم المرتبت برزگ، اور عالم و فاضل شخص تھے، آپ نے ہندوستان کے علاوہ آذربائیجان، خراسان اور عراق وغیرہ کا سفر کیا اور وہاں کے علماء و فضلاء سے ملاقاتیں کر کے استفادہ کیا لیکن ہندوستان کی سرزمین اشاعت و تبلیغ دین کے لئے موزوں لگی۔ اس لئے یہیں سکونت پذیر ہو گئے۔ ایران سے بمقام مانک پور (ہندوستان) آئے اور ایک باغ میں ایک خیمہ لگا کر وہیں عبادت و ریاضت مشغول ہو گئے اور تبلیغ دین کرنے لگے۔ چنانچہ جلد ہی آپ کی شہرت دور دراز علاقوں میں پھیل گئی۔ شیخ حسام الدین مانک پوری اور حضرت راجی سید حامد شاہ جیسے جید علماء و فضلاء آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر استفادہ کرتے پھر آپ مانک پور سے جوپور چلے گئے جہاں باضابطہ طور پر دین اسلام کی تبلیغ و اشاعت کی اور شطاریہ سلسلہ کو رواج دیا۔ آپ کے تبلیغ کرنے کا انداز دوسرے مشائخ سے جداگانہ تھا۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی آپ کے بارے میں لکھتے ہیں کہ ”جب کوئی طالب ان کے (شاہ عبداللہ) پاس مرید ہونے کے لئے آتا تو پہلے آپ اس شخص کو کھانے پر بیٹھاتے اور اسی دسترخوان پر آپ اسے پرکھ لیتے۔ مثلاً اگر کوئی شخص پورا کھانا کھا لیتا تو آپ اسے ہوشیار اور باخبر سمجھ کر مرید کر لیتے اس کے برخلاف اگر کوئی کھانے میں سے کچھ چھوڑ دیتا تو آپ اسے بے خیال تصور کر کے مرید نہیں کرتے“ مگر ظاہری طور پر آپ اس سے حسن سلوک سے پیش آتے رہتے تاکہ وہ شخص وعظ و نصیحت کی مجلس میں آتا رہے اور اپنی اصلاح کرتا رہے۔

ایک طرف شاہ عبداللہ شطاری کے انکساری کا یہ عالم تھا کہ آپ جس صوفی سے ملتے تو عاجزانہ انداز میں یہ کہتے کہ ”اگر آپ کے پاس کوئی چیز ہے تو مجھے عنایت کیجئے اور جو کچھ میں رکھتا ہوں وہ آپ پر نثار کرتا ہوں۔“ دوسری طرف بڑی شان و شوکت سے زندگی بسر کرتے تھے۔ شاہانہ لباس زیب تن کرتے، مریدوں کا ایک گروہ اپنے ساتھ رکھتے، اور مریدین فوجی لباس میں ملبوس ہوتے، ہاتھوں میں ڈھول اور جھنڈا لئے ہوتے اور قصبہ قصبہ قریہ قریہ جا کر تبلیغ

کرتے اور آواز لگاتے کہ ہے کوئی طالب حق جو میرے پاس آئے اور میں اس کو راستہ دکھاؤں“
شاہ عبداللہ شطاری نے جو پور میں اس سلسلہ کی بنیاد ڈالی اور وہیں اسے فروغ دیا۔ اس کے بعد ملک کے دوسرے
حصوں میں یہ سلسلہ پھیلا۔ اس سلسلہ کے مشہور مشائخ میں حافظ جو پوری، شیخ قاضی منیری اور محمد غوث گوالیاری ہیں
ان حضرات نے اس سلسلہ کو ہندوستان کے دیگر علاقوں میں پھیلا یا۔

دوران قیام جو پور سلطان ابراہیم شاہ شرقی اور شاہ عبداللہ کے درمیان کچھ بدگمانیاں پیدا ہو گئیں۔ سلطان ابراہیم
اگرچہ مشائخ اور علماء کی تعظیم کرتا تھا مگر وہ شاہ عبداللہ کے طرز تبلیغ، شاہانہ انداز اور مریدوں کے فوجی لباس میں ملبوس
ہونے کی وجہ سے متحیر بھی تھا اور خوفزدہ بھی سلطان کو خوف اس بات کا تھا کہ کہیں یہ لوگ سلطنت کے معاملہ میں دخل
نہ ہونے لگیں۔ اس لئے سلطان ابراہیم، شاہ عبداللہ کی خدمت میں حاضر ہو کر اس سلسلہ اور طرز تبلیغ سے متعلق کچھ
وضاحتیں دریافت کیں شاہ عبداللہ نے سلطان ابراہیم شاہ سے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ہر آدمی کو کسی نہ کسی کام کے لئے
پیدا کیا ہے آپ کے لئے بہتر یہی ہے کہ آپ سلطنت کے امور انجام دیں اسی میں خلأئق کی بہتری ہے۔ سلطان
ابراہیم، شاہ عبداللہ کی ان باتوں سے مطمئن نہیں ہوئے۔ دوسری طرف شاہ عبداللہ شطاری کو سلطان ابراہیم شاہ کے
بدلتے مزاج اور خفگی کا اندازہ ہو گیا تھا۔ اس لئے شاہ عبداللہ شطاری جو پور سے ہجرت کر کے مالوہ تشریف لے آئے
جہاں چتوڑ کے مقام پر سلطان غیاث الدین خلجی (۸۷۳ھ-۹۹۰ھ) سے ملاقات ہوئی، سلطان غیاث الدین
اس وقت چتوڑ کے قلعہ کا محاصرہ کئے ہوئے تھا۔

سلطان غیاث الدین خلجی ایک دیندار اور علماء نواز بادشاہ تھا۔ وہ علماء و مشائخ کی بڑی عزت کرتا تھا۔ اس لئے وہ شاہ
عبداللہ شطاری کے ساتھ بھی بڑی تعظیم سے پیش آیا۔ پھر اس نے آپ سے قلعہ کی فتحیابی کے لئے دعاء کی درخواست
کی۔ شاہ عبداللہ نے بارگاہ خداوندی میں دعاء کی اور قلعہ فتح ہو گیا جس کی وجہ سے سلطان غیاث الدین خلجی ان کا (شاہ
عبداللہ) کا گرویدہ ہو گیا۔ اس کے بعد غیاث الدین نے آپ سے مانڈو جانے کی درخواست کی۔ جس کو آپ نے
قبول فرمایا اور مانڈو تشریف لائے اور یہیں سکونت اختیار کر کے سلسلہ شطاریہ کو مزید فروغ دیا۔

سلطان غیاث الدین تادم حیات شاہ عبداللہ کی عزت و تکریم کرتا رہا۔ شاہ عبداللہ کو بھی ان سے عقیدت ہو گئی تھی۔ اس
لئے انہوں نے (شاہ عبداللہ) اپنی بیش بہا تصنیف لطائف غیبیہ سلطان غیاث الدین کے نام معنون کی۔

لطائف غیبیہ: یہ کتاب شطاری سلسلہ کے اوراد و وظائف اور اسلامی احکام پر مشتمل ہے اس کتاب کا کوئی نسخہ
 دستیاب نہیں ہو سکا صرف مصنف شاہان مالوہ نے اس کا ذکر کیا ہے۔

سالی ہو ترا:

یہ سنسکرت زبان میں لکھی گئی ایک اہم کتاب ہے جو علم حیوانات بالخصوص گھوڑے سے متعلق معلومات پر مبنی ہے۔ اس کتاب کا ترجمہ دنیا کی مختلف زبانوں میں ہو چکا ہے۔ فارسی زبان میں بھی اس کے ترجمے ہوئے ہیں۔ اس کا پہلا ترجمہ غالباً ۸۱۰/۱۴۰۷ء میں فارس نامہ/فرس نامہ کے نام سے کیا گیا ہے جس کے مترجم عبداللہ بن صفی ہیں۔ سلطان غیاث الدین بن محمود خلجی کے عہد (۸۷۳-۹۰۶ھ) میں اس کا ترجمہ فارسی زبان میں دربار کے کسی اسکالر نے کیا ہے۔ اس کتاب میں گھوڑے سے متعلق اہم معلومات موجود ہیں۔ مثلاً گھوڑے کی عمدہ نسل، اس کی دیکھ ریکھ، اس کا علاج خوراک اور اچھے۔ برے گھوڑے کی علامت و نشانی پر مفصل بحث کی گئی ہے۔ کتاب ۱۲ ابواب پر ہے ہر باب کو فصلوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔

کتاب کے مشمولات درج ذیل ہے۔

- ☆ دنیا کے مختلف نسلوں کے گھوڑے کے بارے میں
 - ☆ گھوڑے کے طریقہ انتخاب کے بارے میں
 - ☆ گھوڑے کی نقل و حرکت سے اس کی خوبی و خامی کا اندازہ ہونے کے بارے میں
 - ☆ گھوڑے کے رنگ کے بارے میں
 - ☆ گھوڑے کے اعضاء کے بارے میں
 - ☆ گھوڑے کی بیماریوں اور اس کے علاج کے بارے میں
 - ☆ گھوڑے کے فصد لگانے کے بارے میں
 - ☆ گھوڑے کی خوراک اور اس کے غذا کے بارے میں
 - ☆ گھوڑے کے زخم اور اسکے علاج کے بارے میں
 - ☆ گھوڑے کے دانت سے اس کی عمر کا اندازہ لگانے کے بارے میں
 - ☆ گھوڑے کے نشان اور داغ سے اس کے خوش نصیب اور بد نصیب ہونے کے بارے میں۔
- کتاب کا آغاز الحمد للہ رب العالمین..... سلطان غیاث الدین والدین..... الخ سے ہوتا ہے کتاب کا قلمی نسخہ برٹش میوزیم لائبریری میں موجود ہے۔

فن مصوری:

مالوہ کی آزاد سلطنت کا آغاز دلاور خاں غوری کی (۱۴۰۱ء) میں اعلان خود مختاری سے ہوتا ہے۔ دلاور خاں کے بعد اس کے جانشینوں میں ہوشنگ شاہ اور محمد شاہ غوری بادشا ہوئے۔ اس کے بعد مالوہ کی غوری سلطنت متزلزل ہو گئی اور محمود خلجی مالوہ کا سلطان بنا۔ محمود خلجی مالوہ کے غوری سلاطین کا پروردہ اور سپہ سالاروں میں سے تھا۔ یہیں سے خلجی سلطنت مالوہ کا آغاز ہوتا ہے۔

سلاطین مالوہ نے نہ صرف استحکام سلطنت کی طرف توجہ کیا۔ بلکہ زندگی کے دیگر شعبوں میں دلچسپی دکھائی اور علوم و فنون کو ترقی دینے کے ساتھ ساتھ فن تعمیر موسیقی اور مصوری کو بھی عروج عطا کیا۔

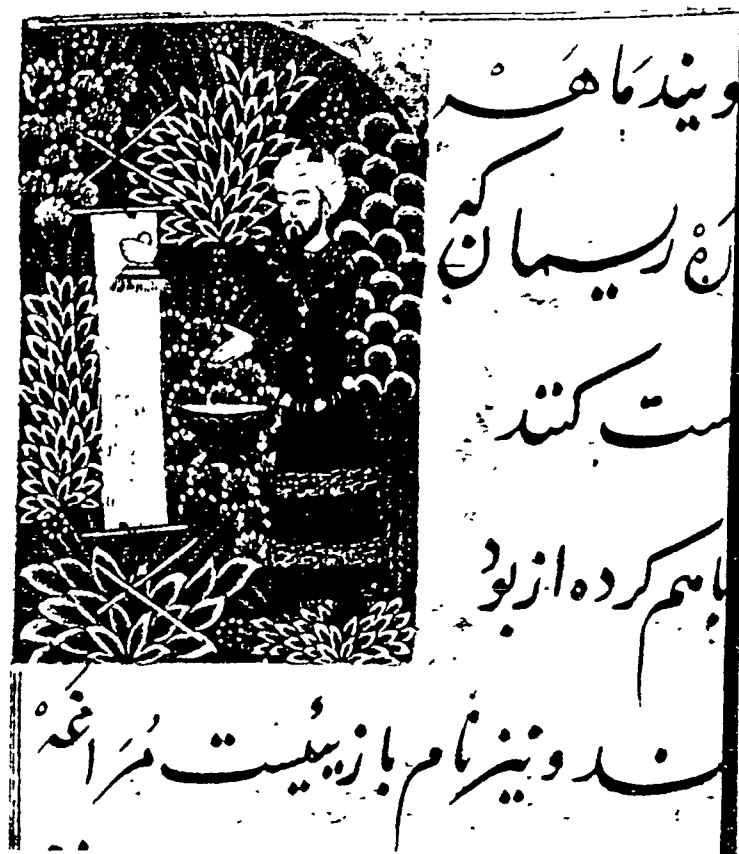
مالوہ میں فن مصوری کی بنیاد دراصل محمود خلجی کے عہد میں رکھی گئی تھی۔ محمود خلجی نے ۱۴۶۷ء میں ہرات سے مصور بلوا کر مالوہ میں فن مصوری کو فروغ دیا۔ ہرات کے مصوروں نے ایرانی مصور کی آمیزش سے ایک نئے طرز کی مصوری کو جنم دیا جو مالوہ مصوری کے نام سے مشہور ہوا۔

سلاطین مالوہ کے عہد میں بہت سی مشہور مصور کتابیں تیار ہوئیں جن میں نعمت نامہ ناصر شاہی، بوستان سعدی، مفتاح الفضل، داستان امیر حمزہ اور چین کلب سوتر اقبال ذکر ہیں۔

مفتاح الفضل :- مفتاح الفضل محمد بن داؤد علوی شادی آبادی کی فارسی فرہنگ ہے جس میں ہندوی الفاظ بھی استعمال کئے گئے ہیں۔ مؤلف کا تعلق ناصر الدین خلجی کے دربار سے تھا۔ یہ فرہنگ ۱۸۷۲ھ/۱۴۶۸ء میں لکھی گئی۔ مگر بعد میں (۱۴۹۰-۱۵۰۰ء) مانڈو میں اس کا مصور نسخہ تیار کیا گیا جس میں تقریباً ۷۹ تصویریں ہیں۔ اس کا نسخہ برٹش میوزیم لائبریری لندن میں موجود ہے۔ بطور نمونہ چند تصویریں پیش کی جاتی ہیں۔

نعمت نامہ ناصر شاہی :- یہ کتاب ناصر الدین کے عہد میں (۱۵۰۰ء-۱۵۱۰ء) میں مصور تیار کی گئی کتاب انواع و اقسام کے کھانے (dishes) اور اس کی تراکیب پر مشتمل ہے۔ کتاب کے اندر تقریباً ۵۰ تصویریں اس کتاب کا نسخہ انڈیا آفس لائبریری لندن (ms-۱۴۹) میں موجود ہے۔ بطور نمونہ چند تصویریں پیش کی جاتی ہیں۔

عکس مفتاح الفضل



(a)

129. A weaver at work. Folio from the *Maṭn al-Fazl* painted at Mandu. A.D. 1500-1510. British Museum, London.

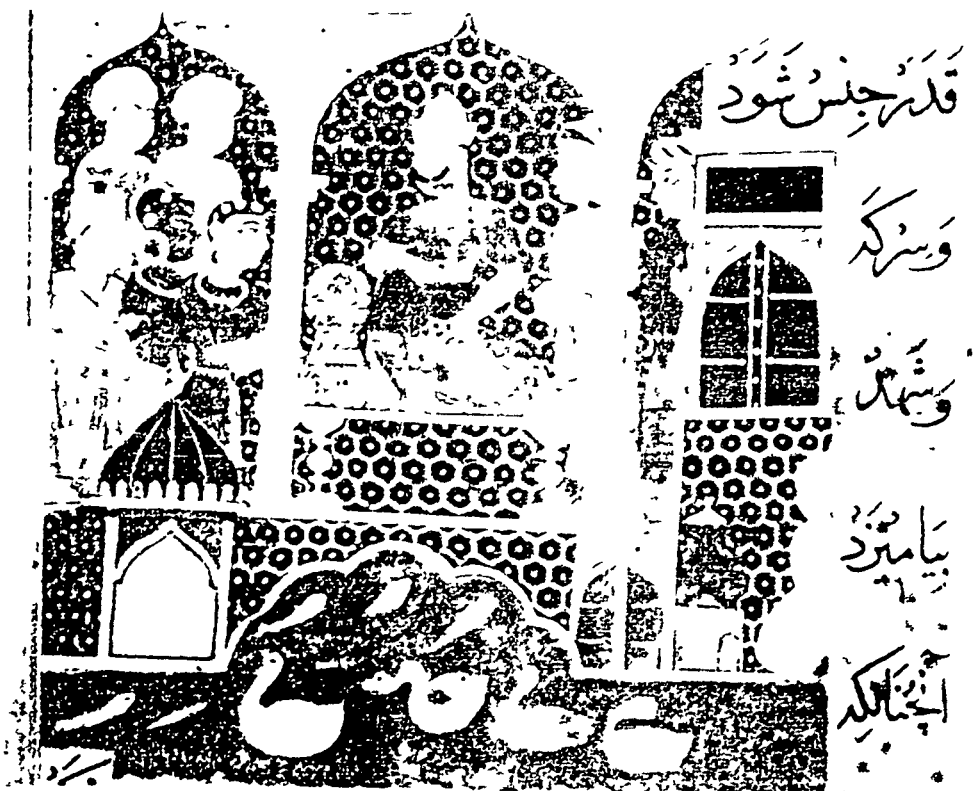


(b)

130. Ploughshare. From the same MS. as fig. 129.



133. Preparation of a mixture of benzoin and saffron. (The MS. is fig. 133.)



134. Preparation of a mixture of benzoin and saffron. (The MS. is fig. 134.)

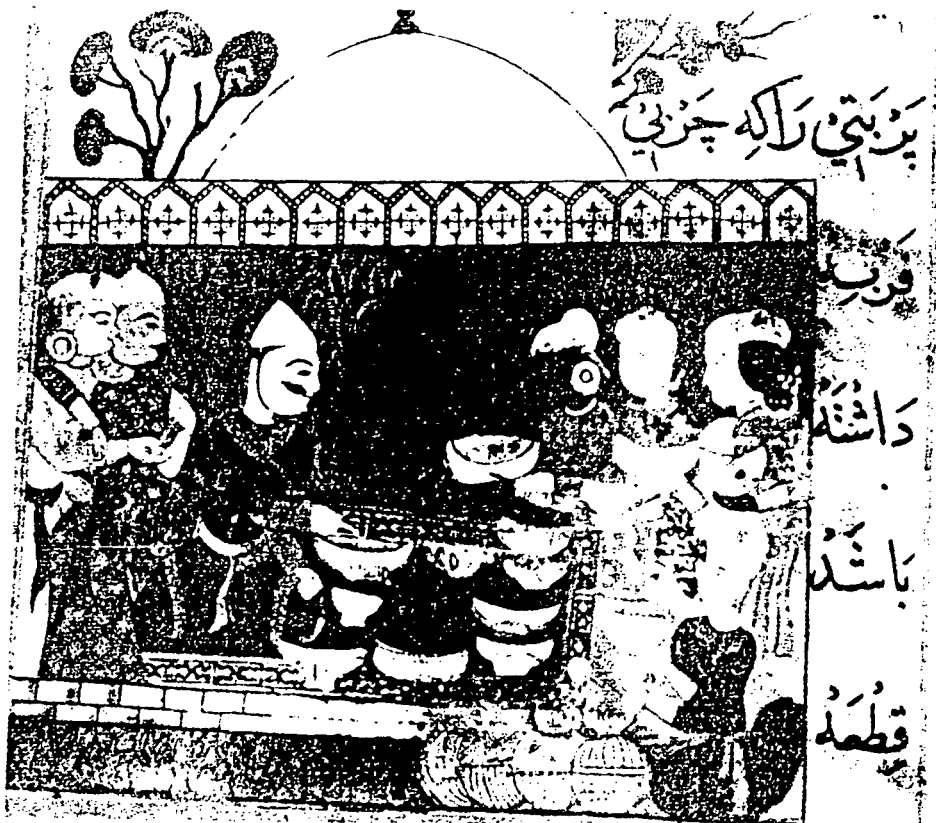


137. Miniature of a woman seated in a decorative frame, with a man standing to her right. From the same MS. as 136.



138. Miniature of a woman seated on a raised platform, with a man standing to her left. From the same MS. as 136.

عکس نحت نمک



135. Preparation of meat curries. Folio from the *Alf et al* - prepared at Maragha, A.D. 1500-1510, India Office Library, London.



136. Cooling and perfuming of food. Folio from the same MS. as fig. 135

عکس نصیحت نامہ



131. ³ Bureau of the U.S. Supreme Court, *John Henry Van Alen*, pp. 10-11. See also A.D. 1500-1510, Indian Office Library, 1-1, London.



132. The probability that a randomly selected person is a member of the U.S. House of Representatives is $\frac{1}{435}$.

عکس نعمت نامہ



Pl. 12 Method of preparing bread by mixing oil and flour. Folio from the *Nīmat Nāma* painted at Mandu. c. A.D. 1500-1510. India Office Library, London.

عکس نعمت نامہ



139. Medicinal value of *pān* (betel leaves), according to *Hārithi Śāstra*. Folio from the *Nāma* painted at Mandu, c. A.D. 1500-1510. India Office Library, London.

عکس نعمت نامہ



Pl. 11. Preparation and perfuming of sherbat. Folio from the *Nimat Nāma* painted at Mandu, c. A.D. 1500-1510. India Office Library, London.

داستان امیر حمزہ :- یہ امیر حمزہ بند عبدالمطلب کے عشقیہ داستانوں پر مشتمل کتاب ہے۔ اس کتاب کے مختلف نسخے بوڈلن لائبریری (no-۴۷۳) اور برٹش میوزیم لائبریری لندن میں پائے جاتے ہیں۔ داستانوں کی تعداد میں اختلاف ہے۔ زیر بحث کتاب ۵۸ داستانوں پر مشتمل ہے۔

اس کتاب کو سلطان ناصر الدین خلجی کے عہد میں مصور تیار کیا گیا اس میں ۱۸۹ تصویریں ہیں۔ اس کا نسخہ Tubingen Library w. Germany میں موجود ہے بطور نمونہ چند تصویریں پیش کی جاتی ہیں۔

بوستان سعدی :- بوستان، مشرف الدین سعدی کی ایک تمثیلی، اخلاقی مثنوی ہے۔ بوستان سعدی ناصر الدین خلجی کے عہد میں مصور تیار کی گئی۔ جس میں شاعر کے تمثیلات کو تصویروں کے ذریعہ واضح کیا گیا ہے اس میں کل ۴۳ تصویریں ہیں۔ اس کا نسخہ نیشنل لائبریری نئی دہلی (۴۸۰۶/۴) میں موجود ہے۔ بطور نمونہ چند تصویریں پیش کی جاتی ہیں۔



عکس در شان امیر حمزه [حمزه نام]



117. Hamza witnessing a dance performance. Folio from the *Hamza Nama*. Probably northern India. Late 17th cent. A.D. Sitzung Preussischer Kulturbesitz, Tübingen, West Germany.



118. A scene from the *Hamza Nama*. Folio from the *Hamza Nama*. Probably northern India. Late 17th cent. A.D. Sitzung Preussischer Kulturbesitz, Tübingen, West Germany.

عکس داستان امیر حمزه [حمزه نامی]



119. Khandaz, the demon, is slain, attacking Hamza, in the garden. Relief from the *Hamza Nama*. Probably northern India, late 17th-18th c. A.D. Stiftung Preussischer Kulturbesitz, Tübingen, West Germany.

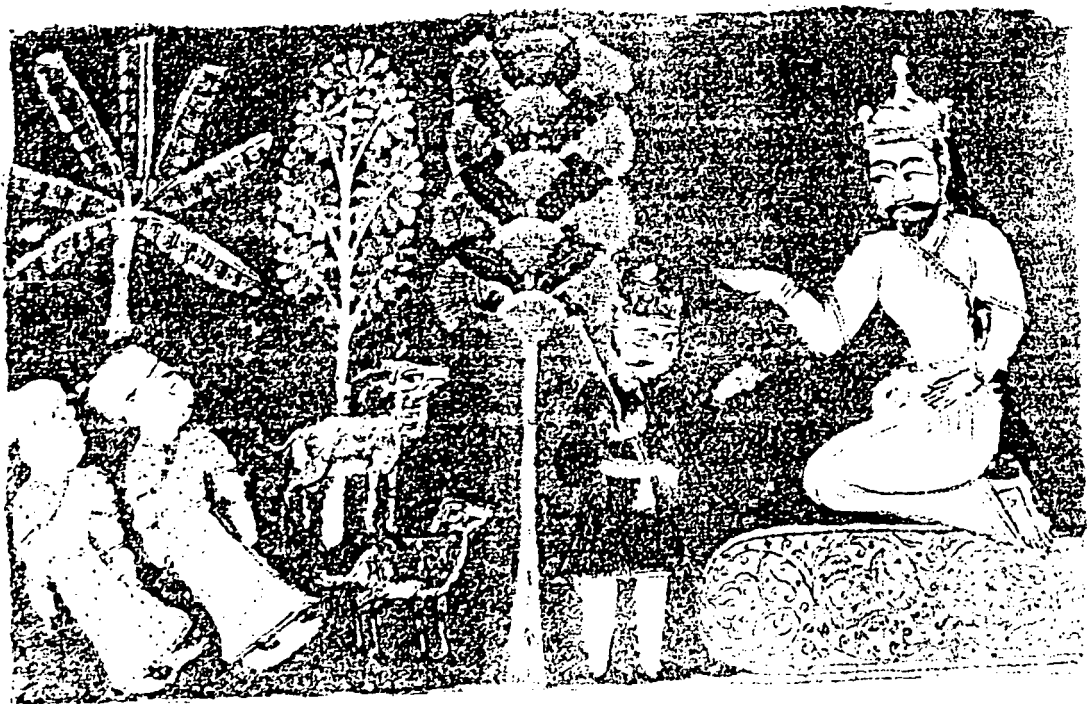


120. Hamza shooting an arrow. The scene of the relief is from the *Hamza Nama*. MS. no. 100, 101, 102, 103, 104, 105, 106, 107, 108, 109, 110, 111, 112, 113, 114, 115, 116, 117, 118, 119, 120, 121, 122, 123, 124, 125, 126, 127, 128, 129, 130, 131, 132, 133, 134, 135, 136, 137, 138, 139, 140, 141, 142, 143, 144, 145, 146, 147, 148, 149, 150, 151, 152, 153, 154, 155, 156, 157, 158, 159, 160, 161, 162, 163, 164, 165, 166, 167, 168, 169, 170, 171, 172, 173, 174, 175, 176, 177, 178, 179, 180, 181, 182, 183, 184, 185, 186, 187, 188, 189, 190, 191, 192, 193, 194, 195, 196, 197, 198, 199, 200, 201, 202, 203, 204, 205, 206, 207, 208, 209, 210, 211, 212, 213, 214, 215, 216, 217, 218, 219, 220, 221, 222, 223, 224, 225, 226, 227, 228, 229, 230, 231, 232, 233, 234, 235, 236, 237, 238, 239, 240, 241, 242, 243, 244, 245, 246, 247, 248, 249, 250, 251, 252, 253, 254, 255, 256, 257, 258, 259, 260, 261, 262, 263, 264, 265, 266, 267, 268, 269, 270, 271, 272, 273, 274, 275, 276, 277, 278, 279, 280, 281, 282, 283, 284, 285, 286, 287, 288, 289, 290, 291, 292, 293, 294, 295, 296, 297, 298, 299, 300, 301, 302, 303, 304, 305, 306, 307, 308, 309, 310, 311, 312, 313, 314, 315, 316, 317, 318, 319, 320, 321, 322, 323, 324, 325, 326, 327, 328, 329, 330, 331, 332, 333, 334, 335, 336, 337, 338, 339, 340, 341, 342, 343, 344, 345, 346, 347, 348, 349, 350, 351, 352, 353, 354, 355, 356, 357, 358, 359, 360, 361, 362, 363, 364, 365, 366, 367, 368, 369, 370, 371, 372, 373, 374, 375, 376, 377, 378, 379, 380, 381, 382, 383, 384, 385, 386, 387, 388, 389, 390, 391, 392, 393, 394, 395, 396, 397, 398, 399, 400, 401, 402, 403, 404, 405, 406, 407, 408, 409, 410, 411, 412, 413, 414, 415, 416, 417, 418, 419, 420, 421, 422, 423, 424, 425, 426, 427, 428, 429, 430, 431, 432, 433, 434, 435, 436, 437, 438, 439, 440, 441, 442, 443, 444, 445, 446, 447, 448, 449, 450, 451, 452, 453, 454, 455, 456, 457, 458, 459, 460, 461, 462, 463, 464, 465, 466, 467, 468, 469, 470, 471, 472, 473, 474, 475, 476, 477, 478, 479, 480, 481, 482, 483, 484, 485, 486, 487, 488, 489, 490, 491, 492, 493, 494, 495, 496, 497, 498, 499, 500, 501, 502, 503, 504, 505, 506, 507, 508, 509, 510, 511, 512, 513, 514, 515, 516, 517, 518, 519, 520, 521, 522, 523, 524, 525, 526, 527, 528, 529, 530, 531, 532, 533, 534, 535, 536, 537, 538, 539, 540, 541, 542, 543, 544, 545, 546, 547, 548, 549, 550, 551, 552, 553, 554, 555, 556, 557, 558, 559, 560, 561, 562, 563, 564, 565, 566, 567, 568, 569, 570, 571, 572, 573, 574, 575, 576, 577, 578, 579, 580, 581, 582, 583, 584, 585, 586, 587, 588, 589, 590, 591, 592, 593, 594, 595, 596, 597, 598, 599, 600, 601, 602, 603, 604, 605, 606, 607, 608, 609, 610, 611, 612, 613, 614, 615, 616, 617, 618, 619, 620, 621, 622, 623, 624, 625, 626, 627, 628, 629, 630, 631, 632, 633, 634, 635, 636, 637, 638, 639, 640, 641, 642, 643, 644, 645, 646, 647, 648, 649, 650, 651, 652, 653, 654, 655, 656, 657, 658, 659, 660, 661, 662, 663, 664, 665, 666, 667, 668, 669, 670, 671, 672, 673, 674, 675, 676, 677, 678, 679, 680, 681, 682, 683, 684, 685, 686, 687, 688, 689, 690, 691, 692, 693, 694, 695, 696, 697, 698, 699, 700, 701, 702, 703, 704, 705, 706, 707, 708, 709, 710, 711, 712, 713, 714, 715, 716, 717, 718, 719, 720, 721, 722, 723, 724, 725, 726, 727, 728, 729, 730, 731, 732, 733, 734, 735, 736, 737, 738, 739, 740, 741, 742, 743, 744, 745, 746, 747, 748, 749, 750, 751, 752, 753, 754, 755, 756, 757, 758, 759, 760, 761, 762, 763, 764, 765, 766, 767, 768, 769, 770, 771, 772, 773, 774, 775, 776, 777, 778, 779, 780, 781, 782, 783, 784, 785, 786, 787, 788, 789, 790, 791, 792, 793, 794, 795, 796, 797, 798, 799, 800, 801, 802, 803, 804, 805, 806, 807, 808, 809, 810, 811, 812, 813, 814, 815, 816, 817, 818, 819, 820, 821, 822, 823, 824, 825, 826, 827, 828, 829, 830, 831, 832, 833, 834, 835, 836, 837, 838, 839, 840, 841, 842, 843, 844, 845, 846, 847, 848, 849, 850, 851, 852, 853, 854, 855, 856, 857, 858, 859, 860, 861, 862, 863, 864, 865, 866, 867, 868, 869, 870, 871, 872, 873, 874, 875, 876, 877, 878, 879, 880, 881, 882, 883, 884, 885, 886, 887, 888, 889, 890, 891, 892, 893, 894, 895, 896, 897, 898, 899, 900, 901, 902, 903, 904, 905, 906, 907, 908, 909, 910, 911, 912, 913, 914, 915, 916, 917, 918, 919, 920, 921, 922, 923, 924, 925, 926, 927, 928, 929, 930, 931, 932, 933, 934, 935, 936, 937, 938, 939, 940, 941, 942, 943, 944, 945, 946, 947, 948, 949, 950, 951, 952, 953, 954, 955, 956, 957, 958, 959, 960, 961, 962, 963, 964, 965, 966, 967, 968, 969, 970, 971, 972, 973, 974, 975, 976, 977, 978, 979, 980, 981, 982, 983, 984, 985, 986, 987, 988, 989, 990, 991, 992, 993, 994, 995, 996, 997, 998, 999, 1000.

عکس در میان امیر حمزه . [حمزه نامه]



121. Meeting of Hamza and Asin Basafah in a garden. Folio from the *Hamza Nama*. Probably northern India. Late 15th cent. A.D. Sitzung Preussischer Kulturbesitz, Tübingen, West Germany.

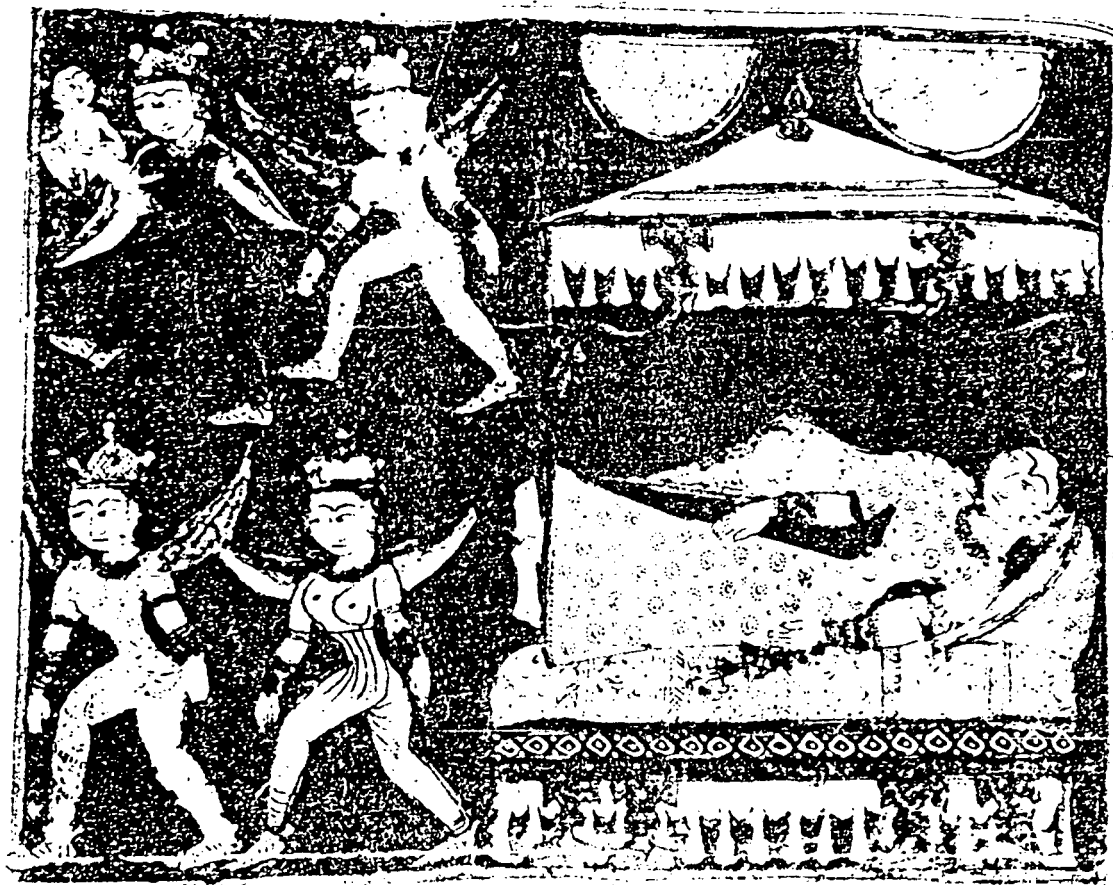


122. Hamza conversing with standards. From the same MS. as fig. 121.

عکس داستان امیر حمزه [حمزه نامہ]



123. Meeting of Hamza and Mehermgar. Folio from the *Hamza Nama*. Probably northern India, late 15th cent. A.D. Sitzung Preussischer Kulturbesitz, Tübingen, West Germany.



124. A lady resting in bed, surrounded by attendants. Folio from the same MS. as fig. 123.

عکس داستان امیر حمزه [حمزه نام]



125. Hamza meeting a learned man. Folio from the *Hamza Nama*. Probably northern India, late 15th cent. A.D. Stiftung Preussischer Kulturbesitz, Berlin, West Germany.



126. Hamza in a garden. From the same MS. as fig. 125.

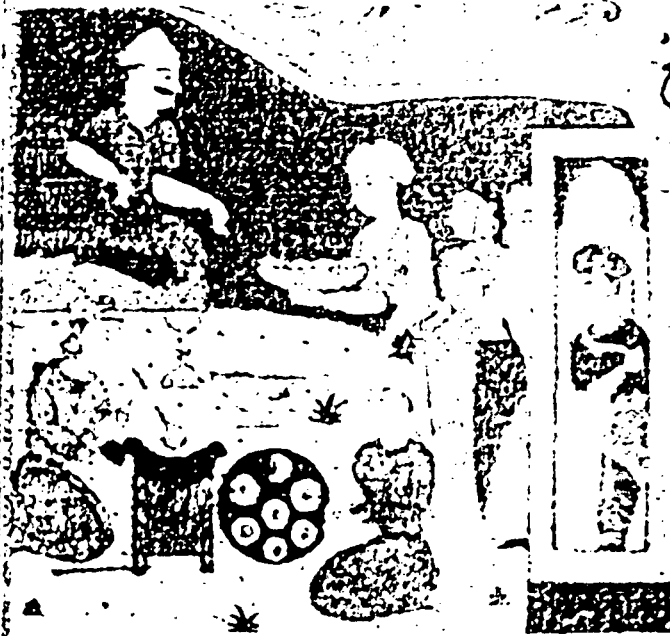
عکس مفتاح الفضلا -



کلبه دوکان خرد و حجره و گوشه خلوت کرین
 بقیع کانت ترسیدن کشته آسانی شیکه نان که ازجو

کلمن نعمت نام

جسین واردریج بندالو واردریج بندلای آردیجارو
 آردیخود و جاروئی منک واردریج بادام خرما واردریج شکر
 هندویش کزنجیریج بونی واردریج سونف



واردریج

کشید

قرقل

منک

پنج

لج سونف سوخته درتیل بندریمی سوخته تیلینده

تیل درمنک سوخته الایچی روضن کردگان

PLATE XII 41 f.83b. Preparation of sweets for the Sultan of Mandu.

عکس در میان امیر حمزه [حمزه نام]

بر کمرها نرزشانند طعام در آوردند خنجر زده بعد تناول خوانها بر کمرها
 ساقیان سیم ساق و مرقها، نرزشان و بلورین کسمین و قد حیا، نرزشکار در
 طلبها، سیمین در کمرها آوردند و مطربان خوش اواز چنگ و نای،
 و دف و دیبچه بنواختند و جوانان در هر قصه شادمان

میجای از چشم مردم نرزشان
 چشم ساقی بای احمر کمرقت



بر کمرها نرزشان را در نشکر فرستاد و گفت ای اردو به ایله بگویند
 نرزشکار، نو میزدان سیه خون بزیده و در سیه عرس سیه بزرگ او سیمین سوا نرزش

نظم

مالوہ کے خلجی حکمرانوں کے عہد میں جہاں فارسی نثر کو ترقی ملی وہیں دوسری طرف شاعری نے بھی فروغ پایا۔ گو کہ اس عہد کے بہت زیادہ شعراء اور ان کا کلام دستیاب نہیں ہو سکا۔ لیکن جو کچھ اشعار دستیاب ہوئے ہیں۔ وہ تاریخی اور ادبی لحاظ سے بڑی اہمیت کی حامل ہیں۔ اس عہد کی فارسی شاعری کے جو نمونے دستیاب ہوئے ہیں ان میں سے بیشتر کتبات پر کندہ قطعات اور متفرق اشعار کے علاوہ مثنوی عروۃ الوثقی کی شکل میں موجود ہیں۔ شہاب حکیم نے اپنی کتاب مآثر محمود شاہی^{۴۷} میں ایک مثنوی ”منہج سیر“ کا ذکر کیا ہے لیکن اس مثنوی کے کسی نسخہ کی موجودگی کا کہیں پتہ نہیں چل سکا۔

شہاب حکیم کا شمار مالوہ کے خلجی عہد کے نامور شعراء میں ہوتا تھا۔ ان کے اشعار مثنوی ”عروۃ الوثقی“ کے علاوہ مآثر محمود شاہی میں جستہ جستہ واقعات کے بیان کرنے کے دوران آئے ہیں جس سے ان کی شاعری پر روشنی پڑتی ہے۔

مثنوی عروۃ الوثقی :- یہ مثنوی ۸۵۹ھ میں تالیف ہوئی۔ اگرچہ اس مثنوی میں شاعر نے اپنا پورا نام کہیں بیان نہیں کیا ہے مگر قرآن سے پتہ چلتا ہے کہ یہ مثنوی شہاب حکیم ہی کی ہے۔ اس لئے کہ شاعر نے مثنوی میں جگہ بہ جگہ شہاب اور شہابی دونوں کو بطور تخلص استعمال کیا ہے۔

نظر فرمودہ و گشت ازدیدش شاد	شہابی راسبک کنج گراں دا د
بیاز مقدم میبوش بنواز	شہابی را و او را سربرافراز ۷۷
ز چنداں دادن از ہر جنس مالی	شہاب بدر باشد چون ہلالی ۷۸
شہابی ہر کرا عدلت سازش	دہد بخشدہ ہم عمری درازش

مندرجہ بالا اشعار کی روشنی میں کہا جاسکتا ہے کہ شہاب، شاعر کا نام یا جزو نام ہے اور اسی مناسبت سے شہابی تخلص اختیار کیا گیا ہے، دوسرے شاعر نے ایک محل کی تعمیر کا ذکر کرتے ہوئے اپنے فنِ حکمت کی طرف بھی اشارہ کیا ہے۔

دران حکمت سراکز من نشانیت بسی اعجوبھائی آسمانیت

اگر شہاب، شہابی، اور حکیم کو ایک ہی آدمی کا نام یا جزو نام تسلیم کر لیا جائے تو پھر اس مثنوی (عروۃ الوثقی) کو شہاب حکیم کی مثنوی ماننے میں کوئی قباحت نہیں ہونی چاہئے۔

مثنوی ”عروۃ الوثقی“ کی تاریخ تصنیف اور صاحب حکیم کی مالوہ آمد کی تاریخ سے ذہن میں ایک شبہ پیدا ہوتا ہے کہ مثنوی ”عروۃ الوثقی“ ۸۵۹ھ میں مکمل ہو چکی تھی اور شہاب حکیم کی مالوہ میں آمد ۸۷۲ھ میں ہوتی ہے تو مالوہ آنے سے ۱۳، ۱۲ سال پہلے اس کی نظم اور اس میں مالوہ کے بارے میں تفصیلات کس طرح ممکن ہے۔

مثنوی عروۃ الوثقی ایک اخلاقی مثنوی ہے۔ جو پند و نصائح نظام ملک و ملت، اوصاف حمیدہ، اور انجوبہ روزگار محلات کے ذکر پر مشتمل ہے۔ اس مثنوی کا ایک قلمی نسخہ پروفیسر حافظ محمود شیرانی کے ذاتی کتب خانہ میں موجود تھا۔ جو ان کی وفات کے بعد پنجاب یونیورسٹی لائبریری پاکستان میں منتقل کر دیا گیا ہے۔ پروفیسر محمود شیرانی نے اس مثنوی پر ایک ناقدانہ بحث بھی کی ہے۔

مثنوی عروۃ الوثقی ناقص الاول ہے۔ اس کے شروع کے چوالیس اوراق غائب ہیں۔ موجودہ اشعار کی کل تعداد تقریباً ساڑھے تین ہزار ہے۔ نیز یہ نسخہ مصنف کے عہد سے قریب کا لکھا ہوا معلوم ہوتا ہے۔ ۷۷۷ھ میں مثنوی عروۃ الوثقی بوستان سعدی کے طرز پر لکھی گئی ہے اور درج ذیل دس مقالات پر مشتمل ہے۔

مقالہ اول	:	در پیروی شرع	مقالہ دوم	:	در معدلت
مقالہ سوم	:	در ہشیار بودن در کار ہا	مقالہ چہارم	:	در رای و تدبیر
مقالہ پنجم	:	در وفای عہد و پیمان	مقالہ ششم	:	در شجاعت و دلاوری
مقالہ ہفتم	:	در جود و سخاوت	مقالہ ہشتم	:	در شرط تمکین و وقار
مقالہ نہم	:	در سیاست	مقالہ دہم	:	در غفوانہ

اس مثنوی کی خصوصیت یہ ہے کہ ہر مقالہ میں ایک ایک تاریخی حکایت بطور مثال پیش کی گئی ہے۔ مثنوی کا ابتدائی حصہ غائب ہے ممکن ہے کہ حمد و نعت پر مشتمل رہا ہو۔ البتہ خاتمہ سے مثنوی کا نام، تاریخ تالیف اور تعداد اشعار کا پتہ چلتا ہے۔

تن خاکیم چون باقی نمائد مرا زندہ شمارد ہر کہ خواند

اگر مطلوب ازو نام کتابست زغیب اش "عروة الوثقی" خطابست
 چه شبها کرده بایستم جگر خون که تا آمد زکان این لعل بیرون
 زتارخش هر آن کس راست مقصود زبجرت همصد و پنجاه و نه بود
 وگریک ره شماری بیت نامش (کذا) شماربیت شدخمس هزارش (کذا)
 یہاں پر مثنوی کے کچھ اشعار بطور نمونہ پیش کئے جاتے ہیں۔

صفتِ عمارت از دیوان العمل است

برون این عمارت کردہ استاد محلی بہر آب و آتش و باد
 بوضعی کش مهندس ساز کردست سہ دربر ہر سہ عنصر باز کردست
 بیک جاد ادا کانونی عجب ساز وزو کردست در ہر سو دری باز
 اگرچہ آتش کند دروی بہر ماہ ولی گرمی رسد دایم ازان راہ
 بہر جای کز آتش گرم باید حرارت می رسد چندانکہ شاید
 دگر جا کردہ برجی را بفرہنگ برای باد خانہ از گچ و سنگ
 بقدر پست گز بالای دیوار مربع خانہ کردست معمار
 درو جز چار در نبود زیادت کہ دروی می بزد بادی بعات
 بود در ہر دری رازی نہانی کہ کرد استاد راز از کار دانی
 چوبکشای دری جملہ شود باز یکی بندی ہمہ بستن کند ساز
 بسی انبویہا زین باد خانہ بحکمت کرد ہر جانب روانہ
 زہر جانب کہ باد آید بہ تقدیر بگیرد باد را آن در بہ تدبیر
 دران درہا شود چون باد را راہ در انبویہ در آید باد آن کاہ
 بہ تدبیری کہ مخفی کرد استاد رسد جائی کہ باشد حاجت باد
 سلیمان نیست لیکن چون سلیمان بود پیوستہ بادش زیر فرمان

دگر جایی دو حوض از سنگ کردست یکی بکشاده دیگر تنگ کردست
 بود بردائما حوض کلان آب وزو در حوض خورد آید روان آب
 بود در حوض خورد انبویه بسیار که آب ازوی رسد هر جابه مقدار
 چو آب و باد و آتش شد روانه نباشد عالمی جز این سه گانه
 اگرچه هر طرف بے حکمتی نیست بجز تمزج عنصر علتی نیست
 چنان این راز را پوشیده کردست که جز حیرت نیاید یچ در دست
 اگر خواهی که دانی سر این راز بگویم یک بیک باختت باز
 صفت طاسی و نیلوفری که طاس نیلوفر از رشک او سرگردانست

نخستین صفه کو سوی شرقست که عقل از صنعتش درخویش غرقست
 رواق بس عجب کز طاق گردون بخوبی و متانت باشد افزون
 طلسمی بس عجائب ساز دارد زمان را در زمین در باز دار
 به دیوار صفه طاقست بس خورد که نتواند خرد ره سوی او برد
 رخ آن طاق بر بستست هموار درون طاق صحنی نا پدیدار
 برون طاق صندوقست از مس که از خویش واله می شود حس
 مشبک کرده صندوقش بفرهنگ که بنماید درویش از زحمت تنگ
 زر و گوهر بهم ترکیب کردست وزو نیلوفری ترتیب کردست
 دران صندوق می دارد نهانش چو غنچه بسته می باشد دهانش
 اگر مقدار طاسی بگذرد روز بفریاد آید از صبح دل افروز
 طنین طاس آن صبح فلک ساز بود باطاس گردون چون هم آواز
 برون آید ازان صندوق آنگاه گل نیلوفری بشگفته چون ماه
 بدان رو تازگی ماندن زمانی دهد از طاس بگذشته زبانی

دران صندوق باز آید بعد ناز چو در صندوق سینه جان دمساز
 ازینها هر کسی گیرد قیاسی که بگذشت از زمان مقدار طاسی
 همیشه روز و شب آن صبح و آن گل شود بشگفته وان دیگر بغلغل
 گرت باشد خرد باور بداری که اینجا نیست مطلق دست کاری
 طلسماتی که می گردد هویدا ز تاثیر عناصر گشت پیدا
 صفت صندوق هشت در که هشت در بهشت بروی هر درش کشاده است

دران صفت که رویش در شمالست بود طاقی که مانندش محالست
 نه طاقی بلکه صندوقی مضمت که دروی هشت در باشد چو جنت
 ولیکن جمله درهای نخسته بود برروی هر نااهل بسته
 چو آن نیلوفر و صبح خوش آواز دهند از طاق بگذشته خبر باز
 ازان صندوق پیشانی کشاده شود یک در بآسانی کشاده
 بهر مقدار طاسی کز زمان رفت یگان در می کشاید تا شود هفت
 نماید طاس هفتم را چو مقدار همه درها شود بسته بیک بار
 برینسان باز یک یک میکشاید چو طاس هشتمی را آخر آید
 شود هر هشت در بر بسته دیگر نخستین طاس دیگر باز از سر
 یگان در بار دیگر می کشاید چنین تا باز طاس هفتم آید
 چو طاس هفتمی آهسته گردد همیس درها بیکره بسته گردد
 کند چون بار دیگر صبح آواز بھر طاسی یگان در می شود باز
 چو طاس هشتم آرد رو بانجام شود بر بسته درها باز در شام
 بدین ترتیب شب تا روز روشن کشاید چار نوبت در بدان فن
 درین هم دست کس را نیست مدخل بدان آن گل و آن صبح اول

صفت طاقی که دروخت و چتریست که خسرو تخت نشین طاق سپهر در زیر سایه اوست

بود در صفه غربی یکی طاق که نبود مثل او دیگر در آفاق
 رخ آن طاق را از سنگ مرمر مشک کرده بر بست است یکسر
 درون طاق طاسی را بترتیب زارزیز وزمس کردست ترکیب
 زده تختی به پیش طاق سنگین بروی تخت چتری کرده رنگین
 بود در روز چتر شادی اندوز بسان آفتاب عالم افروز
 چو در طاس شمالی در ز آغاز کشاید یک یک و بندد همه باز
 درین طاق فخته از پی پاس بر آید سی صد و ششت (کذا) نغمه از طاس
 بر آید چتر و زه گردد بهمگین کشاید هر کسی لب را به تحسین
 باوازی که بر خیزد ازان طاس شود معلوم هر کس را که شد پاس
 بداند بر حساب آن را که دست است که طاس روز و شب همواره شست است
 کنند از این عدد بر هشت قسمت بود پاس حقیقی نزد حکمت
 شناسد هر کرا ذهن سلیم است که یک پاس حقیقی هفت نیم است
 محاسب چون بکسر او نظر کرد حساب پاس را نوع دگر کرد
 چو هفت و نیم آمد حصه پاس دو پاس البته باشد پانزده طاس
 نخستین پاس کرد از هفت تدبیر دوم را هشت پاس آمد به تقدیر
 سیم را نیز حصه هفت فرمود چهارم کرد باز از هشت موجود
 همیشه چار پاس هفت طاس است دگر کان هشت باشد چار پاس است
 چوشت آمد همه پاس دل افروز بود سی در شب سی پاس در روز
 بهر طاسی که آرد صبح آواز بر آید آن گل وسازد دهن باز
 یکی در نیز ازان در با کشاید به بندد چونکه وقت پاس آید

بروز و شب برآید بانگ ازان طاس بخوبی هشت نوبت از پی پاس
 همیشه صبح و طاس و در کند کار که ناید هیچ تغییری پیدار
 بخدمت این سه باهم یار باشند همیشه روز و شب در کار باشند
 درین چتر و درین طاس نواسخ که دانا اندرو برده بسی رنج
 نباشد حاجت آن سان به تقدیر که سازد از عمل از دست تدبیر
 صفت خروسی که وقت نماز گلبانگ برکشد و گوش خروس عرش را برکشاید

بود در گنبد شرق شمالی طلسمی پرهنر وز عیب خالی
 بود طاقی دران جای کشاده درو یک پنجره از زر نهاده
 نهاده هه بالای پنجر که باشد بر سرش طاوسی از زر
 خروسی در درون پنجره هست ستاده چون خروس عرش پیوست
 خروسی کو تنی از چوب دارد ولیکن نغمه بس خوب دارد
 خروس عرش چون بر دارد آواز همان نغمه خروس اینجا کند ساز
 خروسی نی بتی کردست استاد که وقت هر نماز آید بفریاد
 اگر بت مرد را از دین بر آرد نگر این بت که راه دین سپارد
 چو صبح صادق از جیب افق سر بدون آرد شود عالم متور
 ببانگ آید چو مرغی مرغ چوین که تا طاعت کند مرد نکو بین
 وگر ظل خور از مقیاس علمت شود از سایه اصلی زیادت
 در آید اول ظهر ای خردمند زند آن مرغ زرین نعره چند
 چو از مثلین ظل را بگذر کار شود گویا خروس نغز گفتار
 چو در جیب افق خور سرفرو برد چراغ دیده شمشایان مرد
 بود هنگام شام آن دم به تمیز بر آرد مرغ زیرک نغمه تیز

عشا باشد شفق چون شد مستر برآرد مرغ چوین بانگ دیگر
 کند هرگه که مرغ زیرک آواز همان طاؤس پر ها را کند باز
 دران آواز میدانی چه راز ست که داند هر کسی وقت نماز است
 بهر وقت نماز آن مرغ عابد نهد رو بر زمین چون مرد ساجد
 برین هم هیچکس را دسترس نیست بغیر از آب و آتش کار کس نیست
 زهی حکمت شناس سیمیا ساز که هر دم آورد چوبی در آواز
 صفت صندوقی که چون صندوق سینه محل واردات اسرار غیب است

بغربی و شمالی گنبد ای یار طلسمی بس عجب آمد پدیدار
 درون حجره صندوقی بکار ست که در هاش از دورسته بست و چارست
 مهندس گرچه در کرده دو رسته ولیکن جمله در باست بسته
 بود در صدر صندوق یگانه دو تخته هر یکی سی در و خانه
 بهر یک خانه اش دانا به تدبیر یگان اسماء حسنی کرد تکمیر
 بود بر راست اسماء جمالی بدیگر سوی اسماء جلالی
 نوشته زیر هر اسمی به تمیز ز نیتها بطن نیتی نیز
 بهر کاری که رو دارد عزیزی و یا دارد کسی حاجت به چیزی
 بیاید پیش آن صندوق فرخ کند بر قبله حاجات خود رخ
 نظر بر خانها اندازد از دور که تابند سوال خویش مسطور
 چو از یک خانه سازد مشکل خویش نگهدارد چوایمان در دل خویش
 بصدق نیت و اخلاص هدم توجه آورد بر اسم اعظم
 بر آن همت نهد بر عالم غیب چه رو بنماید از درگاه لاریب
 ازان درها شود ناگه یکی باز شود پیدا ازان در جمله راز

برآید تخته چون لوح محفوظ که تاسا کل شود زان لوح محفوظ
 چو زان در فحیاب خویش یابد ازان تخته جواب خویش یابد
 شود آن رسم و آن نیت نمودار کند از نفع و ضرر آن خبردار
 زیک در چون که بر خواند جوابی پدید آید زغیبش فتح بابی
 زهی دانا که صندوق چنان کرد که علم غیب ازو حاصل توان کرد
 صفت گلنسی که گلهای چمن بهشت از ورنگ و بو گیرند و بلبلان باغ جنت از مرغانش نغمه پذیرند
 بود در گنبد غربی جنوبی درخت بارور چون شاخ طوبی
 بروی کرسی ای از سنگ مرمر بود برپا ستاده آن صنوبر
 بزیبائی نهال سرو قامت نهد بر سدره و طوبی غرامت
 تنش از سیم و برگ و بارش از زر مرصع کرده سر تاسر بگوهر
 زهر نوعی بر او گلهای رنگین بزیبائی همه در خور تحسین
 نشسته بر سرش طاووس از زر چو طاووس بهشتی خوب منظر
 به جلوه بال و پر از هم کشاده جوان طاووس ز از شوق ماده
 بهر شاختی بود مرغان دمساز بر سبزی چو طوطی خوش آواز
 ازان گلهای بشگفته فراوان فرو می آید آبی همچو باران
 چو در باریدن آید شاخ پر بار چو هنگام بهاران ابر در بار
 همه مرغان به رقص آیند یکسر ولیکن رقص هر یک نوع دیگر
 که اندر سایه آن سرو آزاد شگفته جان نیلوفر بود شاد
 درون هر یکی باشد بصد ناز ستاده صورتی همچون بط و قاز
 بهنگام عمل بی عیب و بی نقص به نوبت هر یکی باشند در رقص
 بخیزد زان گل و زان مرغ باران چو خیزد زابر بهمن در بهاران

دگر کردست دانای خردمند درین گنبد بدانش حکمتی چند
 بقرب پنج گز بالای دیوار که آن را پای گنبد خواند معمار
 بود بر چار حدش چار کرسی بگویم با تو شرحش گر پرسی
 بروی هر یکی صندوق از سنگ مرتب کرده استادش بفرهنگ
 بود بالای هر صندوق سنگین دوگان صورت همه زیبا درنگین
 ولیکن هر یکی از چوب باشد که در پا کوفتن مرغوب باشد
 درین گنبد بود هم طاقی خرد که گوی از طاق نه گنبد بدر برد
 نهالی در درون طاق خوردست که از خورشید وزمه دست بردست
 پس این طاق صندوقست دیگر دران صندوق پنهان صحنی از زر
 بهرم کان نهال طوبی آثار بسان ابر نیسان گشت دُر بار
 بر آرد صخ آوازی ز صندوق رساند نغمه را در گوش عیوق
 همان صورت که باهم رای دارند بدان صندوق سنگین جای دارند
 بسان دلبران در جلوه آیند دگر گون هر یکی رقص نمایند
 برقص و نغمه گرچه یار باشند بنوبت هر یکی درکار باشند
 گهی این رقص و گه آن نغمه آرد گهی زین مرغ و گه زان نخل بارد

صفت حمای که در و خادمه قایم بخد مت کمر بسته دایم اند

بین در گنبد شرقی جنوبی که رضوان زو کند دریوزه خوبی
 ازان گنبد که چون حمام گرمست بهشت عدن از سردی بشرمست
 بود دیوار آن گنبد گج و سنگ که بتا راست کردتش بفرهنگ
 بقدر چار گز بالای دیوار مهندس کرده نیرنگی نمودار
 بران بالا کنیزک پیکری هست که باشد دایمش افتابه بر دست

بود پیوسته آن تمثال قائم دران افتابه باشد آب دائم
 بود انبویه افتابه هموار کشاده آب ازو باشد پدیدار
 زافتابه نمی ریزد گهی آب مگر آن دم که شه جوید ازو آب
 دری پایان آن دیوار باشد که آن در محکم و مسمار باشد
 درون در یکی حجره نهانست درو از حکمت یونان نشانست
 دران حجره کنیزی هست پرفن بدتش امله پر باظرف روغن
 زچوبست آن کنیزخوب رخسار کزو آید چنین حکمت پدیدار
 برون در نهاده کرسی خوب زسنگ مرمر آن کرسی به از چوب
 چووقت غسل فرمودن شهنشاه نشیند برسر کرسی یکی جاه
 به تقدیر خدا آن در شود باز همان صورت برآید باصد اعزاز
 دهد آن ظرف روغن از سررای نجای که باشد پیش برپای
 چوبدهد آمله خود باز گردد بدان خلوت سرا دمساز گردد
 چو وقت آید که ریزد آب برسر اشارت گر کند شه سوی پیکر
 فرود آید ازان افتابه آبی که نی آهسته باشد نی شتابی
 اگر گوید شه آب گرم باید فرستد آنچنان آبی که شاید
 وگر سردی بود از آب دلخواه فرودآید ازان انبویه ناگاه
 وگر شه معتدل آب آرزو کرد دهد آبی همی نی گرم نی سرد
 وگر دیگر نباشد حاجت آب بگوید شه برای آب مشتاب
 اگرچه نایره باشد کشاده شود از نایره آب ایستاده
 فلک هرچند دارد دیدها باز کجا دیدست شاهی گو بدین ساز
 نفاذ امر او را بی درنگی کمر بر بسته باشد چوب و سنگی

زهی فرمان دهی کز ناگزیری جمادش می کند فرمان پذیری
صفتِ رواق و پاشیمی که نه رواق فلک شیب پا دارد

چو فارغ شد ز کار یک محل دل بترتیب دوم جا گشت مائل
نمود اندیشه از راه فرهنگ که پیدا شد چنین فرخنده نیرنگ
عمل داران کمر بستند در کار هنر با یک یک کردند اظهار
نخستین مرتفع صحنی کشادند که بر صحن جنان ترجیح دادند
یکی صفه بر آن صحن دل آرای چو کاخ آسمان کردند بر پای
نهاد بر صفه پاشیمی الحق که بتوان رفت ازو بر چرخ ازرق
چه پاشیمی که پایش چرخ سایت به شیمی چرخ و چرخش شیب پایست
زهی پاشیب کز بس استواری محبره زیر پاش افتد بخواری
بران صحن صفه کردند بر پای رواقی کز بلندی شد فلک سایی
برآمد چار سولیش چار منبوق که هر یک میل زد در چشم عیوق
جنان منبوقها سر بر فلک برد که چرخ کوز را شد پشت خم خورد
درخت سدره را تنشیر کردند بصورت جنتی تدبیر کردند
گلش از چشمه حیوان سرشت است ز نورش خیره چشم آفتابست
ز مینایش دل مینو خرابست گر اقلیدس به بند نقش بندیش
کند تعویذ جان از ارجمندیش جمل از رفعتش فیروزه طارم
ارم از نزهتش در خویشتن گم جهاں چون دید از رفعت عروجش
همی خواند زجان ذات البرودش سر منبوق تیر چرخ سایش
فلک را آنچنان در شد پایش که گر نی بر ستونش تکیه می کرد

صفت مسند و چتری که چون اورنگ جمشید و چتر خورشید بارونق و بهاست و نعت دو بهیکل که
چون دو پیکر بمروحه برپاست

درون آن رواق چرخ بنیاد چو تختی مسندی بنهاد استاد
نه مسند کو فره از تخت جم بود که تخت جم ازو صد پایه کم بود
دگر نزدیک او چتری مهیاست که پنهانست دایم گرچه پیداست
ز چرخ اطلس است آن چتر اطلس که دارد زیر سایه چرخ اطلس
بخوبی باشد آن چتر زر اندوز مکتل چون سپهر عالم افروز
نگویم تخت شه تخت سلیمانست که باد هرزه گردش زیر فرمانست
بود بر هردو بازو بهیکل خوب مهیا کرده شخصش از مس و چوب
دو جانب چون دو خادم ایستاده کمر در بسته و بازو کشاده
بدست آن یکی رومال زر دوز بکف این را نگس رانی دل افروز
چو خسرو بر سر پاشیب آید زجان آن چتر زر جنبش نماید
بمقداری که شاه از راه تحریک شود برمسند فرخنده نزدیک
برفعت سر کشد چتر معلّا چو سروی نوجوان و راست بالا
بدینسان چتر چون از جا برآید بقدر چار گز بالا برآید
چو بر مسند نشیند شه باعزاز شود زه چتر بکشاید زهم باز
بماند چتر پیشانی کشاده چو دولت بر سر شاه ایستاده
بنوبت هر دو خادم نیز دلشاد که این راند نگس گاه آن کند باد
چو (شه) بنشسته ماند ساعتی چند پدید آید ز نونو حکمتی چند
وگر شه باز گردد بادل شاد نهد چتر سریر باد خود باد
فرود آید بجای خود شتابان شود دیگر ره از هر دیده پنهان

همان تمثالها بیکار مانند ز دوری شهنشه خوار مانند
چو دیگر بار شاهنشاه آید همان نیرنگها دیگر نماید
صفت حجره که چون جله عروسان هر زمان عروسی بنوعی دیگر در جلوه آرد

بدیوار رواق آسمان رنگ حکمت کرده دانا حجره چند
دری در پیش آن حجره نهاده که بر بستنی آن در کشاده
دری خردست در معنی کلانست درو از حکمت یونان نشانست
دری کورا هزاران فتح بابست تمام خلق ازان در فتح یابست
دری کش فتح باب از حد فزونست نمی دانم که دایم بسته چو نیست
چو مسند شد زپای شه سرافراز دری دولت بروی شه شود باز
چو در بکشاده شد از بخت بیدار دران حجره شود بخشی پدیدار
برقاصی ز هر سو دلبری مست عطارد دیده ودل داده از دست
مجیره عالمی پر شور کرده بسیلی چشم بد را کور کرده
زیک (سو) بانگ نای و نغمه چنگ برآورده زیک سو دُنبَل آهنگ
چو آن رامش گران زهره دیدار ز کار خویشتن گردند بی کار
در آن حجره ناگه بسته گردد وزان مجلس نظر بکسته گردد
بقرب ربع طاسی چونک بگذشت شود بکشاده در مجلس دگر گشت
شود هنگامه ناگاه پیدا دران هنگامه برپا یک دو برنا
دو کشتی گیر باشد روی در روی گرفته یک دگر را موی در موی
گه این حمله برو چون شیر آرد گه آن چون روبهش در زیر آرد
در فرخاش را بکشاده دایم دران هنگام سال و ماه قائم
چو آن هر دو جوان هنگام بازی بتنگ آیند ازان هنگام سازی

دگر ره بسته گردد در بیک بار شود از دیده پنهان آن نمودار
 درنگ افتد جو دیگر ره زمانی کشاده گردد آن در ناگهانی
 پدید آید فضای شاد و خندان درو شیری و پیل تیز دندان
 فرود آورد شیر از قوت خویش تـ چنگال پیل کینه اندیش
 درو پیچیده پیل سخت خرطوم به نرمی گشته شیرش شیری از موم
 بقصد یک دگر در کینه سازی نموده هم بخون خویش بازی
 گه آن گیرد تنش در زیر پنجه گه این سازش بخرطوش شکنجه
 گهی کان پیل مست کار زاری جدا گردد ازان شیر شکاری
 به بند ناگهان آن در دگر باز شود غائب ز دیدن آن همه ساز
 ازین بستن زمانی چون برآید بدولت در بروی شه کشاید
 پدید آید درو درگاهی از دور که باشد خاک آن در بیت معمور
 دران درگاه و ایوان کشاده ستاده چتری و تختی نهاده
 فراز مسند و تخت سر افراز نشسته پادشاهی با صد اعزاز
 سران ازهر دو رخ استاده بر پای دلیران از دو سو گشته صف آرای
 دو بازو غرق در آهن مراکب مراتب را در افزوده مراتب
 بخدمت هر طرف پیلان جنگی بر سختی همه چون کوه سنگی
 دران موقف بقدر تیر پرتاب ستاده دست بسته پیش حجاب
 چو بار عام بنماید به تدبیر شود بر بسته در دیگر به تقدیر
 چو ماند آنچنان بسته زمانی کند قصد کشادان ناگهانی
 چو بکشاده شود آید پدیدار شکارستانی و نخچیر بسیار
 سگ و آهو بهم در حیلـه سازی گوزن و شیر در روباه بازی

هزاران گور گوران کنده از چنگ فراخی بردل ایشان شده تنگ
 سگان را دیده روبه خواب خرگوش وزان شیر ثیان را سینه در جوش
 پلنگ سرفراز از کینه سازی بکوته پای کند دست درازی
 ازان نخچیر که چون چشم شد شاد دگر ره بسته شد آن در ز بنیاد
 پس از یک لحظه دیگر در کشاید دگر گون سییای نو نماید
 شود پیدا سپاهی صف کشیده بمردی تنغ با از کف کشیده
 در آهمن غرقه گشته از دو جانب ز فرق مرد تا سم مراکب
 ستوران مبارز از کمین گاه در آورده بجولان روی در راه
 زشت مرد ناوک کرده پرواز به پیکان دیده دوزی کرده آغاز
 کمین کرده کمند پیچ خورده کمر گاه عدو را هیچ کرده
 خدنگ تیز پر در سینه سوزی گران سر گرز در آتش فروزی
 دلیران تنغ هندی بر کشیده بسرها خط بطلان در کشیده
 چو بنماید بدین نهجار لشکر شود بر بسته دیگر بار آن در
 بدین سان هر زمانی در شود باز دهد برنوع دیگر مخفی ساز
 بدولت چونک شاه مسند آرای بعزم خاستن برخیزد از جای
 فرود آید بهم چتری که زه بود ز قدر نه فلک قدرش فره بود
 مجالس را شود در باز بسته دو خادم هم شوند از کار رسته
 همان خادم و شان خوب دیدار شوند از باد کردن نیز بیکار
 صفت جامی که چون جام جمشید طرب افزای و چون آئینه خورشید جهان نمایست
 بهین هم در رواق آسمان سا طلسمی مختفی نیرنگ پیدا
 مهندس کرده از نیرنگ سازی بازوی شمالی طاس بازی

نه طاسی بلکه جای شربت آمیز کزو آید مزاجی رغبت انگیز
 بود طاقی مربع زو کشاده درون طاق کرسی نهاده
 دری بر روی آن طاقست هموار مشبک کرده استادش بهنجار
 مثنی کرسی خوب و منقش بصورت جانفزا وز شکل دلکش
 بود بالای آن کرسی همان جام ز زر پخته نی از نقره خام
 برای طپیت و تفریح خاطر عجایب حکمتی کردست ظاهر
 ز شربت پُر بود آن جام جمشید ولی نبود ازو نوشیدن امید
 چنان محکم بود بر کرسی آن جام که یک پا رست گوئی هر دو مادام
 چو شه خواهد که طپیت ساز گردد بشخصی هم نفس همراز گردد
 به خوش خوئی بفرماید کزان جام بنوشد جرعه داری شربت خام
 چو شخص تشنه لب بر جام آرد که تا زان شربتی در کام آرد
 چه بیند جامی از شربت تهی ساز ز حسرت واپس افتاده دهن باز
 چو لب از جام بردارد بنا کام پر از شربت بود بار دگر جام
 چو بیند پر قدح از شربت ناب دلش از حرص افتد در تگ و تاب
 دگر ره چون برد لب جانب جام ازان شربت نیاید هیچ در کام
 چنان مخفی شود شربت ز چشمش که آتش در درون افتد ز خشمش
 چو تشنه از قدح دوری گزیند قدح را پر ز شربت باز بیند
 بقصد شربت از صد ره کند رای بجز حسرت نه بیند هیچ بر جای
 اگر چه قصد نوشیدن کند کس ازان شربت همین حسرت خورد بس

صفت صندوقی که بی زبان از علم رمل سخن گوید

درین زیبا رواق آسمان دش مهندس کرده صندوقی منقش

زبس حکمت کند عاقل توهم که در وی هست صندوق فلک گم
ز سر تا پا دران صندوق زیبا نگردد چشم و دل سیر از تماشا
دران صندوق استاد خرد مند ز علم رمل بکشاده دری چند
دو رسته کرده در استاد دانا که گردد هر نهان زو آشکارا
بران رخ کاندرو اشکال فردست بصنعت صانعش در هشت کردست
وزان سوئی که زوج آمد شمارش چو جنت هشت در باشد بکارش
نوشته بر رخی هر در خطی خوب کزان خط حاصل آید جمله مطلوب
بزیر هر خطی شکلی ز اشکال بآب زر نوشته مرد رتمال
ز منسوبات اشکال وکواکب نوشته از پئی حفظ مراتب
گر اهل حاجتی آید فراپیش خبرجو گردد از نفع و ضرر خویش
برارد نیستی ز اخلاص جانی شود زان در طلبگار امانی
نظر بگمارد هر جانب بتدبیر ضمیر خویش بیند کرده تحریر
چو برخواند نوشته مرد طالب کند بر شکل و هم خویش غالب
قوای و همیه چون شد مدد ساز شود ناگاه ازان درهایکی باز
دران در صفه آید پدیدار ز نیک و بد درو گردد نمودار
دران صفه ز عقل حکمت اندیش چوسائل دید شکل طالع خویش
شود پیدا بر او خیر و شر کار شود روشن برو زان نیت اسرار
اگر نیکست نیکی پیش آید وگر زانسان بوده زانسان نماید
جواب هر که از وی راز جوید ز علم رمل گوید آنچ گوید
زهی آن بی زبان چوبی که گویاست همی گوید ضمیر هر کسی راست
نه غیبت اینک رملست ای خردمند بنین از غیب تا او فرق تاچند

بداند هر که اودانش خصال است که علم رل علم دانیال است

صفت چهار طاق مشید که از نه طاق زبردتر است

به یمن دولت دارای عالم مرتب شد چو این حکمت فراهم
 خرد پر وفق فرمان همایون نمود آخر نموداری دگر گون
 ز راه بندگی وز روی اخلاص مهندس کرد اساس حکمتی خاص
 بدولت کرد کاخی مردر سام که در هند است دهارا مندیش نام
 کسی کانجا ز بهر دیدن آید بسان ابر در باریدن آید
 فرو ریزد چو ابر نوبهاران که گوئی آب حیوانست باران
 و رای این بسی حکمت درو هست که نبود پیچ دانا را بدودست
 بهر یک زاویه استاد بنا بخوبی حجره آورد پیدا
 مرتب چار حجره آچنان کرد که در هر حجره نیرنگی عیان کرد
 ز نیرنگش که بادا چشم بد دور هزاران تنکوشا راست دستور
 طلسمش کز حد دانش فزونست کجا داند فلاطوش که چونست
 کند از جان ارسطو بیش رازی که یابد راز آن نیرنگ سازی
 بنای فرخش می شد چو آغاز مهش کج کرد عطارد آمدش راز (کذا)
 چنان افراشت طاقش را خردمند که باسبع شدادش داد پیوند
 بقامت بی ستونی هر ستونش که صد فرهاد و مانی شد زبولش
 مربع کرده حوضی درمیانه که حوض کوثرش آمد نشانه
 منج نیم ترکی کرد هر سوی که باخلد برین شد روی در روی
 ز چوب ساج کرد استاد نجار بنای نیم ترکش را بهنجار
 همه ترکش زمینا ساخت الحق چو سقف نه فلک کردش مطبق

چنان بر چوب از شیشه رقم کرد که مانی دید دست خود قلم کرد
 بنوعی شیشه اش را بر فلک برد که چرخ شیشه و ش را شیشه شد خرد
 اگر یک ره به بیند پور سیناش شود خیره دو چشم از نور میناش
 شعاع شیشه اش چون بر درخشد چراغ مهر و مه را نور بخشد
 بهشتش عبده از جان نوشته شده از خاکروباش فرشته
 چو دیدش از نزاقت بهتر از خویش سرخلت ارم افکنده در پیش
 اگر این خلد را رضوان بدیدی ز خلد خویش دامن در کشیدی
 اگر چه کاخ گردون جمله دیدست بدین خوبی دگر کاخی ندیدست
 بحکمت گشت فردوسی مرتب که فردوش نهد بر آستان لب
 طلسماتی که در هر حجره برپاست بگویم شرح هر یک روشن و راست
 بود تا در سرای بیم و امید بیک خانه قرین عیسی و خورشید
 ازان خورشید باد این خانه پر نور چوای عیسی سرای بیت معمور
 صفتِ بزمی که در و ماه و شانِ فتنه آشوب بگاه رقص زهره را لکد کوب کنند

بیک حجره بود طاقی مقوس بسان طاق نه گنبد مقرنس
 بخوبی به ز طاق آسمانست که طاق آسمان از وی نشانست
 بزیر طاق قانونیست پراساز که آرد مردگان را جان بتن باز
 ولیکن نیست پیدا هیچ سازش مگر ز آواز او دانند رازش
 اگر چه نیست عامل در میان ازان قانون بگوش آید ترانه
 درون طاق باشد چار پاکوب زگیسو کرده دل ها را به جاروب
 چو شمشاد جوان و سرو آزاد دو رقص و دو پاکوبند استاد
 مهندس آن دو رقص و دو پاکوب بحکمت کرده از پر کاله چوب

رخ هر یک گلویم کافقاست که خورباآن دو رخ بی نور و تابست
 به نوبت زان دو رقاص هنرمند چوهر یک پای خود بکشاید از بند
 برقص آید چو سرو آن ماه قتال کند جان و دل عشاق پامال
 که رقص ار شود در چرخ سازی کند بازهره هم در رقص بازی
 برقاصی اگر دستی برآرد فلک چون گو بزییر پادر آرد
 بدان کو بوالعجب کاری نماید ستاند جان و دلداری نماید
 گهی در چرخ وگه در رقص باشند که رقص وچرخ او بی نقص باشند
 وزان سو آن دو پاکوب سرافراز خرامان گشته با صد عشوه و ناز
 گرآید زان یکی در جلوه سازی خورد زو زاهد صد ساله بازی
 به عشوه گرچه پا آهسته دارد شیاطین در جلاجل بسته دارد
 وگر در پای کوبی سرفراز سرناهد زیر پای سازد
 گهی چرخ ار نهد رومال بردست فتنه در پای او چرخ زبردست
 به صنعت پای را برپا چو افشرد عطارد را کند زیر لکد خورد
 بدین خوبی بدین حسنی ، بدین ساز همه بایکدگر باشند دمساز
 باستقبال هم گشته روانه بر آورده نشید عاشقانه
 بقانونی نماید نغمه قانون که آسوده شود روح فلاطون
 کند چون نغمه مستانه آغاز بینند بربط ناهید از ساز
 نوازد ساز دستی درمیان نی همی گوید سرود اما دهان نی
 بشادی و خوشی آخر دی چند چو بی غم بگذرد برینغمی چند
 بعیش و خوشدلی در نصف طاسی بود در بزم آرائی اساسی
 چو کار بزم در باقی کند ساز کند زان سو مبارز رزم آغاز

صفتِ رزمی که میدان او معرکه مرتخ و شان فیروز رزمست

بدیگر سوی طاقی ساز دادست که پا برطاق نه گنبد نهادست
 دو جنگ آور دران طاقست پنهان میان هر دو بکشادست میدان
 بود زان دو یکی تازی سواری به تیزی آن دگر شکره شکاری
 بدست هر یکی رمی است پیچان کزو گردد دل بد خواه بیجان
 سپر دارند هر یک نیز برکف چو بردست مبارز تیغ در صف
 پس آن طاق عالی با صدافسوس چو کوس نه فلک باشد یکی کوس
 نهان هم رایتی باشد سرافراز کزان رایت شود پیداهان راز
 بهنگامی که رقص و نغمه وساز نماید هر یکی از کار خود باز
 همان رقص ترک اندیشه گیرد همان قانون خموشی پیشه گیرد
 بفریاد آید (آن) کوس فلک ساز که کوس آسمان ماند دهن باز
 برآید رایت شمشاد قامت نماید سرو قد ان را قیامت
 دران میدان سواران از کمین گاه بروی یک دگر تازند ناگاه
 یکی سو این زند از کینه آن به تیزی نیزه را بر سینه آن
 وزان سو مرد بارح و پلارک گزارد نیزه بفرق وتارک
 چو هر یک دست برد خود نمایند ز راه کینه سازی باز آیند
 همان رایت فرود آید دگر بار شود از چشم هر کس ناپدیدار
 دامه نیز خاموشی پذیرد دل بینندگان آرام گیرد
 بزم آراید دگر باز کند رقص رقص وساز آواز
 گهی بزمی برآراید دل افروز گهی رزمی پدید آید جگرسوز

گهی شادان گهی غمخوار باشند بنوبت همچنین درکار باشند

صفت نخچیر گاهی که شیر گردون و غزال سپهر کمترین شکار اوست

مهندس یک طرف از حیلہ سازی بلعبت باز گردون کرده بازی
نموداری عجب آورده بیرون که عقلش واله آمد و مفتون
دو کرسی ساخته استاد صفار برون کرده سر هریک ز دیوار
بهر کرسی بود تمثالی از زر یکی آهو و دیگر یک غنغفر
دران کرسی که از شرش نشانت کنام آهوی مشکین همانست
بکری دوم کز حد غربست بود شیری که با آهو بحرست
دهی گر شیر ز را گوشمالی فرستد آهوی مشکین زلالی
چو یابد گوش آهو پیش و تاب روان گردد ز کام شیر ز آب

صفت چرنخی که از چرخ گردون سریع السیر تر است

بحکمت فیلسوفی کار پرداز بدیگر سوی داده حکمتی ساز
چو ابروی بتان طاقی کشید است که طاق چرخ از رشکش خمید است
درون طاق چرنخی کرده قائم که باشد چون فلک در سیر دائم
نگیرد لحظه از گشتن آرام سپهر آسا بود خود رای و خود کام
که و بیگاه آرامی ندارد بجز گشتن دگر کامی ندارد
گهی گر فی الشل شخصی تنومند بنخواهد تا نهد برپای او بند
بگیرد بازوی چرخ سرافراز مگر آید زیر خویشتن باز
بود در دست او تا چرخ در بند زگشتن بازماند آن دی چند

چوازوی دست بردارد دگر بار کند چرخ سرلج السیر رفتار
 به تیزی آنچنان دوران نماید که عقل تیز بین در حیرت آید
 کند گردندگی هر صبح و هر شام نه در روز و نه در شب یابد آرام
 چو دیوانه که زنجیری ندارد دران تدویر تدبیری ندارد
 نه برتحریک او دارد کسی دست نه ظاهر نیز گرداننده هست
 دران عقل خرد مندان زبونت که بی تحریک آن ، گردش چگونست

صفت حوضی که از حوض کوثر با آب ترست

درون صحن دهارامندی ای یار بود حوضی بخوبی کوثر آثار
 حکمت در ته حوض کشاده ستونی بنی از مس ایستاده
 بالای ستون استاد صفار زمس کردست کرسی بهنجار
 بمرکزهای کرسی مسدس مدور قبه بنی مکلس
 بود برکس او طاووسی از زر چو طاووس بهشتی خوب منظر
 بران کرسی بود نخچیر گاهی درو کرده سگ و روبه پناهی
 بدیگر سوی آهوی تناری که باشد در پیش شیر شکاری
 هران وقتی (که) دهارا مندی ای یار باریدن شود چون ابر دُربار
 برقص آید همان طاووس حالی چو طاووسان مست برشکالی
 بروبه سگ کند روباه بازی بآهو شیر آرد صید سازی
 دوسگ (بر) راستا دُنبال روباه کندچپ شیر آهو را کمین گاه
 نه بر روبه ظفر یابد سگ تیز نه شیر آهو بگیرد باتگ تیز
 دران سیر ارچه بس عجلت نمایند ولی نزدیک هم هرگز نیایند

عجب کان قبه بازيب و رونق بود چون قبه گردون معلق
 بزير قبه آن نخير گه نیز معلق بينيش از روی تمیز

صفت قصری که از قصر فلک برتری و با قصور بهشت برابری می نمود

مرتب گشت چون آن هر سه گلشن بکام دوستان و غم دشمن
 بمن فرمان شد از شاه جهاندار که باید کرد حوضی کوثر آثار
 که نیرنگی بود دروی بفرهنگ که از سازش شود بی ساز نیرنگ
 سر طاعت بامر شه نهادم بروی دل در حکمت کشادم
 ز استادان راز کار پرداز طلب کردم همه با برگ و هم ساز
 که تادرباغ خاص استاد دانا رواقی چون فلک سازد مهیا
 بکار آمد چوراز صاحب اسرار رواقی مرتفع آمد پدیدار
 رواقی نی که قصر دل نشان ساخت مطابق بهجو قصر آسمان ساخت
 برفعت چار طاقی آچنان کرد که طاق نه فلک از رشک خم خورد
 چنان شد طاق مرفوعش مشید که گشتش زیر پا طاق زبرجد
 بدین طاقی که از نوگشت بنیاد جهان را طاق کسری رفت از یاد
 خم طاقش که چون پهلوی مه بود ز رفعت با فلک پهلوی همی سود
 زبام او که مه را بود منزل توان خرشید را اندودن از گل
 علوی سقف او گر عرش دیدی برویش آیه الکری دمیدی
 خسته طاری چون روضه حور به نزهت نور بخش بیت معمور
 به زیبایی ز جنت دست برده گرفته بر قصور خلد : خورده
 زهی زیبا مقامی کز نصارت نیارد ناطقه گردش عبارت

ازین قصری که بروی زمین شد چهارا نسخه خلد برین شد
 که ابداع آن سقف معلّا دو پوشش کرده است استاد دانا
 عجب بالای یک سقفش بفرهنگ مربع ساخته حوض از گنج و سنگ
 نه حوضی بلکه دریای چو عمان که درهر گنج او دریاست پنهان
 درو آبی ست کو را مثل کوثر چو آب زندگانی روح پرور
 زلالی کز لطافت رشک جانست چو آب زندگی درتن روانست
 خیالی گربشب دردل درآید درو چون آنه یک یک نماید
 زبس جانها که آساید زآبش بود همشیره کوثر خطابش
 درون حوض هرکوشت غواص بچشم بسته بیند حکمتی خاص
 اگرچه باشدش نایاب پایاب دری بیند کشاده در ته آب
 ازان در چونک بیرون شد شناور پدیدآید رواقی خوب منظر
 اگرچه میرود مرد از همان راه نباشد آب را مدخل دران راه
 که دادست این چنین حکمت نشانی که باشد مرد را ره آبدانی
 غرض چون آشناور شد شتابان وزان در رفت بیرون تا پایان
 چه بیند مجلس و بزم مهیا درو اسباب عشرت جمله پیدا
 خسته بزم و مجلس روح پرور خوشی از هرچه برگویند خوشتر
 فگنده مسندی چون تخت جمشید بگسترده فراشی همچو خورشید
 مغتنی و بخور و نقل و باد همه باشد بکام دل نهاده
 زمانی چون درو آرام گیرد وزان جشن مهتا کام گیرد
 دلش بر بازگشت آید دگر بار وزان درپانهد بیرون بهنجار
 بدم بستن نهد بر خویشتن تاب بیک غوطه برآید از ته آب

سپهر ارچه بسی دریا بدیدست چنین دریای پر حکمت ندیدست

صفت حوضی که سرچشمه حکمت‌های بسیار و منبع نیرنگ‌های بی‌شمار است

مهندس باز درخوش مصفا چه شیرین حکمتی کردست پیدا
 بهنگامی که مرد آشنا در بغواصی برون خواهد شد از در
 بر آید از میان آب طاسی که بر بنندگان آید هراس
 چو نیکو بنگری از گرم مهری بود سربسته چون طاس سپهری
 درون طاس حلوائی بود گرم که شکر زو گدازان گردد از شرم
 چه حلوا نعمتی نغز و تر و خوش بکام بادشاه در خورد و دلکش
 بر آب سرد حلوا گرم ازانست که پر آتش زشوق آن دهانست
 چو گردد هر کسی زو چاشنی گیر فرود آید بدل چون شکرو شیر
 بکام و لب چو با آزم باشد درون سینها زو نرم باشد
 شود چون خورده آن حلوائی بیدود بآب اندر رود طاس زر اندود
 چو بیرون آید از آب آن شناور نهان گردد ز چشم خلق دیگر
 دگر کردست دانا حکمتی ساز که حیرانست زان چرخ شنا باز

صفت بوتیماری که آب طرب بارد و ماهی و باخه را در رقص آورد

چنین حکمت بگیتی کس ندیدست نه چشمی دیده ، نی گوش شنیدست
 بود بر طرف آن حوض خجسته چو بوتیمار تمثالی نشسته
 تنش باشد سراسر از زر ناب دو پایش تا بگردن غرقه در آب
 به نزدیکش یکی باخه ست از سیم دو ماهی دگر چون ماهی سیم

بوقت غوطه کان مرد دلاور شود در حوضه آب آشاور
 بر آید شاه بویهار ازان آب فرود آید ز منقارش روان آب
 کند چون مرغ آب انداختن ساز کشاید باخه تشنه دهان باز
 بجان و دل چو مستقی بکوشد که تا آبی که او دارد بنوشد
 چو نوشد آب باخه بی کم و کاست برقص آیند ماهی از چپ و راست
 پرخ آید چگونه گاه از باد همان گونه پرخ آیند دلشاد
 شناور چون برون رفتن کند ساز بماند هر یکی از کار خود باز

صفت چهارسپردار تیغ گذار بی کینه که با هم در کارزار اند

عجایب حکمتی دیگر نمود است که از سر عقل دانایان ربود است
 بزیر قصر صحن دل کشایست که چون آئینه سطحش رونمایست
 بروی سطح آن صحن طرب خیز بخردی حوضکی بنی دل آویز
 بزرگ آید بمعنی گرچه خورد ست که از کوثر بخوبی دست بردست
 میان حوض بنی چشمه آب که ازوی چشمه حیوان خورد تاب
 بود درناف چشمه یک ستون راست بمقدار گزی استاده برپاست
 بود بالای او صندوقی از مس برو واله شده عقل مهندس
 نهاده هر دو جانب چار کرسی وزان کرسی اگر تو حال پرسی
 بود بروی هر کرسی ستاده سپر داری بکف تنگی نهاده
 زهر جانب دو جنگ آور بکارند که در میدان مردی پایدارند
 که این بر فرق او تیغ آزماید که آن یک دست برد خود نماید
 اگرچه اشتها بسیار شان نیست بغیر از تیغ خوردن کار شان نیست

همیشه خوردن ایشانست شمشیر شکمهاشان نگردد لیک ازان سیر

در ذکر اتمام قصور بی قصور که چون روضه حور بی فتورست

چو حکمتها که شاهنشاه فرمود مرتب گشت و زانم خاطر آسود
ملک از نه فلک احسنت گویان فرود آمد مرا خواهان وجویان
که رحمت بر توباد ای سحر پرداز که کردی بردل از حکمت دری باز
طلسماتی چنان زیبا نمودی که از میدان حکمت گو ربودی
بلیناس ار به بیند این نمودار کند از جان بشاگردیت اقرار
ازین روضه که جان را زندگی داد بجان رضوانش خط بندگی داد
اگر رضوان به بیند روی این را نه بیند رو دگر خلد برین را
چو دولت این عمارت یادآرد ممالک را مبارکباد آرد
ترا زبید چنین نیرنگ سازی ترا شاید حکمت سرفرازی
چو کردی این چنین حکمت سرائی ز حکمت در جهان دادی صلائی
ز اتماش بدان نوعی که دانی بگوش خسرو گیتی رسانی
بفرمان سرش راز پرداز شدم بر شاه و گفتم کای سرفراز
باقالت چو وقت آن درآمد در از دریا و لعل از کان برآمد
مرتب گشت نیرنگی بفرهنگ کزو حیران بماند اهل نیرنگ
نه نیرنگی نگار نیست دل دزد که بهر رونمایش جان بود مزد
اگرچه شاه را بازیب و رونق محلبا هست بهتر از خورنق
دگر دولت سرashed بیت معمور که چشم بد ازان دولت سرا دور
کجا باشد چنین کزروی زیبا بگذارد دلی در بر شکلیبا

عروسی کو زند صد طعنه بر ماه ہی ارزد بدیدن آخر ای شاه
 تماشا کن درین فیروزه گلشن کزو فیروزه گلشن گشت روشن
 بیا از مقدم میمنوش بنواز شهابی را و او را سر برافراز
 سرافرازش حاصل گردد آنگاه که باشد پایہ تخت شهنشاه
 یقین چون تخت گاه شاه گردد ز رفعت بوسه گاه ماه گردد
 چو یابد از جمالت پرتو نور خزد در سایہ او بیت معمور
 گرش بخت شہ در وی نہد پای وگر نی خاکروبان را بود جای
 برو دوری زتخت گرچہ سخت مقام خاکروبت ہم ز بخت
 نمودم چون بشہ کز راه خدمت برون آمد در از دریای حکمت
 شہ جمشید فر از لطف سازی چو خورشیدی شد از ذرہ نوازی
 شکپش از دل و صبرش زجان شد بدولت از پی دیدن روان شد

ذکر انعام عام حضرت عالم پناه خدایگانی و نوازش نمودن بندہ دلتخواہ جانی

بدولت شاه انجم روز نوروز چو در بزم حمل شد مجلس افروز
 بصد شادی عروس غنچہ گستاخ برآمد جلوه گر از حجلہ شاخ
 هوای نوبہاری جلوه گر شد چمن را زیب و آئینی دگر شد
 ز خواب خوش برآمد نرگس مست صبحی کردہ جام بادہ در دست
 صبا کیسوی سنبل باز میکرد بصد برگ و نوا گل ناز میکرد
 ندانم بلبل بی دل چہ سر داشت کہ برقع از نقاب غنچہ برداشت
 شگوفہ بر سر گل سایہ میکرد زخیری باغ را پیرایہ میکرد
 ز نو سر بر لب جو سرو آزاد چمن را باز خط بندگی داد

صبا زلف بنفشه تاب داده ریاحین را زشبنم آب داده
 زشبنم دامن گل بس که شد پر گریبان چمن راگوی شد در
 سحر گه در چمن بانغمه تر بدح غنچه شد سوسن زبان در
 دهان بکشاد غنچه در شکر خند بشکر کرد سوسن را زبان بند
 سهی سرو از شمایل چون عروسان برسبزیش سبزه پای بوسان
 شقایق بر فراز سبزه تر چوطوطی کو نهد منقار برپر
 بعشق گل هزار آواز می داد جواش شار و قمری باز میداد
 چنان شاخ شکوفه شد درم ریز که نسرین نسترن را گفت برخیز
 که وقت عیش وایام بهار است جهان را جز خوشی دیگر چه کارست
 بوقی این چنین میمون و فرخ بعزم آن گلستان کرد شه رخ
 بسان مشتری در خانه قوس قدم رنجه نمود آمد بفردوس
 زخورشید رخسار شدخانه پر نور چو از دیدار عیسی بیت معمور
 چه بیند گلشن عکس خورنق جهان زوگشته زرد و سرخ و ازرق
 نه گلشن روضه چون روضه حور کزو رضوان بدریوزه برد نور
 مهندس خانه حکمت سرائی مروّح طاری راحت فزائی
 نه طارم بلکه محراب مه نو درو تابنده چون خورشید خسرو
 نظر فرمود وگشت از دیدنش شاد شهابی را سبک گنج گران داد
 زرافشان شد چو خورشید زرافشان کزان تشویر خور شد زرد و لرزان
 در آمد همچو ابر نوبهاری بدرپاشی و مروارید باری
 کف بخشنده جمشید ثانی بنوعی کرد بر من زرفشانی
 که شد کند از نوشتن کلک و صاف فرو ماند از شمردن دست صراف

نه آن مقدار زر یکجا کسی دید نه گوهر هیچ کس زین گونه بخشید
 زروگوهر چو گشت انبار و خرمن زمین شد حامله کان بد سترون
 ز گنج افشاندن دریای شاهی همه پر سیم شد مه تا بهاهی
 ز چندان دادن از هر جنس مالی شهاب از بدرها شد چون هلالی
 چو دست گنج بخشش گنج در داد ز امید دل من بیشتر داد
 ز گنج زر که عقل از دست میرفت دلم هشیار جانم مست میرفت
 پس از بخشش که شاهم از گهر داد قبا از بای خاص با تاج و کمر داد
 قبا از بس که در زر گشته بد غرق ز خورشیدش نه کردی هیچ کس فرق
 اگر چه ابره از لعل وزر داشت بی به ز اطلس چرخ آستر داشت
 مکل تاج چون اکیل گردون بزر ترکیب کرده در مکنون
 درخشان تاج کو در خورد زه بود زرین تاج خور صد ره فره بود
 نه تاجی بلکه چرخ گوهر آمود که از گوهر سرش بر چرخ می سود
 چه گویم وصف آن زرین کمر را که آب و تاب ازو بودی گهر را
 چنان در و گهر پر زر شده رست که جوزا را ز خجالت شد کمرست
 زیاتر قوتی که بر طرف کمر بود درون لعل پر خون جگر بود
 ز دیابهای رومی قیچها پر که ناید صد یک آن در تصور
 ز اطلسهای زربفت خطائی وزان در چرخ اطلس روشنائی
 ز کالا و متاع رخت و اسباب نه چندان که بتوان دید در خواب
 وز املاک مخلد نیز ده ده بحاصل هر یکی از یک دگر به
 نه ده هر یک از ان شهری معظم که یک گنجش نه گنجد در دو عالم
 که آن ملک موبد تا قیامت بماند بر نژاد من سلامت

نه تنها داد ملک و گوهرم بخش که بخشد از درم هشتاد یک رخ
 دهنش تازی کیت خیزران دم دگر ده نقره خنگ آهنین سم
 ده دیگر سیاه تیز آهنگ ستاره چشم و به دیدار و شبرنگ
 دگر ده بور چوگانی چالاک که برابند از سم گوی افلاک
 ده دیگر سمند سیم سیما کشیده خط مشکین فرق تاپا
 دگر ده زرد خورشید دیدار چوخور آتش فشان و گرم رفتار
 ده دیگر قلای کوه پیکر بستنی آهن اما کوهی از زر
 دگر ده ابلق روی وزنگی وزیشان روز و شب برده دورنگی
 دگر بهر سواری مرکب خاص بجولان پای کوب و جلوه رقااص
 چه مرکب ابرشی گل بوی گل رنگ چو آتش کوجهد از آهن و سنگ
 نه آتش باد پائی آب رفتار که ناید بررخ خاک از وی آزار
 نکویم آتشی بر خاک پویان که آبی در قفص بادی درانبان
 گرو برده ز برق از گرم خیزی جهان را زیر پاکرده ز تیزی
 ز رفتارش ملک در خوشتن گم ز جولانش بحیرت عقل مردم
 بگاه حمله ره بر دیو بسته پری را در پریدن پر شکسته
 به جولان گاه چون آید (به) رفتار بگردد بریکی نقطه چو پرکار
 چنان بیرون رود از مخرج تنگ که نتواند شدن باد شبآهنگ
 گرو بند چوگاه جلوه دم را نهد بریک پیشیزه چار سم را
 ز تیزی بشنود گوشش بفرسنگ صدای رفتن مور از ته سنگ
 ز چشم دور بین در شام دیبجور به بیند هر چه در غیبت مستور
 ز رای فیلسوفان ره روان تر ز فکر زیرکان چابک عنان تر

چو در قبض خود آوردم عنانش بکام خویش کردم زیر رانش
 شدم از دولت شاه زمانه سلیمان وار بر بادی روانه
 چو شد باد جهانم زیر فرمان عجب نبود که خوانندم سلیمان
 چوشاه تاج بخش و بنده پرور بدین سان ریخت بر من گنج و گوهر
 نوازش کرد و دل دادم ز حد بیش مشتتها ز دل شد جمله فردیش
 چو گل شد دامن وچیمم پراز زر چو دریا گشتم از گوهر تو نگر
 ازان روزی که حق جود آفرید ست طمع جودی چنین هرگز ندیدست
 تقاضا و طمع گشتند سیراب امید و آرزو رفتند در خواب
 ازان احسان که جانم گشت از و شاد جهان را تا جهان باشد بود یاد
 خدایا تادرین فیروزه گلشن بود بخشنده مهر و ماه روشن
 جبینش نوربخش مهر و مه بادا! سرش رونق فزای نه کله بادا!
 سعادت‌های انجم باد یارش! همه فتح ممالک یادگارش!

کتبہ لاٹ مولا مسجد:- یہ مسجد دلاور خان غوری نے بنوائی تھی اس کے ستون لوہے کے ہیں۔ اس کے دو کتبے ہیں ایک مشرق کی جانب اور دوسرا شمال کی جانب۔ مسجد کے داخلہ کی طرف جو کتبہ ہے اس کی پیمائش ۲۲x۵۰ سینٹی میٹر ہے۔

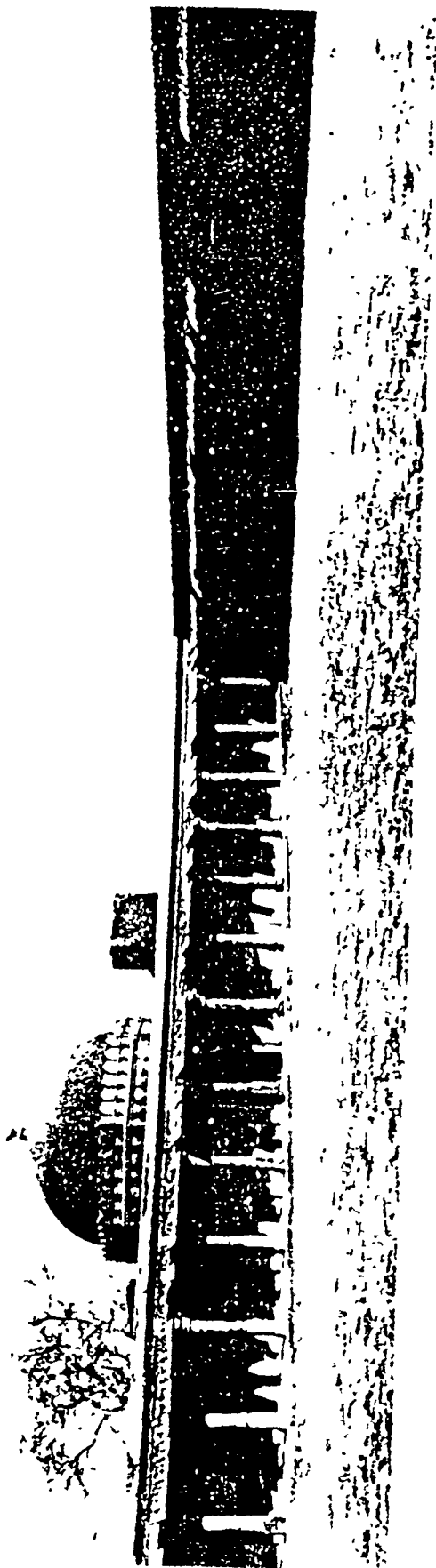
(الف)

خدا یگان زمین مطلع سپہر جمال مدار اہل زمان ، آفتاب برج کمال ۷۷
خلاصہ سیرت و عالی نسب ستودہ تبار فلک جناب دملک قدرت دسج مثال
بہ عدل و بذل و وقار و رزم و بزم و شکوہ ندیدہ دیدہ گردون چنو بلوچ خیال
پناہ و پشت شریعت بر عمید شاہ داؤد بلی چو فخر کند غور ازان حمیدہ خصال
معین و ناصر دین نبی دلاور خاں کہ برگزیدہ خداوند ایزد متعال
مرید شیخ طریقت نصیر دین محمود کہ بود طبا اوتاد و مرجع ابدال
بہ شہر دھار بنا کرد مسجد جامع بوقت سعد و نجستہ ، بروز فرخ فال
چہ مسجدی کہ جہان راست کعبہ ثانی فزون ز وصف دو عالم ، برون ز حد مقال
مگر کہ مسجد اقصی و بیت معمور است کہ یافت عرصہ گیتی ازو بہا و جمال
گذشتہ بود ز تاریخ و سال ہر صد و ہفت کہ شد تمام ز اقبال قبلہ امال
بہ حق احمد مرسل کہ طاعت و حسنات خداش ثبت کند در جریدہ اعمال
کتبہ جامع مسجد اجین:-

یہ مسجد بینانہ کی مسجد کے نام سے مشہور ہے اس مسجد کی تعمیر (۸۰۶ھ/۱۴۰۳ء) میں دلاور خان کے عہد میں ہوئی تھی۔ اس کی پیمائش ۸۰x۷۰cm ہے یہ کتبہ جامع مسجد کے اصل دروازہ پر نصب ہے۔

شہ ملوک مدار زمان دلاور خاں کہ در بیض زمین مالک است علی الاطلاق ۷۷
مہرہن است چو خورشید در جہان امروز کہ اوہست خسرو ملک جہان باستحقاق

عکس لاشیائی مسجد دھار.



چو کرد مسجد جامع بنا درین خطہ بزیر گنبد این نہ حصار گشته است طاق
 بہ شہ تمام بتارخ ہبصد و شش سال بہ یمن ہمت خانی ز یاری خلاق
 مراد دنیا و دین در کنار او بادا بعون قاضی حاجات وقاسم ارزاق
دلاور خان کی مسجد کے مشرقی دروازہ کا کتبہ

یہ مسجد تقریباً ۱۴۰۵ء میں دلاور خاں کے عہد میں تعمیر ہوئی۔ یہ مسجد شاہی محلات کے مینوں کے لئے مخصوص تھی اور
 مانڈو کی سب سے پہلی اسلامی عمارت تسلیم کی جاتی ہے۔^{۸۱} اس مسجد کا طرز تعمیر ہندوانہ ہے صرف نماز گاہ اور طاق
 اسلامی طرز کے بنے ہوئے ہیں، مسجد کا بڑا دروازہ مشرق کی طرف پھولوں اور طغروں سے آراستہ ہے۔ پوری
 عمارت طولا ۱۳۷ فٹ ۱۱- انچ اور عرضاً ۱۲ فٹ ۱۹- انچ ہے۔ مسجد کے مشرقی دروازہ پر فارسی میں یہ کتبہ کندہ ہے۔ ۸۱
 مدار شرع پیہر پناہ عرصہ گہان ۸۲ فلک رفعت قمر ۸۳ طلعت نصیر الدین^{۸۴} دلاور خان
 ہمہ افعال محمودش ۸۵ ہمہ اقبال موصوفش ہمہ اوقات معمورش بخیر ۸۶ وطاعت یزدان
 بکرداین مسجد جامع بنا در قلعہ مانڈو کہ بیشک بیت^{۸۷} معمور است فرو داین گنبد^{۹۱} دوران
 مرتب شد بسال ہشت صد و ہشت این بنا عالی بوقت سعد و میمون و بعون قادر رحمان
 بعش حافظ و ناصر معین باد ہر کاری بہ حق عیسیٰ مریم بہ حق موسیٰ عمران

کتبہ تاراپور دروازہ ۸۹

یہ دروازہ قلعہ مانڈو کے جنوب مغرب میں واقع ہے اس دروازہ کو الپ خاں (الف خاں) بن دلاور خاں نے
 ۸۰۸ھ میں بنوایا تھا۔ دروازہ کے نیچے وادی ہے جس میں تاراپور نامی گاؤں ہے۔ ہمایوں کی فوجیں اسی دروازہ کے
 بغل کی دیوار پر چڑھ کر قلعہ مانڈو میں داخل ہوئی تھی۔ دروازہ کی دیوار پر ایک کتبہ نصب ہے اصل کتبہ تو دلاور خاں
 کے عہد کا ہے مگر اکبر بادشاہ کے عہد میں اسکو اس کے نائب محمد حسین نے ۱۱۱۶ھ (۱۶۶۵ء) میں مرمت کرایا۔ اور اس
 کے بیرونی حصہ پر یہ عبارت کندہ کرائی۔

”در زمان دولت و سلطنت بندگان حضرت ظل الہی جلال الدین محمد اکبر بادشاہ غازی

خلد اللہ ملکہ این فقیر حقیر طاہر محمد حسین عماد الدین بن سلطان علی سبزواری بعنایت سبحانی باصلاح

اشارہ توفیق یافت تحریر فی التاریخ شہر محرم الحرام سنہ ہزار و چہار دہ۔“

مدار ملت اسلام زبدہ اعیان سپہر مجد ومعانی^{۹۱} ومعدن احسان
 جہان کشا^{۹۲} وجوان بخت^{۹۳} آسمان رتبت قضا توان وقدر قدرت وقوام جہان
 پناہ شرع پیسیر ، معین دین ہدیٰ سحاب جود وسخاکرم^{۹۴} دلاور خان
 بہ شہر شادی آباد دروازہ مرتب کرد کہ دررخ دولت آباد کس نداد نشان
 گذشتہ بود زتاریخ وسال ہیصدونہ کہ شد تمام زاقبال خاصہ یزداں

کتبہ سنگھ پور ٹینک (Tank) ۹۵

یہ کتبہ چندیری کے قریب ”گونا“ ضلع کے مقام سنگھ پور کے ایک ٹینک (Tank) کا ہے، یہ ٹینک ملک ہیبت نظام
 جیش غوری نے سلطان ہوشنگ شاہ کے حکم پر تیار کرایا تھا۔ کتبہ کی تاریخ ۱۰ ارشوال ۸۳۶ھ بمطابق ۳۰ مئی ۱۴۳۸ء ہے،
 اشعار میں سلطان ہوشنگ شاہ کی تعریف سے صاف واضح ہوتا ہے کہ یہ Tank سلطان ہوشنگ شاہ کے عہد میں تیار
 کیا گیا ہے اس کی پیمائش ۲۶x۲۳ فٹ ہے۔

بہ عہد سرفراز دادگستر سلیمان زمان و عدل پرور
 شہی شیر شکاری فیل نہیب ملی ضابطہ اربہ جاج نگر
 جہانگیر وجہانبان شاہ ہوشنگ فلک بدری کہ چون خورشید انور
 بہ توفیق خدا این خیر جاری چو دریای کہ می ینم سراسر
 بہ نیت نیک وصدق دل بہ سینہ چنین حوضی باسم شیخ رہبر
 کہ آن دریت برہان ابن یعقوب ز دریا وجیہ الحق گوہر
 ملک ہیبت نظام جیش غوری کہ دارد ہیبتش ہیبت چو حیدر
 بلند فخر ہمت وی چنانست کہ از نہ کرسی بنمود بر تر
 بہ صافی ولطافت آب این حوض بمانند زلاست آب کوثر
 کریم باد مقرون عاقبت خیر تماش اجرا این در روز محشر

بہ ہیصدی وشش از ہجر بودست دہم شوال ازین اتمام بہ شمر
کتبہ مقبرہ شیخ برہان الدین : ۹۶ شیخ برہان الدین نے ۱۴/ اکتوبر ۱۴۲۰ء کو وفات پائی۔ شیخ اپنے وقت کے
 مشہور صوفیوں میں سے تھے۔ یہ کتبہ چندیری کے ایک قبرستان کا ہے جس میں شیخ مدفون ہیں اس مقبرہ کی تعمیر
 ۲۵-۱۴۲۴ء میں ملک سالار نے کرائی تھی۔ اس وقت چندیری کا حاکم ملک نصیر الدین تھا۔ جو سلطان ہوشنگ کی
 طرف سے چندیری میں مامور تھا۔

بہ عہد دولت ہوشنگ شاہ ، روئیں زمین شدہ عمارت این روضہ چون بہشت برین
 بہ صحن گنبد خضرئ چگونہ قہ نور بسان حلقہ خاتم نشانہ سنگ تلکین
 نجستہ والا دستور شہہ ملک سالار بنای روضہ رضوان صفت بکرد متین
 بوقت صاحب اقطاع نسق چندیری مطیع حضرت علیا ملک نصیر الدین
 چو شد مرتب این روضہ ، بود تارتخش ز سال ہجرت ہیصد و بست دہشت سنین
 ششم بدست زشوال نقل حضرت شیخ ز بعد ہجرت ہیصد و بست وسہ ز سنین
 جہان دانش ، برہان دین ، قطب جہان درلغ رفت چو برہان ، دین ماندہ حزین
 بسوی باغ بہشتش ۹۷ ازان فتاد گذر کہ کل خاک قدومش کند حورالعین
 بیافت توفیق تعمیر این جمال علا ترتیب نوین
 بکرد نظم چو تارتخ ہر دوش فرید خدا بباد ہمیشہ بکار ہاش معین

کتبہ مقبرہ شاہ کمال : ۹۸ یہ کتبہ چندیری کا ایک اہم کتبہ ہے جو شاہ کمال کے مقبرہ کے مغربی دیوار پر نصب ہے یہ
 مقبرہ چندیری کے موجودہ بس اسٹینڈ کے قریب ہے۔ اس کی پیمائش ۲۷x۱۰۳ سینٹی میٹر ہے۔ اسی کے اندر ایک
 چھوٹی سی مسجد ہے جس کو جواد الملک نے شہزادہ قدر خاں کے عہد میں (۸۱۸ھ/۱۴۱۶ء) میں بنوایا تھا اس کتبے کی
 اہمیت کئی اعتبار سے ہے۔ اول یہ ہے کہ شہزادہ قدر خاں کے بارے میں مورخین خاموش ہیں جبکہ شہزادہ قدر خاں
 دلاور خان غوری کا بیٹا اور سلطان ہوشنگ شاہ کا بھائی تھا۔ دوسرے یہ کتبہ چندیری کے اولین مسلم عہد کے کتبوں میں
 سے ہے۔

بسم الله الرحمن الرحيم

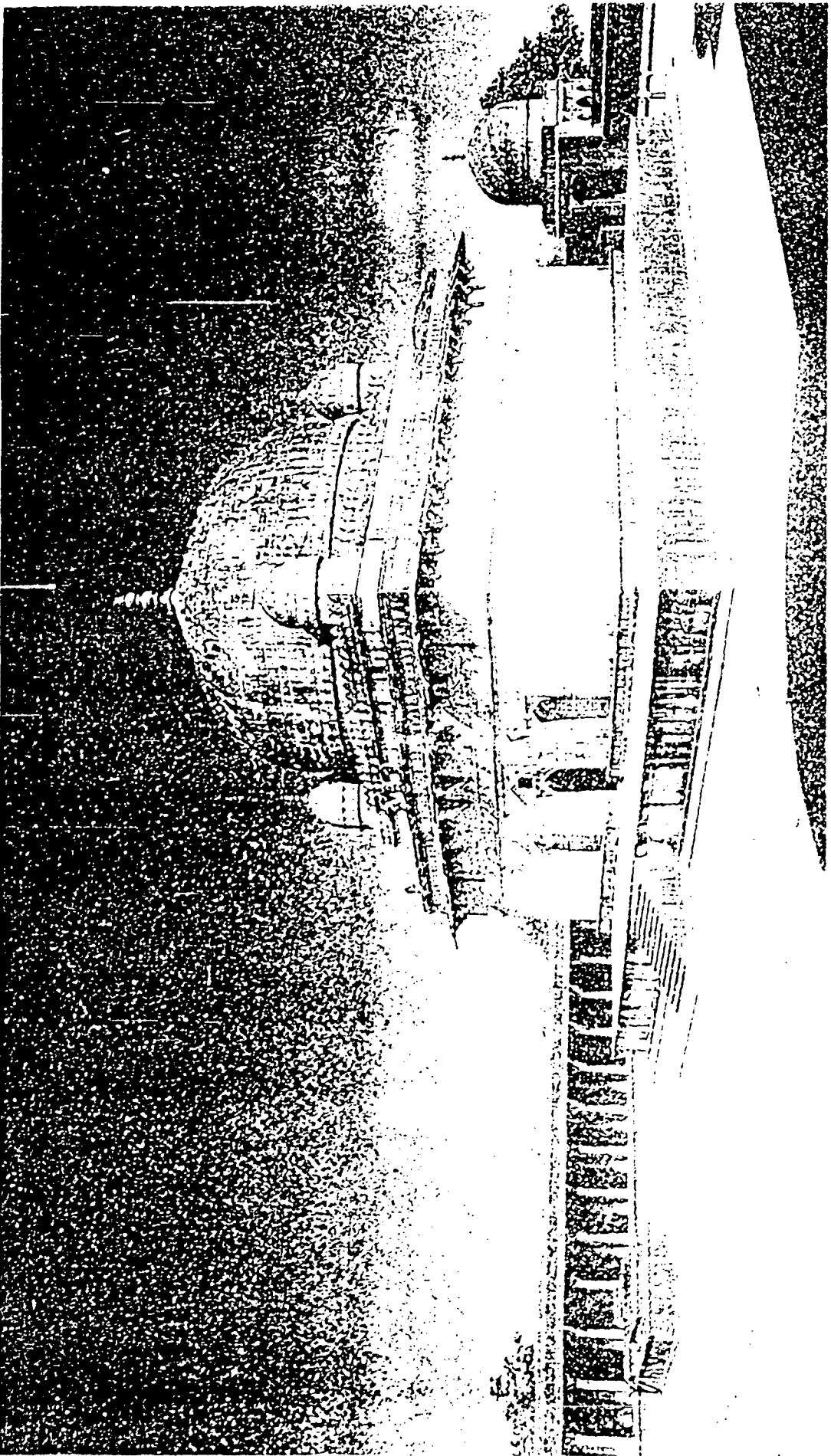
بہ عہد دولت خان کریم ذوالاکرام شدہ عمارت این مسجد لطیف تمام
 خدایگان زمان قدرخان عظیم و شریف کزوست تقویت دین و زینت اسلام
 بروز جمعہ و دیگر نہم ذوالقعدہ بوقت سعد و بہ ہنگام وساعت فرجام
 زسال ہبصد و ہزدہ کزوست تاریخی مرا ز ہجرت مرسل کہ بود خیرانام
 بنای اینست ز صاحب دل کہ در گیتی گرفتہ کز مدد او ہمہ امور نظام
 امام اہل شریعت قوام اہل دول جواد ہست خطابش ترم مر اورا نام
 خدای عاقبتش را بخیر گرداند بدھر حشمت اورا مزید باد مدام
 بود ہمیشہ مر اورا ہمہ جہاں چاکر بود ہمیشہ مر اورا سپہر پیر غلام
کتبہ مسجد ملک مغیث:- ملک مغیث سلطان محمود خلجی اول کا باپ تھا۔ ملک مغیث دلاور خان غوری اور ہوشنگ
 شاہ کے عہد میں اہم عہدوں پر فائز رہ چکا تھا۔ سلطان محمود خلجی جب مالوہ کا بادشاہ بنا تو اس نے اپنے باپ کو ”خان
 جہان“ کا لقب دیکر وزیر اعظم کے عہدہ پر مامور کیا۔ ملک مغیث نے (۸۳۵ھ/۱۴۳۲ء) میں مانڈو میں ایک
 مسجد تعمیر کرائی، اس مسجد کا طرز تعمیر نیم ہندوانہ اور نیم مسلم ہے مسجد کا باہری رخ اسلامی طرز کا ہے، مسجد کے مغربی دالان
 کی چھت پر تین گنبد بنے ہوئے ہیں جو ستارہ نما سطح ہے۔ اور یہ ہندو طرز تعمیر کی عکاسی کرتا ہے۔ یہ مسجد مانڈو کے
 دور اول کی عمارتوں میں سے ہے۔ مسجد کے صدر دروازہ کی برساتی، زمین سے نو فٹ اونچی ہے اس تک پہنچنے کے لئے
 بیس کشادہ سیڑھیاں ہیں زینے کے ہر ایک جانب مسجد کے کرسی میں حجرے بنے ہوئے ہیں جو مسجد کے عملے
 اور زائرین اور مشائخ کے لئے بنائے گئے تھے اس کی پیمائش ۲۱x۲۸ سینٹی میٹر ہے۔ ۹۹

بفال خوب و وقت سعد و فرخ سال نیک اختر چہارم ماہ شہر اللہ بروز جمعہ سعد اکبر
 سنین سی و پنج^ل و ہبصد و شش^ل ماہ از ہجرت شمرده ۱۰۲ بود روز ۱۰۳ و ماہ در ۱۰۴ حکم عرب یکسر
 کہ شد این مسجد اسلام را بنیاد در عالم کہ سقف گنبد او سود سر با گنبد اخضر

بنای مسجد عالی مغیث الدین والدینا الغ اعظم ہمایون خان ہفت اقلیم نہ کشور
 زدست ہمت اوشد مرتب این چنین مسجد کہ کس^{۵۵} دارالامان خواند، کسی کعبہ کندباور
 مرتب شد بتاریخ ماہ شوال این بناشاہ کہ باداین خیر اندر نامہ اعمال خان مضمیر
 مزین^{۵۶} از ثنا خطبہ محمود شہہ بادا بود تا بر زمین کوہ و تابد تا بہ چرخ اختر
کتبہ جامع مسجد مانڈو/شادی آباد: اس مسجد کو ہوشنگ شاہ بن دلاور خان نے تعمیر کرانا شروع کیا تھا۔ مگر اس کی
 زندگی میں یہ مسجد تعمیر نہیں ہو سکی۔ اس کے بعد سلطان محمود خلجی اول نے ۸۵۸ھ (۱۴۵۴ء) میں اس کو مکمل
 کرایا۔ مسجد کی لمبائی شرقاً و غرباً ۲۷۳ فٹ ۹ انچ اور چوڑائی شمالاً و جنوباً ۲۷۴ فٹ ۶ انچ ہے۔ مسجد کے تین بڑے گنبد
 اور ۵۸ چھوٹے گنبد ہیں جو امام اور خطیب کی آواز کی بازگشت کرتے ہیں اس وجہ سے مسجد میں مکبر کی ضرورت نہیں
 پڑتی۔ مسجد کے ہر حصہ میں آواز صاف سنائی دیتی ہے۔ مسجد کے مغربی دیوار پر سترہ خوبصورت محرابیں ہیں جس
 پر قرآنی آیات کندہ ہیں مسجد کے شمالی حصہ میں سنگ مرمر کی جالیاں بنی ہوئی ہیں جو بیگمات اور خواتین کی نماز پڑھنے
 کے لیے مختص تھیں اور جنوبی حصہ شاہی مہمانوں کی نماز پڑھنے کے لیے مختص تھا جسے مقصورہ کہا جاتا تھا دروازہ پر یہ کتبہ
 نصب ہے۔ ۱۰۷

مسجد عالی بنا و معبد عالی مقام ہست ہر رکن عطیمش نسحہ بیت الحرام
 از در تعظیم و قدرش چون کبوتر در حرم قدسیان اندر طواف او ہمہ عمر تمام
 بانی این بیت اقدس خسرو غوری ہوشنگ ثانی محمود و مسعود و شہاب الدین و سام
 ز اقتضای حادثات دور بی مہر فلک چون برآمد آفتاب عمر اوبالای بام
 گفت با محمود خلجی نور عینین مغیث از رہ روشن دلی آن دارا احتشام
 ضبط ملک، اتمام عمرانات و دفع دشمنان، می کنم بر تو وصیت من بہ جہد و اہتمام
 ہم برای اختتام مسجد جامع کہ من طرح آن افگندہ ام چون مسجد والای شام
 صورت الطاف حق سلطان علاء الدین کہ ہست، مظہر انوار دین مرات حاجات انام
 کرد در تاریخ سال ہشصد و پنجاہ و ہشت ہم بکلم این وصیت این عمارت را تمام

۱۰۰۰ و ۱۰۰۰ و ۱۰۰۰



کتبہ مسجد رانولد شیوپور: یہ کتبہ قصبہ رانولد، ضلع شیوپور کی مسجد پر نصب ہے۔ یہ مسجد فی الوقت رانولد کے ہائیر سکندرا سکول کے کام میں آتی ہے۔ اس مسجد کو ملک حسین نے ۱۴۴۱ء میں تعمیر کرایا تھا، ملک حسین سلطان محمود خلجی اول کے عہد میں قصبہ رانولد کا ایک مقامی حکمران تھا۔ اس کتبہ کے بارے میں خیال کیا جاتا ہے کہ یہ سلطان محمود خلجی اول کے عہد کا پہلا کتبہ ہے اس کی تاریخ تکمیل ۸۴۵ھ ہے۔ ۱۰۸

نخستین سخن در ثناء خدا	کہ ہست او سزاوار حمد و ثنا
خدای کہ از لطف اش آفرید	در آورد از قطرہ باران پدید
ز نور محمد بحکمت درو	شرف داد ہریک نبی را ازو
در عہد شہنشاہ محمود شاہ	طلوع کرد بر سر جہاں ہم چون ماہ
کہ قصبہ رنود (رانولد) مقام بہین	بناشد چنین مسجد عماد دین
بنا کرد شایستہ کشور کشا	کہ ملک حسین نامور باصفا
کہ تا قام قیامت شد نام او	چنین خیر توفیق شد کام ازو
بروز جمعہ شد بنا اختتام	جماد اول غرہ ماہ العظام
بتاریخ ہصد چہل پنج سال	مرتب شد از عون حق ذوالجلال

کتبہ چند یاباوری چندیری:

یہ کتبہ محمود خلجی اول کے عہد کا (۶۰-۱۴۵۹ء) ہے جو چندیری کے ایک Stepwell پر نصب ہے اس کی پیمائش ۴۳x۴۵ سینٹی میٹر ہے۔ اس Stepwell کو چند یاباوری بھی کہتے ہیں۔

بہ عہد خسرو گیہان یل جان بخش دین پرور	شہ محمود خلجی شاہ علاء الدین.....
شدہ چاہی..... تر، چو چاہ بابل وزمزم	درو آبی مصفا بین چو آپ چشمہ کوثر
مہابت خان ست سلطان مقطع شق چندیری	زاو دو ^۹ راجا ہا بودند صاحب بذل یکدیکر
کہ بودند ہردو بانی چاہ..... و چاند بقالان	نگہدارد مرایشان راخدای رازق وقادر
ولی ایشان ست..... برادرزادہ ہست چاند	چنان اہل خرد بودند ایشان ہردو زیرک تر ^{۱۰}

زہجرت بود ہیصد شصت و چہار از سال تارتخش مرتب گشت کاین چاہ معظم خوشتر و بہتر
کتبہ مولانا کمال الدین چشتی:

مولانا کمال الدین چشتی (۶۳۶ھ / ۱۲۴۸ء) میں دہلی میں پیدا ہوئے۔ آپ کا سلسلہ نسب ۲۵ واسطوں سے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے جاملتا ہے۔ شیخ فرید الدین گنج شکر آپ کے پردادا تھے۔
مولانا کمال الدین نے تحصیل علوم کے بعد حضرت نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ سے شرف بیعت حاصل کیا اور پھر (۶۹۰ھ / ۱۲۹۱ء) میں رشد و ہدایت کے لئے مالوہ تشریف لائے۔ اور بمقام دھار قیام فرمایا، جہاں آپ نے اکتالیس سال تک درس و تدریس اور تبلیغ دین فرما کر داعی اجل کو لبیک کہا۔ (۷۰۴ھ / ۱۳۰۵ء) میں جب علاء الدین خلجی کے سپہ سالار ملک کا فور نے دھار پر حملہ کر کے اسے فتح کیا تو اس خوشی میں اس نے دھار میں (۱۳۰۷ء) میں ایک مسجد تعمیر کرائی۔

دلاور خان غوری جب مالوہ کا حکمران ہوا تو اس نے (۸۰۴ھ / ۱۴۰۱ء) میں مسجد کی خستہ حالت کو دیکھ کر اس کو از سر نو تعمیر کرایا۔ ۸۶۱ھ میں سلطان محمود خلجی اول نے مولانا کمال الدین کے مقبرہ پر گنبد اور احاطہ تعمیر کرایا۔ یہ مقبرہ مسجد کے مشرقی دروازہ کے باہر شمال کی طرف واقع ہے مقبرہ کے بیرونی دروازہ پر یہ کتبہ نصب ہے۔

این روضہ رضوان چنیں زیب و جمال	دین قبہ پر نور چنیں قطب کمال
چون از پی زایران مسکین و غریب	در ساحت و صحن ، تنگ بودست مجال
این ہردو رواق و صحن و گنبد نور	باپردہ سنگ و خانہ و آب زلال
و آں صفحہ درون و خانقاہ و دہلیز	با کشک با نگرہ ہریک چو ہلال
ہم از پی آسایش ہر اہل دلی	ہم از پی مشغولی ہر صاحب حال
در عہد ہمایون خود ، آن شاہجہان	محمودشہ خلجی خورشید مثال
در ہیصد و ستین و یک آراست زسر	آراستہ باد قصر عمرش ہمہ سال
بر درگاہ این دوشاہ دین و دنیا	محمود گدا فتادہ در صف نعال
چون ہست صلائی عام زین دوہمہ را	باشد کہ بہ بود رکن گویند تعال

چندیری قبرستان کا کتبہ:

یہ کتبہ چندیری کے ایک قبرستان کی دیوار پر نصب ہے۔ اس کی پیمائش ۶۱x۵۳ سینٹی میٹر ہے، یہ کتبہ محمود خلجی اول کے (۸۶۷ھ/۶۳-۱۴۶۲ء) کا ہے، اس وقت جمال بن علا، چندیری کے حکمرانوں میں سے تھا۔

بہ عہد خسرو جن و بشر سلیمان فر معزو مکرم محمود شاہ دین پرور
 شدہ است چاہ مربع چو چاہ بابل راست مذاق آب نہ در زمزم ست نہ در کوثر
 جمال ابن علا بن محمد ابن خضر کہ او بعلم و عمل بود بوحیفہ دیگر
 بہ صدق ہدم صدیق، در حیا، عثمان بہ عدل ہدم فاروق، در سخا، حیدر
 نخست کردہ بنا، گنبدی فلک آسا فراز کوکبہ عرش می رساند سر
 اگر نہ تکیہ بدین کرد بی سا گنبد ہمیشہ بودن ہفت آسمان شدی ابتر
 بدست ہیصد و پنجاہ ہفت سال بنا حساب ہجرت احمد، حبیب پیغمبر

کتبہ موتی مسجد چندیری: یہ کتبہ چندیری کی موتی مسجد کے وسط محراب میں نصب ہے۔ اس کی پیمائش ۳۱x۶۴ سینٹی میٹر ہے۔ اس مسجد کی تعمیر محمود شاہ خلجی اول کے عہد میں محمد بن زین نے ۶۳-۱۴۶۲ء میں کرائی۔ محمد زین اس وقت چندیری کا نائب عارض تھا۔

ای کہ مسجد شد مرتب عہد سلطان جہان خسرو دارا و اسکندر بسان اردوان
 آفتاب دین و دنیا، ماہتاب عدل و داد خسرو محمود خلجی شاہ مہدی زمان
 در حریمش بوستانی ساخت چون باغ ارم عکس آن باغ است خلدروضہ باغ جنان
 بانی مسجد محمد زین نائب عرض کوست در وعا کرار ثانی و در سخا حاتم نشان
 ہرچہ او یکدم سیاق می کند بالاتفاق تا ابد یک حرف نتواند دبیر آسمان
 بانی و اولاد بانی را خدایا از کرم تاقیامت از خللہای زمانہ دہ امان
 ہفت و شصت و ہشتصد از سال ہجر مصطفیٰ غرہ مہ از ربیع الاول است تاریخ آن

کتبہ مقبرہ سید عبداللہ شاہ چنگال: حضرت سید عبداللہ شاہ چنگال عرب سے ہجرت کر کے رشد و ہدایت کی خاطر

(۱۴۳۲ھ/۲۰۱۱ء) میں ہندوستان آئے اور بمقام دھار (مدھیہ پردیش) میں سکونت پذیر ہوئے یہیں زندگی کے آخری لمحہ تک دین اسلام کی تبلیغ فرماتے رہے۔ آپ کی وفات کے ایک طویل عرصہ کے بعد ۷۰۹ھ میں علاء الدین خلجی نے آپ کی قبر پر گنبد و احاطہ تعمیر کرایا۔ پھر سلطان محمود خلجی اول نے (۸۵۹/۱۴۵۵ء) میں یہاں پر چند حجرے اور دالان تعمیر کرائے۔ اسی مقبرہ کے دروازہ پر بیالیس اشعار پر مشتمل ایک کتبہ نصب ہے۔ اس کتبہ سے ایک توراجہ بھوج کے مسلمان ہونے کی تصدیق ہوتی ہے۔ دوسرے یہ ہندوستان کا سب سے بڑا کتبہ مانا جاتا ہے۔ ۱۱۲ کتبہ کی پیمائش چوڑائی ۱۱.۱۱ فٹ، اونچائی ۸.۱۲ فٹ ہے۔

تعالیٰ ربنا این قبه نور	برین قبرا صفا چوں بیت معمور ۱۱۳
مگر مشکاۃ مصباح زجاج است	فراز کوکب نوژ علی نور
و یا خود وادی قدس کلیم است	کہ بررویش تجلی می کند طور
بلی این آستان شاہباز یست	کہ در چنگلش آمد دیو ماسور
سر ابدال عبداللہ چنگال	چہ چنگالی کہ شب جشن و سحر نور
سماعش بانگ و ترجیع عنادل	نشینش صوت لحن و نخل و عصفور
ہم از حلوا وحدت خشت مشکین	ہم از معجون وجدش قرص کافور
شراب شوقش اندر جام و ساغر	کباب عشق اش اندر دیگ دتور
سلامش می کند ہر دم ملایک	درودش می دہد ہر صبح دم حور
نخست ازوی شداین مرکز مسلمان	ہمہ اعلام دین زوگشت منشور
شیندستم کہ پیش ازوی تنی چند	رسیدہ اندرین ویرانہ بور
مؤذن چون ندای صبح برداشت	پی مستانہ صوفی چون دم صور
نمودہ یورش از ہر سوی کفار	دریدہ ہرتنی باتیغ و ساطور
بہ خستند آخر آن مردان دین را	پس از کشتن بچاہی کردہ مستور
کنون این مشہود گنج شہیدان	نشان ماندہ ازان پاکان مبرور

چوں وقت آمد که خورشید حقیقت
 رسید این شیر مرد از مرکز دین
 بزد برهم تماثیل بتان را
 چو رای بھوج دیدہ از فراست
 بنور شرع روشن گشت این قطر
 کنون این روضہ زان دیرینہ ایام
 قبور از کھنگی ہموار گشتہ
 مکانی ہم نبود از بہر خلوت
 ازان شاہجہاں فرمان چنین داد
 شہی فرخ رخی سلطان آفاق
 علاء الدین و دنیا بوالمظفر
 کہ شاہ خلج محمود شاہ آنک
 زسرنو کرد این کھنہ وطن را
 سرقبرش چو وسعت بود حاضر
 قبابی در شمال و حجرہ چند
 رباطی دگلزین سمت قبلہ
 مگر صاحب دلی روزی درین جا
 نشیند ساعتی با خاطر جمع
 خورد جامی زدست ساقی غیب
 ز دورش ہم چو ماتشہ دلان را
 دعای ہم برای بانی خیر
 شود طالع درین یلدای دیجور
 درین دیرکھن با جمع جمہور
 مصلی ساختہ آن معبد زور
 مسلمان گشت با اہل ہمہ سور
 رسوم شرک شد معدوم و مدحور
 مطاف عالمی بودست مشہور
 نماندہ پشتہ ای بر ہیچ مقبور
 کہ آساید درو درویش رنجور
 کہ از سرتازہ سازند این سرطور
 نزیل درگہش خاقان و فقور
 علی الاعدا بنصر اللہ منصور
 شد از عدلش جہاں چون خلد معمور
 نوی از سرگرفت این دور مجدور
 شد این قبہ ازان مضبوط و مقصور
 پی شغل نماز و ذکر مذکور
 کہ آساید درو ہر رائدہ دور
 قدم آرد، شود یک لحظہ مسرور
 دی فارغ زغم بادوست معمور
 شود زان ساعتی سرمست و مخمور
 بریزد جرعہ درکام مہجور
 بقا بادی بجانش تا دم صور

حیات و ملک او یابد بقایی ہمہ خیرات و سعیش گشتہ مشکور
 ز ابر فیض او بر فرق عالم ہمای ظل او گسترده با نور
 خدایا تاجہان باشد ، پیا دار بنای خیر شد تا نقر ناقور
 زہجرت ہیصد و پنجاہ و نہ بود کہ تارتخش مجدد گشت منشور
 گدای درگہ شاہ و در شیخ بنظم اندر کشید این در منصور
 مگر در زمرہ در یوزہ خواہان شود محمود رکن خستہ مذکور ۱۱۴

کتبہ محمود خلجی: یہ ایک نامعلوم جگہ کا کتبہ ہے۔ کتبہ کے مصرعہ ”محمود شاہ خلجی کہ صاحب ثرا“ سے پتہ چلتا ہے کہ یہ کتبہ محمود خلجی اول کے عہد کا ہے۔ ۱۱۵ھ

موسیٰ عسرو صدر بزرگ صدور دین کوہست شیخ راجوی آن ختم اصفیاء
 در عہد بادشاہ خداوند شرق و غرب محمود شاہ خلجی کہ ہست صاحب ثرا
 چاہی شدہ چوکو ثر فردوس در قبول آبش چو شہد شیرین و چون شیر در صفا
 بانی این بنای آن صدر دین است مخدوم شیخ موسیٰ قاضی ز اتقیا
 تاریخ این بنای ازین مقتدای دین کی، نون، وضاد بود ز اجلاس شاہ را

کتبہ مسجد چندیری: ۱۱۶ھ

یہ کتبہ (الف) اور (ب) چندیری کی ایک مسجد کے ہیں جو قاضیوں کی باوری کے مقام پر واقع ہے۔ یہ ایک مربع نما کتبہ ہے جس کی پیمائش ۵۵ سٹی میٹر ہے اس مسجد کو غیاث الدین شاہ کے عہد میں قاضی بن مہران نے ۱۴۸۵ء میں بنوایا تھا۔ اس وقت شیر خان چندیری کا حاکم تھا۔

(الف)

حمد خدای کہ کرد آب بنای حیات واز آب داد درچہ، اشیای کائنات
 ہم داد انبیا را این قدر آب روی کایشان کنند جملہ جہان را بہشت سوی
 ہریک بقدر طاقت خود اندرین جہان در عہد بادشاہی خود نمیشالشی چنان

در عهد شاه خلجی سلطان غیاث دین قاضی ابن مهران که روی مصطفی توفیق داد حق و بخشد به همتش گرچه بدند پائین در خطه بی شمار کافی شد است قاضی از فضل ذوالجلال آبی چنین لطیف ز مردم ندید کس شیرین آب همچو شکر شهد گشت این یارب بفضل خویش بکن نیتش قبول هر عالمی که خواند این نظم یادگار ایمان آنک ، چاه به بندید پائیدار از فضل حق امید بدین فعل خیر است بیچاره محمد ابن خولجہ کرد نظم

مقطع که شیر خان چو علی اندرین زمین پائین بکرد و مسجد و باغی براه خدا کو کرد این بنای رای و روشنش لیکن بدست خالی پی این چنین زکار و از صدق اهل همت باقی تمام سال این خطه را کرم زخدای کریم بس تاریخ این زکار شده هیصد و تسعین روز جزا به بخش شفاعت نبی رسول دعای کند بدل که یارب کردگار از مکر شر شیطان همی نگاہدار درکار اوست نیکی عملی قبول هست امید دعای ایمان کنانند هم فهم

(ب)

به عهد خسرو خلجی غیاث بن محمود بنین دولت پائیده شیر خان غازی سرودگوی ملک قاضی آنک بن مهرانست بسال هیصد و تسعین ز هجری نبوی بنای پائین کرده که در عذوبت ماش بآب زمزم و نیل و فرات یاجیون برای نفع عوام و خواص این خاص است بسان ذات شریعت به دهر مقبولست

که قول و فعلش مقبول هست همه محمود که او به معرکه از همسران کلاه ربود که میر میران بودست و بنده معبود بفال اختر سعد و به طالع مسعود به دهر جوید ، یابد نظیر خود مفقود مقابلهش چه کنم پیش او کراست وجود کسی که نفع نگیرد بدان بود بی سود همیشه بادا مقبول ، دشمنت مردود

دگر سرای قرپش کہ ہم چوبغداد است در دست باغ فروزاں چو آتش نمرود
 بہر طرف ہمہ زیب وزینت است چو خلد بہر جہت ہمہ رونق است نامحدود
 بباد باقی این بانی سرای و پائین کہ تا خلق بود سایہ خدا ممدود

کتبۂ بتیسی باوری: بتیسی باوری چندیری کا ایک Stepwell ہے جس کے Main entrance کے دونوں طرف دو کتبے لگے ہوئے ہیں، اس کی پیمائش ۶x۷ ہے۔ یہ کنواں ۱۳۸۵ء میں بےحد غیاث الدین شاہ شارق الملک نے بنوایا تھا۔ شارق الملک غیاث الدین کا ایک وزیر تھا۔ شارق الملک کا خطاب مالوہ حکومت میں وزیروں کو دیا جاتا تھا۔

کتبہ (الف)

تعالی اللہ کہ این پائین کنون شد در زمین اندر بفیض رب سبحانی بطالع سعد و نیک اختر
 بہ عہد خسرو باذل، سحاب دست دریا دل غیاث الدین شہ عادل سکندر جاہ و دارا فر
 بناش ہست در ملکش کہ عالم قائم از ملکش خطاب شارق الملکش شدہ زان شاہ دین پرور
 ملک صدر و فلک قدرش قضا حکم و قدر امرش طغی بن فخر در دہرش خدا کردست نام آور
 مدد فرمود در بارش بہ گہان کرد مختارش بدیع الحق دیندارش تقی شاہ مدار اکبر
 بہ مثلش سروری اکرم نہ شد ز آدم الی این دم کہ منصب ہر چہار اعظم خدایش داد تا محشر
 وزیر این چنین مشفق ندیدہ چشم خلق از شق نہ یک در مغرب و مشرق نظیرش نیست کس درخورد
 کجاز ابن حمید آید چنان مدحش کہ می باید ولیکن زین سپس شاید کشم در وصف پائیں سر
 زلال خضر در عالم نہاں بود از بنی آدم کنون آں سرور اعظم عیان کردہ درین کشور
 سقانا اللہ چہ خوش آبست کہ شیرین تر ز قدابست مگر شربت زعنابست کہ شیرین ہست چون شکر
 نبات مصر و قد چین نباشد این چنین شیرین رسد کی در حلاوت این دگر شیرینست نیشکر
 قریب چشمہ اعظم بنا کردست مسجد ہم کہ این کعبہ است و آن زمزم حریش روضہ اخضر
 بگرد روضہ خوشبو گل ولالہ است در ہر سو مگر شد در جہاں کہ این طویست و آن کوثر

سراسر نیک مرغوبست لبالب تا حد خوبست بفرمایش زیعقوبست چنین خوش روح خوش منظر
 نسیم لطف ربانی موبد باد بر بانی که جن و انس و حیوانی بیاسودند زان سرور
 زبهر مرسل اعظم زنه صد سال بد ده کم ربیع آخرین پنجم بکشته در جهان اظهر
 بود تا آب در دریا مبادا قعر این پیدا خدایا هر زمان این را بکن پر آب شیرین تر
 آمین یارب العالمین

کتابه (ب)

حبذا این عین اعظم کین زمان شد در زمین بارک الله جاودان پر باد چون ماء معین
 آستانش دلپذیر و زربانش بی نظیر صحن ارکانش منیر و فرش بنیانش متین
 منبعش احت فزا و مطلعش محنت زدا مصدرش فرحت نما و موردش بهجت گزین
 یارب این نهر نعیم است یازلال سلسبیل و تحک این ماء معین است یازتنیم انگبین
 مسجدش اقصاست یا معمور یا ذات العمداد مهبط غلماست یارضوان یا حوراء عین
 بوستانش مرغزار جنت است یاباغ خلد گلستانش گلبن روحت یاکلزار چین
 گه دل کوثر شود از غیرت صافیش آب گاه زمزم پر عرق از رشک گرددو تاجبین
 سالکان "رالی مع الله وقت" هر دم اندر آنست صوفیای را هر زمان وصل الی الله اندرین
 عابدان را کشف "من اخلص" شود ظاهر از ان عارفان "من عرف" زین حاصل آید بالیقین
 آنکه در دل آرزو دارد پی دید از بهشت گو، دمی آرام گیر اینجا که بهشت ست هم چنین
 هر که بیند این مقام دلفزا، گوید مخلق بنده "جنات عدن فادخلوها خالدین"
 گردلت بر جشن میل آرد بایوانش درآ آنک زین سان کمترست و ملک عالم خوشترین
 و در سر گل گشت داری خیز "بسم الله خرام"
 مرحبا توفیق حق کاد رفیق ذات پاک
 صد هزاران عون ایزد بردش بادا شفیق
 شارق الملک آنک کلکش رحمة اللعالمین
 کین بنا آمود چون انهار فردوس برین

اجر این خیرات جاری کام دل لطف حق بر مقتضاء نعم اجر الحسین
 روز مبدأ الی الہدای از قرآن دادی بمان سال ختم جیم وصاد وضاد ابجد کن قرین
کتبہ عید گاہ چندیری: یہ کتبہ چندیری شہر کی عید گاہ کے وسطی محراب پر نصب ہے۔ یہ عید گاہ غیاث الدین شاہ
 کے عہد میں اس کے وزیر شیر خاں نے (۹۰۰ھ/۱۴۹۵ء) میں بنوائی تھی۔ اس کتبہ کی پیمائش ۸۸x۴۱ سینٹی میٹر ہے۔
 شکر مر حق را برای مسند عالی تبار شیر خان را شد برای این بنا توفیق یار
 کین نماز عید گہ بہ عہد خسرو روی زمین شہ غیاث الدین بکرم اتمام، آن اہل وقار
 ذات عالی ہستی اور خطاب شیر خاں زبید چنانک مرعلی را بد خطاب شیر حق زیبا شعار
 دیدہ دوران عدیل این عمارت را ندید در نزاہت، در صفاء اندر اقلیم و دیار
 سال نہ صد بد ز ہجرت ماہ رمضان سیزدہ چون مرتب شد زعون رحمت پروردگار
 یالہی بانیش را از کرم داری نگاہ تاکہ مہر و مہ بود بر چرخ گردان برقرار
 نیز تا ایام عید و جمعہ ہست اندر جہاں چون فلک ارکان جاہ و دولتش باقی بدار
کتبہ عالیہ باوری: یہ کتبہ فتح آباد مدھیہ پردیش کے ایک Stepwell عالیہ باوری کا ہے۔ اس کو غیاث الدین شاہ
 کے وزیر ملک لادن ملقب بہ شارق الملک نے بنوایا تھا۔ اس کی پیمائش ۵۰cm ہے۔

بہ عہد خسرو خلجی غیاث الدین ذوالاحسان بہ فتح آباد چندیری بنا کردند این ایوان
 زہی عالی بنای خوب ہم چون خلد آراستہ زفر و زیب وی ہر لحظہ غیرت می برد رضوان
 چہ ایوانی کہ پائین دارد و باغی چو فردوسی کہ آبش می دہد الحق نشانی از چشمہ حیوان
 بکرم دین خانہ این باغ و پائین را ملک لادن کہ ہست او شارق گردون حشمت، آصف دیوان
 وزیر شاہ و دستور ممالک، ناظر و صاحب خطابش کز بزرگی شارق الملک است از سلطان
 دہ و دوندہ صد از تاریخ ہجرت ماہ ذی القعدہ کہ این خانہ مرتب شد ز فضل و رحمت یزدان
 بکن ختم ایں سخن را بردعای دانیال اکنوں کہ بادا بانی این خانہ اندر عیش جاویداں

کتبہ گول باوری چندیری:

ذیل کے دونوں کتبہ چندیری کے گول باوری کے ہیں۔ یہ باوری سلطان ناصر الدین کے عہد میں ۱۵۰۳ء

میں تعمیر ہوئی۔ (الف)

بمجد اللہ کہ این چاہی چو آب حوض و کوثر شد
بعون فیض ربانی کہ بانی را میسر شد
بہ عہد خسرو اعظم نصیر الدین والدینا
برآمد تخت جمشیدی جہان را زو منور شد
دگر مسجد کہ پر نور است آن را یافت در گیتی
ارم ذات العمد است آن درین کشور کہ منظر شد
کہ کردہ خیر خود جاری ازین چاہ و ازین مسجد
کہ شہری و مسافر را منافع جان پرور شد
ز قطب اقطاب عالم شیخ برہان بن علاء الحق
شدند آن مولد از شیخ شان چون بخت یاور شد
صبح خیر و گل بہشت بانی چاہ را نامش
چو کردند خیر ہا دیگر ولی این خیر اکبر شد
جماد الاول ماہ بود بست و چہار تار بخش
ز ہجرت سال نہ صد بود و دیگر ہشت برتر شد
بدھن شہ گفت تاریخچی برای چاہ و مسجد را
بوقت گفتن تاریخ دھنش پر ز شکر شد

(ب)

خوش ہمتی بکرد ز توفیق کردگار
کاین چاہ آب شیرین بستست پائدار
کردست خیر جاری بہر نجات خویش
واز بہر نام صاحب و مخدوم نامدار
آں شیخ قطب عالم برہان بن علا
در بزل و در مشیخت بی مثل دیندار
بانی صبح خیر و دیگر گل بہشت
مولد شدند ازان پیر جاہدار
در عہد شاہ ناصر خلجی ولی عہد
تاریخ بود نہ صدونہ سال در شمار
بیچارہ خاک روب محمد خولجہ گفت
کوخاک خانقاہ برفتن امیدوار

کتبہ پیران پور چندیری ۱۱۷

یہ کتبہ گچاؤ باوری (stepwell) پر نصب ہے جو پیران پور گاؤں کے شمال مغرب میں واقع ہے۔ یہ گاؤں چندیری شہر سے چار کیلو میٹر کی دوری پر ہے۔ اس کتبہ کی اہمیت اس اعتبار سے ہے کہ مورخین نے احمد شاہ خلجی بن محمد شاہ خلجی کے

بارے میں بہت کم معلومات فراہم کی ہیں۔ احمد شاہ خلجی چندیری کا حاکم تھا اور اس کا تعلق بھی خلجی خانوادہ مالوہ سے تھا اس کا عہد (۹۲۶ھ/۱۵۲۰ء) ہے جو ذیل کے کتبہ سے ظاہر ہے۔

سپاس و شکر بی منت خدای فضل سبحانی مرتب گشت این پائین بکرم نام یزدانی
بعیش چشمہ کوثر پپایش سلسبیل آبش مزاجش شیر وز شکر مصفی شہد ہم دانی
بنوشد گر کسی آبی بخواند وصف صدفابی بگوید نیست این آبی مگر در چشمہ کنعانی
بہ عہد حضرت سلطان براحمد بن محمد کان شہنشاہان خلجی زان مندو قلعه سلطانی
بہ موضع این بھارتی چندست مجموعہ داراین درگہ بملک الشرق از فضلالی جہانگیری است علوانی
مھی ذی القعدہ درغہ سنش رہیست و شش دیگر بہ نہ صد عام ربط آمد بہ یوم یومہا ثانی
مشرقی ہفت ہفتی رامسلم گفت در مدحش کہ در ہر بیت دریای است پرلولوی عمانی
ہر کہ دریں پائیں نظر بد کند چشم شود کور شکم درد کند
اس کے کاتب محمد شعبان افغانی، اور معمار رامداس لکھمن ہیں۔



باب پنجم

اختتامیہ، مالوہ کے خلعی عہد کے فارسی ادب کی اہمیت

اختتامیہ۔ مالوہ کے خلجی عہد کے فارسی ادب کی اہمیت

اگرچہ مقالہ برائے تحقیق مالوہ کے خلجی سلاطین کے عہد کے فارسی ادبیات پر مبنی ہے مگر ادبی پہلوؤں پر بحث کرنے سے قبل اس زمانے کے سیاسی، سماجی اور اقتصادی حالات کا ذکر کرنا اس لئے ضروری ہوتا ہے کہ ان حالات کا اثر بالواسطہ طور پر ادب پر بھی پڑتا ہے۔

یہ ایک حقیقت ہے کہ جب تک کسی مملکت کے اندر استحکام، امن و امان اور خوشحالی عوام نہیں ہوگی، اس وقت تک دوسرے میدان میں نہ تو ترقی ہو سکتی ہے اور نہ علوم و فنون کی شمعیں روشن رہ سکتی ہیں۔

سیاسی اعتبار سے مالوہ سلطنت کو تین ادوار پر منقسم کیا جاسکتا ہے

(الف) قیام سلطنت، (ب) استحکام سلطنت (ج) زوال سلطنت۔

قیام سلطنت :- مالوہ کی آزاد سلطنت کا قیام ۱۴۰۱ء میں دلاور خاں غوری سے ہوتا ہے دلاور خاں غوری سلطان محمود شاہ تغلق کے عہد میں ۱۳۹۸ء میں مالوہ کا حاکم مقرر ہوا تھا۔ دہلی پر تیمور لنگ کے تسلط قائم ہونے (۱۳۹۸ء) کے بعد جب انتشار پیدا ہوا تو ظفر خاں ملقب بہ مظفر شاہ حاکم گجرات، خواجہ ملک سرور جہاں حاکم جوینپور اور دلاور خاں غوری حاکم مالوہ نے اپنی اپنی خود مختاری کا اعلان کر دیا۔ ان سبھی حکمرانوں کا تعلق سلطان محمود شاہ تغلق کے دربار سے تھا اور یہ لوگ انہیں کے ذریعہ مقرر کئے گئے حکمران تھے۔

دلاور خاں نے عنان حکومت سنبھالنے کے بعد پوری خاطر جمعی سے مالوہ سلطنت کے استحکام اور اس کی توسیع کے لئے ہر ممکن کوشش کی مگر اس کے انتقال (۱۴۰۶ء) سے یہ کام ادھورا رہ گیا تھا جسے اس کے بعد آنے والوں نے مکمل کیا دلاور خاں کے بعد اس کے لڑکے ہوشنگ شاہ نے عنان حکومت سنبھالی اس نے اپنے باپ کی پالیسیوں پر عمل کرتے ہوئے سلطنت کی توسیع بھی کی اور نواحی علاقوں کے حکمرانوں سے دوستانہ تعلقات قائم کر کے مالوہ کو باہری حملوں سے محفوظ بھی کر دیا جس سے مالوہ کے اندر امن و امان کی فضا قائم ہوئی اور مالوہ ترقی کی راہ پر گامزن ہو گیا۔

استحکام سلطنت :- ہوشنگ شاہ کے بعد اس کا لڑکا غزنی خاں ملقب بہ محمد شاہ وارث سلطنت ہوا مگر محمود خان

جو ہوشنگ شاہ کا ایک ہوشیار سپہ سالار تھا اس نے غزنی خان کو سازش کر کے قتل کر دیا اور مالوہ کی سلطنت پر قبضہ کر لیا یہی محمود شاہ خلجی مالوہ کے خلجی سلطنت کا بانی ہوا۔ محمود شاہ نے مالوہ سلطنت کو نہ صرف استحکام دیا بلکہ علوم و فنون اور تہذیب و ثقافت کے میدان میں بھی اسے کمال تک پہنچا دیا مزید برآں اس کے جانشینوں بالخصوص غیاث الدین شاہ اور ناصر الدین شاہ نے اس کام کو جاری رکھتے ہوئے مالوہ اس مقام تک پہنچا دیا کہ وہ (مالوہ) یونان ثانی کہلانے کا حقدار ہوا۔

زوال سلطنت: ناصر الدین شاہ خلجی کے بعد جب اس کا لڑکا محمود شاہ ثانی (۱۵۱۰-۱۵۳۱ء) مالوہ کے تخت پر بیٹھا وہ ایک کم فہم اور نااہل حکمران ثابت ہوا، اس کی نااہلی اور کم فہمی کی وجہ سے سلطنت مالوہ متزلزل ہونے لگی۔ اول تو اس نے قرب و جوار کے حکمرانوں اور سرداروں سے ملک کے دفاع یا دوسری ریاستوں پر فوج کشی کے لئے مدد لی جس کی وجہ سے قرب و جوار کے حکمرانوں کو اس کی فوجی طاقت کا اندازہ ہو گیا۔ دوسرے راجپوتوں کو مالوہ میں سکونت اختیار کرنے کی اجازت دیکر اس نے ایک زبردست غلطی کی جس کا خمیازہ اس کو یہ بھگتنا پڑا کہ راجپوتوں نے آہستہ آہستہ اپنی طاقت اتنی بڑھالی کہ وہ تمام امور میں دخیل ہونے لگے اور سلطان محمود خلجی ثانی ان کے سامنے بے بس نظر آنے لگا۔ بالآخر مظفر شاہ گجراتی سے مدد طلب کر کے ان راجپوتوں کو اگرچہ وقتی طور پر دور کرنے میں تو کامیاب ہو گیا مگر مظفر شاہ کے مالوہ سے چلے جانے کے بعد راجپوتوں نے مالوہ کے مختلف علاقوں مثلاً گارون، چندیری، رائے سین، مندسور، اور رنٹھمبور وغیرہ پر حملہ کر کے پھر اپنے قبضہ میں لے لیا اس سے مالوہ سلطنت میں ایک طرح کی افراتفری کا ماحول پیدا ہو گیا اس افراتفری سے فائدہ اٹھا کر بہت سے علاقے خود مختار ہو گئے۔ دوسری طرف مظفر شاہ کے انتقال کے بعد محمود خلجی ثانی گجراتیوں کے ساتھ تعلقات استوار قائم نہیں رہ سکا اور گجرات کے خلاف مہم میں مخالفوں کا ساتھ دیتا رہا جس کی وجہ سے احمد شاہ اس کی طرف سے کبیدہ خاطر ہو گیا اور اس نے محمود ثانی کو کیفر کردار تک پہنچانے کی ٹھان لی۔ بالآخر موقع پا کر احمد شاہ نے مالوہ پر حملہ کر کے اسے گجرات سلطنت میں ضم کر لیا لیکن مالوہ کے باشندوں نے زیادہ دنوں تک گجراتیوں کا تسلط برداشت نہیں کیا اور گجراتیوں کے خلاف علم بغاوت کر کے احمد شاہ کو مالوہ سے دست بردار کر دیا اور حکومت مالوہ کے خلجی خاندان کے ہاتھ میں دوبارہ سوہنپ دی مگر اس وقت تک سلطنت مالوہ اتنی کمزور ہو چکی تھی کہ اس کو مستحکم اور آزاد رہنا ملنا مشکل نظر آ رہا تھا چنانچہ کچھ ہی عرصہ بعد مالوہ سلطنت مغلیہ سلطنت کا

ایک حصہ بن کر رہ گئی۔

سماجی اعتبار سے سلاطین مالوہ نے بلا تفریق ہندوؤں کے ساتھ اچھے برتاؤ کئے انہیں مملکت میں شریک کر کے، کئی بڑے بڑے عہدے سپرد کئے۔ جہاں ایک طرف ان سلاطین نے مساجد تعمیر کرائیں وہیں دوسری طرف انہوں نے ہندوؤں کو نہ تو مندر تعمیر کرنے سے روکا اور نہ ان کے کسی مندر کو مسمار کیا۔ یہی وجہ ہے کہ ہندو مسلمان کے درمیان بھائی چارگی (Brotherhood) کا ماحول پیدا ہوا اور دونوں قوموں نے مل کر بڑے امن و سکون سے مالوہ کی ترقی کے لئے کوششیں کیں۔ اس کے علاوہ فنون لطیفہ (مصوری، موسیقی، معماری) میں بھی مالوہ نے کافی ترقی کی، ہرات اور شیراز طرز تعمیر سے یہاں ایک نیا طرز تعمیر وجود میں آیا جو بعد میں مالوہ طرز تعمیر کے نام سے مشہور ہوا۔

علم و ادب کے مختلف میدانوں مثلاً تاریخ، فرہنگ، طب، اخلاق، تفسیر، حدیث وغیرہ میں مالوہ نے ایسی ترقی کی کہ وہ شیراز و سمرقند کے ہم پلہ سمجھا جانے لگا۔

فارسی زبان نے ہندوستان میں محمود غزنوی کے ساتھ ۱۰۲۶ء میں قدم رکھا مگر یہ زبان اس وقت پورے طور پر قدم نہیں جما سکی چونکہ محمود غزنوی کی اولین ترجیح ہندوستان کو تسخیر کرنا اور اپنا تسلط جمانا تھی البتہ اس کے جانشینوں میں سلطان مسعود بن محمود، اور سلطان ابراہیم بن مسعود وغیرہ کی دلچسپی سرپرستی کی وجہ سے اس عہد میں فارسی زبان کو پھولنے پھلنے کا موقع ملا، غزنوی عہد کے مشہور شعراء میں نکتی لاہوری، ابوالفرج رونی اور مسعود سعد سلمان وغیرہ قابل ذکر ہیں اسی عہد میں ہندوستان میں لکھی جانے والی فارسی کی پہلی نثری کتاب کشف المحجوب تصنیف علی ہجویری ہے جو تصوف کے اسرار و رموز پر بہترین کتاب مانی جاتی ہے۔

غوری سلاطین کے عہد (۱۱۹۳-۱۲۰۶ء) میں ہندوستان میں فارسی ادب کی طرف کوئی خاص توجہ نہیں ہو سکی البتہ ایران سے صوفیائے کرام و مشائخ عظام کثیر تعداد میں بغرض اشاعت و تبلیغ دین اسلام ہندوستان ضرور آئے جس کا اثر نہ صرف سماج پر بلکہ فارسی ادبیات پر بھی پڑا۔ یہی وہ عہد ہے جس میں مشہور صوفی خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ ۵۵۶ھ-۱۱۶۱ء میں ہندوستان آئے۔

مملوک بادشاہوں کے عہد (۱۲۰۶-۱۲۹۰ء) میں دہلی کو سیاسی اور ادبی دونوں لحاظ سے مرکزیت حاصل رہی، ان سلاطین نے دل کھول کر علم و ادب کے سرپرستی کی اور دہلی دیکھتے ہی دیکھتے علم و ادب کا گہوارہ بن گئی۔ ملک تاج

الدین شہاب مہمرہ، سراج الدین خراسانی..... وغیرہ کا تعلق اسی عہد سے تھا۔ اس عہد میں لکھی جانے والی مشتمل مشہور کتابیں تذکرہ لباب الالباب وجوامع الحکایات (مؤلف محمد عوفی) تاج المآثر و بحر الانساب مؤلف فخر مدبر، اور طبقات ناصری (مؤلف منہاج سراج) ہیں۔ دور آخر کے مملوک بادشاہوں اور خلجی و تغلق حکمرانوں کے عہد میں ہندوستان میں فارسی ادبیات کو ایک نئی جہت ملی شعراء وادبا نہ صرف بیرونی ممالک سے ہندوستان آئے بلکہ ہندوستان نژاد شعراء وادباء نے بھی اس طرف خاص توجہ دی اور فارسی ادبیات کی ترقی میں کارہائے نمایاں انجام دیئے ان میں امیر خسرو دہلوی، حسن بھڑی، بدر چاچ، قاضی ظہیر الدین دہلوی، ضیاء الدین برنی و شمس عقیف وغیرہ جیسے شاعر مورخ قابل ذکر ہیں نیز سلاطین خلجی کے عہد (۱۲۹۰-۱۳۲۰ء) میں فارسی ادب کو مزید ترقی ہوئی۔ اس عہد میں مختلف علوم کی کتابیں تصنیف ہوئیں اسی کے ساتھ سنسکرت کی بعض اہم کتابوں کا فارسی میں ترجمہ ہوا۔ فرہنگ قواس (فخر الدین قواس) مثنوی بساتین الانس (ملا صدر محمد حسن) طوطی نامہ (ضیاء الدین نخشی) وراہ می ہیرا (شمس نوری) وغیرہ اسی عہد میں لکھی گئی مگر تیمور لنگ کے حملہ (۱۳۹۸ء) کے بعد جب دہلی سلطنت کا شیرازہ بکھرنے لگا تو دروازے کے علاقوں کے حکمرانوں نے اپنی خود مختاری کا اعلان کر دیا اور مالوہ، جو پور، گجرات اور دکن کی حکومتیں آزاد ہو گئیں۔ ان آزاد حکومتوں کے حکمرانوں نے نہ صرف توسیع و استحکام سلطنت کی طرف توجہ دیا بلکہ علم و ادب کی ترقی کے لئے بھی کوششیں کیں اور علم و ادب کی شمع جو دہلی سلطنت کے بکھرنے کے بعد ماند پڑنے لگی تھی اس کو بجھنے نہیں دیا۔ ان سلطنتوں میں مالوہ کی سلطنت سب سے اہم سلطنت تھی جو سیاسی اور ادبی دونوں اعتبار سے پندرہویں صدی عیسوی کی مضبوط ترین اور اہم ترین سلطنت تھی اور جو مرکزیت کسی زمانے میں دہلی کو حاصل تھی وہ اب مالوہ کو حاصل ہو گئی۔

مالوہ میں فارسی ادب کی ترویج و ترقی کے کئی وجوہات ہیں۔

الف:- سلاطین مالوہ کی مادری زبان فارسی تھی اس لئے ان سلاطین نے اس میں دلچسپی لیکر اسے عروج عطا کیا۔

ب:- یہ ایک فطری امر ہے کہ غالب قوم کا مغلوب قوم کی زبان و ادب اور تہذیب و تمدن پر اثر ہوتا ہے۔ جب فارسی زبان مالوہ کی سرکاری زبان قرار پائی اور سلطنت کے تمام امور اسی زبان میں انجام پانے لگے تو سلاطین و امراء کے دربار تک رسائی چاہنے والے اور ملازم پیشہ و اہل کار ضرورت کے پیش نظر اسے سیکھنے کے لئے مجبور ہوئے۔

ج:- فارسی زبان جب محل اور دربار سے نکل کر عوام تک پہنچی تو اس کی شیرینی نے عوام کے دلوں میں جگہ بنالی

اور فارسی زبان سرکاری سطح سے اٹھ کر ہندوستان بالخصوص مالوہ کی تہذیبی اور ثقافتی زبان بن گئی۔
سلاطین مالوہ کے عہد میں فارسی زبان کو کئی اعتبار سے اہمیت حاصل ہوئی۔

(۱) فارسی زبان کی وجہ سے مالوہ میں فن مصوری، موسیقی، اور فن تعمیر کا رواج ہوا۔ ماہرین فن ہرات اور شیراز سے ہندوستان آئے اور ان فنون میں دونوں تہذیبوں کے ملاپ سے ایک نئی تہذیب کی بنیاد پڑی مثلاً فن تعمیر کے میدان میں ایرانی اور ہندوستانی طرز تعمیر سے مل کر جو ایک نیا طرز تعمیر وجود میں آیا وہی بعد میں مالوہ طرز تعمیر کے نام سے مشہور ہوا۔

(ii) اس عہد میں فارسی ادب کے میدان میں دو فنون نے بہت زیادہ عروج پایا۔
(الف) تاریخ اور (ب) فرہنگ۔

تاریخ میں مآثر محمود شاہی، ناصر شاہی، اور تاریخ مالوہ بہت اہم کتابیں ہیں جن میں نہ صرف مالوہ کے سیاسی حالات اور فتح و جنگ معرض بحث میں آئے ہیں بلکہ ان سے اس عہد کے سماجی حالات، رہن سہن، بول چال، اور تہذیب و تمدن کا بھی بخوبی پتہ چلتا ہے۔

فرہنگ نویسی کے میدان میں ادات الفصل، مفتاح الفصل، دستور الاخوان اور فرہنگ شہاب حکیم قابل ذکر ہیں۔ ان فرہنگوں کا شمار ہندوستان کی اولین فرہنگوں میں ہوتا ہے ان فرہنگوں میں نہ صرف فارسی الفاظ کے معانی و مطالب بیان کئے گئے ہیں، بلکہ اس زمانے میں مالوہ کے اندر جو ہندی محاورے اور الفاظ مروج تھے اس کے معانی بھی بیان کئے گئے ہیں۔ مفتاح الفصل اور ادات الفصل میں کثرت سے ایسے الفاظ موجود ہیں جن سے اس زمانے میں ہندوستان میں بولی جانے والی عوامی زبان کے بارے میں اہم معلومات حاصل ہوتی ہیں۔ اردو اور ہندی کی تاریخ تحریر کرتے وقت ان فرہنگوں کے مطالعہ سے بہت فائدہ اٹھایا جاسکتا ہے۔

فن مصوری میں مالوہ نے جو ترقی حاصل کی وہ بھی فارسی ادب کی ہی دین ہے جس میں جین کلپ سوترا۔ نعمت نامہ ناصر شاہی، اور بوستاں سعدی مصور قابل ذکر ہیں۔

حواشی

- ۱۔ Malwa in Post Mauriyan Period p =2
- ۲۔ آثار مالوہ ص ۱۹، وتاریخ فرشتہ ص
- ۳۔ دشنو پران، بحوالہ دائرہ معارف اسلامیہ ص ۴۰۱
- ۴۔ on the Coins of the Malva Numis Supplements vol XXXVII P=31
- ۵۔ امرکوش، کنڈا، درگ III ص ۱۵۹
- ۶۔ History & Culture of the Indian People vol II P= 163
- ۷۔ آثار مالوہ ص ۲۱، وتاریخ ریاست بھوپال ص ۹۳-۹۴
- ۸۔ شاہان مالوہ ص ۸۷ ۹۔ تاریخ ریاست بھوپال ص ۹۳-۹۴
- ۱۰۔ مالوہ کی کہانی ص ۲۹ ۱۱۔ بحوالہ مالوہ کی کہانی ص ۲۷
- ۱۲۔ تاریخ فرشتہ ص ۱۳۔ مکتوبات اشرفیہ ص ۹۴
- ۱۴۔ مکتوبات اشرفیہ ص ۹۵ ۱۵۔ " " " " ص ۹۸
- ۱۶۔ " " " " ص ۹۸ ۱۷۔ " " " " ص ۹۸
- ۱۸۔ " " " " ص ۹۸ ۱۹۔ " " " " ص ۹۵
- ۲۰۔ ۲۱۔ دائرہ معارف اسلامیہ اردو ص ۴۰۲
- ۲۲۔ مالوہ کی کہانی ص ۶۹ ۲۳۔ مالوہ کی کہانی ص ۶۸
- ۲۴۔ تاریخ فرشتہ جلد دوم ص ۲۵۔ مالوہ کی کہانی ص ۷۹
- ۲۶۔ مالوہ کی کہانی ص ۸۰ ۲۷۔ واقعات مشتاقی ص ۱۹۷
- ۲۸۔ واقعات مشتاقی ص ۱۹۴ ۲۹۔ طبقات اکبری ص
- ۳۰۔ تاریخ فرشتہ ص ۳۱۔ مالوہ کی کہانی ص ۶۶، ۴۴
- ۳۲۔ Medieval Malva P =396 ۳۳۔ بحوالہ مالوہ کی کہانی ص ۱۳۷

۳۴	اکبرنامہ	ص	۱۳۷	مالوہ کی کہانی۔
۳۵	ترک جہانگیری	ص	۱۳۸	مالوہ کی کہانی۔
۳۶	مالوہ کی کہانی	ص ۱۴۰	۳۷	مالوہ کی کہانی
۳۸	مالوہ کی کہانی	ص ۱۴۲	۳۹	اکبرنامہ و مالوہ کی کہانی۔
۴۰	Medieval Malva P = 396			
۴۱	مالوہ کی کہانی	ص ۱۷۲	۴۲	تاریخ فرشتہ۔ ج۔ ۲۔ ص ۲۵۴
۴۳	واقعات مشتاقی	ص ۲۰۲	۴۴	واقعات مشتاقی
۴۵	مقدمہ مآثر محمود شاہی	ص ۸	۴۶	مقدمہ مآثر محمود شاہی
۴۷	مقدمہ مآثر محمود شاہی	ص ۴	۴۸	مآثر محمود شاہی
۴۹	مآثر محمود شاہی	ص ۴۷	۵۰	Medieval Malva P = 401
۵۱	مآثر محمود شاہی	ص ۸	۵۲	مآثر محمود شاہی
۵۳	مآثر محمود شاہی	ص ۱۳۳	۵۴	مآثر محمود شاہی
۵۵	مآثر محمود شاہی	ص ۲۹	۵۶	مآثر محمود شاہی
۵۷	مآثر محمود شاہی	ص ۸	۵۸	طبقات اکبری ج۔ سوم ص ۶۵۱
۵۹	تاریخ فرشتہ جلد دوم	ص ۲۳۴	۶۰	تاریخ فرشتہ جلد دوم ص ۸۸
۶۱	تاریخ فیروز شاہی	ص ۱۷۵-۱۷۶	۶۲	منتخب التواریخ ج اول ص ۱۶۷
۶۳	تاریخ مبارک شاہ	ص ۴۷	۶۴	
۶۵	مآثر محمود شاہی	ص ۴۵	۶۶	مآثر محمود شاہی
۶۷	تاریخ ناصر شاہی	ص ۱۳-۱۴	۶۸	تاریخ فرشتہ
۶۹	مقدمہ ادات الفصلا قلمی ص ۱		۷۰	رسالہ اردو۔ سہ ماہی اکتوبر ۱۹۶۷ ص ۱۱
۷۱	مقدمہ ادات الفصلا قلمی ص ۲		۷۲	کشف اللغات ج اول ص ۳-۴

- ۳۳ بحوالہ شرف نامہ منیری مرتبہ سید محمد طارق
- ۳۴ مقدمہ مآثر محمود شاہی ص ۷
- ۳۵ مقالات محمود شیرانی ص ۳۵۷
- ۳۶ مقالات محمود شیرانی ص ۳۳۵
- ۳۷ مقالات محمود شیرانی ص ۳۳۱
- ۳۸ EIMAPS 1909-10 P=11
- ۳۹ EIMAPS 1694 P = 45
- ۴۰ مالوہ کی کہانی ص ۲۰۱ EIMAPS 1909-10 P=20
- ۴۱ مالوہ کی کہانی ص ۱۷۹
- ۴۲ مالوہ کی کہانی = گہان
- ۴۳ قمر = تصحیح قیاسی
- ۴۴ مالوہ کی کہانی = نصیر دین
- ۴۵ ایضاً محمد، ہمہ تصحیح قیاسی
- ۴۶ ایضاً، بخیر و عافیت
- ۴۷ ایضاً، بیعت
- ۴۸ ایضاً، گردان
- ۴۹ ایضاً، بچی
- ۵۰ EIMAPS 1909-10 P=19
- ۵۱ مالوہ کی کہانی = مجد صفائی
- ۵۲ ایضاً، کشاد
- ۵۳ ایضاً، بخت و آسمان
- ۵۴ ایضاً، سخا و کر
- ۵۵ EIMAPS 1955-56 P=119
- ۵۶ EIMAPS 1964- P=49
- ۵۷ کذا اصل۔ راقم
- ۵۸ EIMAPS 1975-
- ۵۹ مالوہ کی کہانی ص ۱۸۴، آثار مالوہ ص ۲۱۱ EIMAPS 1909-10 P=21
- ۶۰ آثار مالوہ، سال و مہ نور EIMAPS 1909-10 P=21
- ۶۱ مالوہ کی کہانی = ہشتصد
- ۶۲ ایضاً، شہرہ
- ۶۳ ایضاً، دور
- ۶۴ ایضاً، از
- ۶۵ کس، در مالوہ کہانی موجود نیست
- ۶۶ ایضاً، برین

- ۱۰۷ مالوہ کی کہانی ص 22۱۶ P=1909-10 EIMAPS، آثار مالوہ ص ۳۹-۴۰
- ۱۰۸ EIMAPS 1964- P=54 ۱۰۹ تصحیح قیاسی
- ۱۱۰ تصحیح قیاسی ۱۱۱ مالوہ کی کہانی ص 14۳۰ P=1909-10 EIMAPS
- ۱۱۲ مالوہ کی کہانی ص ۲۳۶ P=1909-10 EIMAPS
- ۱۱۳ واضح رہے کہ مالوہ ہکی کہانی کتبہ کے اندر جو اشعار ہیں اس میں کافی اختلافات پائے جاتے ہیں اور اشعار وزن سے بھی گرے ہوئے ہیں اس لئے راقم نے EIMAPS کو بنیاد بنایا۔ نیز بعض جگہ تصحیح قیاسی کر کے کتبہ کے اشعار کو صحیح کر کے پیش کیا ہے۔
- ۱۱۴ آخری مصرع شود محمود رکن خستہ مذکور سے معلوم ہوتا ہے کہ شاعر کا نام بھی محمود تھا جس کی تصحیح اطلاع نہیں مل سکی۔

۱۱۵ EIMAPS 1964- P=61 ۱۱۶ EIMAPS 1907-12 P=

۱۱۷ EIMAPS 1970 P=3

مآخذ

نسخهای خطی فارسی

تاریخ ناصرشاهی - برٹش میوزیم لندن or-1803

ریاض الانشاء - خواجہ امام الدین محمود گوان ذخیرہ یونیورسٹی ف ۲۳۰ (نشر)

شرح دیوان انوری - محمود بن داؤد علوی خدا بخش لائبریری پٹنہ کنیلاگ Vol-1

شرح دیوان خاقانی - ذخیرہ یونیورسٹی ۳۸ (فارسیہ نثر)

شرف نامہ منیری - ابراہیم قوام - مرتب سید محمد طارق حسن (مقالہ برائے تحقیق)

فرہنگ ادات الفصلا - قاضی خان بدر محمد ہار وال ذخیرہ یونیورسٹی، فارسیہ لغات (۵)

مکتوبات اشرفیہ - سید اشرف جہانگیر - شعبہ تاریخ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ (۲۷)

کتب فارسی - تاریخ فرشتہ / گلشن ابراہیم - محمد قاسم ہندو شاہ استرآبادی نول کشور لکھنؤ۔

تاریخ فیروز شاہی - ضیاء الدین برنی - تصحیح و تخریج عبدالرشید شعبہ تاریخ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ ۱۹۵۷ء

توزک جہانگیری - نور الدین جہانگیر۔

دیوان انوری - اوحدا الدین انوری - مقدمہ و تصحیح سعید نفیسی - موسسہ مطبوعاتی بیروز ۱۳۳۷

دیوان خاقانی - افضل الدین خاقانی - تصحیح و تخریج علی عبدالرسولی چاپ خانہ سعادت ۱۳۱۶ھ

سلسلہ ہای اسلامی - کلیفور داد مودند بوسورت، ترجمہ - فریدون بدرہ ای / انتشارات بنیاد فرہنگ ایران۔

شرح مشکلات دیوان انوری - اوحدا الدین انوری، شارع ابوالحسن حسینی فراہانی - چاپ خانہ دانشگاه تران ۱۳۴۰ھ

طبقات اکبری - خواجہ نظام الدین احمد - نول کشور ۱۸۷۵

طبقات سلاطین اسلام - استانی لین پول، ترجمہ عباس اقبال - مطبع مہر تہران ۱۳۱۲ھ

فرہنگ نظام - سید محمد علی - نظام کالج حیدرآباد ۱۳۴۶ھ

فرہنگ کشف اللغات - عبدالرحیم بہاری مطبع نول کشور لکھنؤ

لغت دہخدا (مقدمہ) - علی اکبر دہخدا - چاپ سیرس تہران ۱۳۳۷

کتب و رسائل اردو

آثار مالوہ مرتضیٰ احمد ہاشمی نظر خواجہ بکڈ پو برقی پریس دہلی

اردو، سہ ماہی (رسالہ) اکتوبر ۱۹۶۷ء

اورینٹل کالج میگزین (رسالہ) - مئی ۱۹۳۸ء

تاریخ مالوہ - منشی شہادت علی خاں

تذکرہ علماء ہند - مولوی احمد علی - مترجم ایوب قادری پاکستان ہسٹاریکل سوسائٹی کراچی ۱۹۹۴ء

تاریخ ہندوستان - ج چہار مولوی ذکاء اللہ دہلوی مطبع انسٹی ٹیوٹ واقع علی گڑھ ۱۹۱۷ء

تاریخ ریاست بھوپال / تاج الاقبال - شاہ جہاں بیگم - مطبع نظامی کانپور ۱۲۹۰ھ

خلجی خاندان - کے - ایس - لال مترجم - پروفیسر یسین مظہری صدیقی ترقی اردو بیورنئی دہلی ۱۹۸۰ء

دائرہ معارف اسلامیہ اردو - جلد ۱۸ - دانش گاہ پنجاب لاہور ۱۹۸۵ء

رسالہ علوم اسلامیہ - (رسالہ) اسلامک اسٹڈیز - ۱۹۹۶ء

رود کوثر - شیخ محمد اکرام ادبی دنیا دہلی ۲۰۰۴ء

سلطان مالوہ - ابال بہادر دیوسرے

شاہان مالوہ - امیر احمد علوی - مطبع انوار المطابع لکھنؤ

مالوہ کے کتبات - غلام یزدانی -

مالوہ کی کہانی تاریخ کی زبانی - قاضی عبدالقدوس فاروقی پارکھیہ آفسٹ ندوہ روڈ لکھنؤ ۱۹۹۵ء

مقالات محمود شیرانی - ج ششم - مرتبہ مظہر محمود شیرانی مجلس ترقی ادب لاہور ۱۹۷۲ء

Reference

- Some Aspects of Medieval Malwa by U.N. Day, Low Price Publication, Delhi-52.
 - Medieval Malwa, by U. N. Day, Low Price Publication, Delhi 1965.
 - Medieval Malwa under the Sultan by U. N. Day.
 - C.A. Storey.
 - ✓ ➤ A comprehensive History of India by Prof. Habib and K. A. Nizami.
 - History of Khalji by Krisharisan Lal, Munshiram Manohar Lal 1980.
 - ✓ ➤ Muslim Rule in India by V. D. Mahajan, S. Chand & Co., New Delhi, 1965.
 - Catalogue of the Arabic & Persian MSS in the Khuda Bakhsh Oriental Public Library, Patna. Vol. I, (Poetry).
 - ✓ ➤ Mediaval India under the Mohammadan Rule by Stanley, Lan-Poole, Low Price Delhi, 1994.
 - History of India & Eastern Architecture by James Fergusson, Vol I & II, Low Price Publication 1997.
 - The Arts of the book in India by Jermiah P. Losty, Russell street, London, 1982.
 - New Documents of Indian Painting by Karl Khardal avala, Board of Trusties of the Prince Wales Museum of Western India, Bombay, 1969.
 - Epigraphia Indica, (Arabic & Persian Supplement) in continuation of Epigraphia Indo Moslemica, New Delhi.
-

-
- Archaeological Survey of India 1907 – 1975.
 - The New Encyclopedia Britannica Vol. V., Micropaedia Read reference 1997.
 - Encyclopedia Britanica (Hindi)
 - Amar Kosh (Hindi dictionary) by Pandit Hargovinda Shastri, Chowkhamba Sanskrit Series 1970.
 - Encyclopedia of Islam, New Edition II, Leiden EJ Brill, 1991.
 - The coins of the Indian Sultanates by Stan Goron J. P. Goenda, Munshi Ram Monohar Lal, Pvt. New Delhi, 2001.
 - Malwa in Post Mauriya Period by Dr. Manika Charabarti, Sonnet Print Home, Calcutta, 1981.
 - Administrative System of Delhi by U. N. Day, (1206-1413 AD) Kitab Mahal, Delhi, 1959.
 - India's Contribution to Persian Lexicography by Manohar Sahai.
-